کیا ہم
اللہ کا
ادب کرتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے قریب کر
دینے والی روحانی کتاب
کیا ہم
اللہ کا
ادب کرتے ہیں؟
مؤلف:
العبد الفقیر الی اللہ الغنی
ابو الحسن عبد المنان راسخ
خادم السنة النبوية الشريفة
مکتبہ قدوسیہ

اہتمام طباعت

ابوبکر قدوسی

اشاعت اول ۲۰۰۸ء

قدوسیہ اسلامک پریس

رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان

Ph:042-7230585-7351124
Email: qadusia@brain.net.pk
www.quddusia.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر

② ادبِ الٰہی کا دوسرا تقاضا

③ ادب الٰہی کا تیسرا تقاضا

④ ادب الٰہی کا چوتھا تقاضا

⑤ ادب الٰہی کا پانچواں تقاضا

⑥ ادب الٰہی کا چھٹا تقاضا

⑦ ادب الٰہی کا ساتواں تقاضا

⑧ ادب الٰہی کا آٹھواں تقاضا

⑨ ادب الٰہی کا نواں تقاضا

⑩ ادب الٰہی کا دسواں تقاضا

جعلی ادب

یاد رہے! مصنف کی دیگر تصانیف کا مطالعہ ضرور فرمائیں!

ایک مہربان کے قلم سے

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

اسلام فوز وفلاح کا ضامن واحد آفاقی پیغام اور حق وانصاف پر مبنی ایسا عالمگیر نظام ہے جو کسی تفریق وتحدید کے بغیر اقوام عالم کے لیے قیامت تک منبع رشد وہدایت رہے گا۔ یہ صرف اعتقادات وایمانیات پر مشتمل ایک مذہب ہی نہیں بلکہ فطری اصولوں پر مبنی ایک جامع دین اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ایک مکمل نظام حیات بھی ہے۔ اسلام کا مقصد زمین کو محض عبادت اللہ سے معمور کرنا ہی نہیں بلکہ ایسے مخلص باصلاحیت وباکردار افراد تیار کرنا بھی ہے جو عالمگیر اسلامی انقلاب کے ذریعے پوری دنیا کو حق وعدل اور امن وسلامتی کا گہوارہ بنا کر خلافت ارضی کے جلیل القدر منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

ان باصلاحیت وباکردار افراد میں یہ بھی ہوتا تھا کہ منبر ومحراب اور قلم وقرطاس میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ اہل منبر اہل قلم بھی ہوتے تھے۔ زمانہ قریب میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ تھے کہ منبر ومحراب بھی ان کی بدولت نمایاں تھے۔ اقلیم قلم کے بھی ...... شہسوار تھے، تحریر وتقریر کے میدان میں دور دور تک ان کا کوئی ہمسر دکھائی نہیں دیتا۔ زمانہ بعید میں پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ نے بے شمار محاسن سے ان کو نوازا تھا کیونکہ انسان کی ظاہری شناخت اس کے چہرے سے اور باطنی شناخت اس کے علم اور تقویٰ سے ہوتی ہے اور یہ دونوں شناختیں حسن بھی ہیں اور قابل تحسین بھی۔ چہرے تو تمام کے تمام اللہ نے بنائے ہیں گورے بھی کالے بھی، عربی بھی، عجمی بھی، اس افراتفری کے دور میں بعض چہروں پر راحت وملاحت کی چادر تنی ہوتی ہے کہ بہت سے بے سکون قلب اور معصیت آلود

چہرے ہمیشہ کے لیے ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں کچھ ایسی ہی صورت سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ کی تھی۔

دعوت و تبلیغ کے ماہ نور کا عکس، جھلکاتی ہوئی روشن اور کشادہ پیشانی، مسکراتی ہوئی آنکھوں سے سجا ہوا چہرہ، درمیانہ قد، ان کے چہرے کو دیکھو تو المصباح فی زجاجۃ کی تفسیر سمجھنے میں آسانی ہو جاتی۔ جبہ و قبہ سے بے نیاز لباس التقویٰ میں ملبوس جس میں اخلاق و بیان کی فراوانی تواضع وانکساری اس کی گفتگو میں لطافت، تجزیے میں ذہانت، بات چیت میں متانت محبتوں کا سفیر لفظ و حرف اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے کھڑے نظر آتے، قرآن پڑھتا ہے تو اللہ کی رحمت قلوب پر برستی ہے اور آنکھوں کو نم کر جاتی ہے۔

زمانہ حال میں مولانا عبدالمنان راسخ ﷾ جو مرکز معاذ بن جبل للتعلیم والتربیۃ کے استاذ الحدیث ہیں ان کے والد محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن راسخ رحمہ اللہ جو فیصل آباد میں ایک عرصہ تک خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے وہ بیک وقت خطیب بھی تھے طبیب بھی تھے اور ادیب بھی۔ راقم الحروف کا شمار بھی ان کے قریبی رفقاء میں ہوتا تھا وہ اپنے فن کے بے تاج بادشاہ تھے اخلاق و کردار میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ غالباً 1992ء ذوالحجہ کے مہینے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ راقم الحروف ان دنوں فریضہ حج کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں تھا بیت اللہ میں ان کی وفات کی اطلاع ملی ان کی وفات کا ایسا رنج ہوا جیسا کہ حقیقی بھائی اللہ کو پیارا ہوا ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ اللہ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی نسیاں سے درگزر فرمائے۔ آمین!

1979ء میں ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیٹے کا نام عبدالمنان رکھ دیا۔ رفقاء کے ساتھ میں بھی مبارک دینے کے لیے رضا آباد پہنچا بعض دوسرے دوست بھی گئے ہوئے تھے میں نے مبارکباد دی، تو فرمانے لگے: اللہ پاک سے دعا کریں خدا اس بیٹے کو دین کے لیے قبول کرے میں نے آج سے ہی اس کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیا ہے۔ انما الاعمال بالنیات

کس کو علم تھا کہ یہ بیٹا عبدالمنان کل کو دین کا مقرر، مدرس، اور اچھا مصنف بھی ہوگا۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔ مولانا عبدالرحمٰن راسخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جب بیٹا عبدالمنان بچپن گزار کر جوانی کی دہلیز میں داخل ہوا، تو صادق آباد کے مشہور دینی ادارے جامعہ اسلامیہ میں اس کو داخل کرا دیا گیا حافظ ثناء اللہ زاہدی صاحب اور مولانا مظفر شیرازی صاحب نے خصوصی دلچسپی لے کر اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ دینی تعلیم مکمل کر کے عبدالمنان بن مولانا عبدالرحمٰن راسخ، ایک عالم دین کی حیثیت سے فیصل آباد تشریف لائے اور مختلف دوستوں سے مشورے شروع کر دیے کہ دین کا کام کس منہج پر کیا جائے۔ راقم الحروف سے بھی مشورہ کیا میں نے ان کو مشورہ دیا کہ دین کا کام کرنے کے لیے تین میدان ہیں۔ تدریس، تحریر اور تقریر۔ ان تینوں میں سے ایک میں کامیاب ہونا ضروری ہے اور مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ 24 سال کا نوجوان تینوں میدانوں میں بیک وقت کام کرے گا اور ہر میدان میں اپنا لوہا منوائے گا کیونکہ میں نے معاشرے میں دیکھا کوئی عالم دین صرف خطیب ہے اور کوئی مدرس، اور کوئی مصنف ہے۔ لیکن مولانا عبدالمنان راسخ بیک وقت مصنف بھی، خطیب بھی، ادیب بھی اور استاذ الحدیث بھی ہیں۔ جب میں ان کو بطور خطیب دیکھتا ہوں تو مومن آباد کی جامع مسجد کے نمازی اور ارد گرد کے لوگوں کا ایک جم غفیر، لوگوں کی محبت اور ان کا شوق، 5 سال خطابت میں انہوں نے وہ مقام حاصل کیا جو کہ بیس بیس سال سے خطابت کرنے والوں کو نہ مل سکا۔ اور میں جب ان کو بطور مدرس دیکھتا ہوں تو چار سال کی تدریس کی محنت کا نتیجہ کہ وہ ایک بڑے دینی ادارے مرکز معاذ بن جبل کے مدیر بھی اور پورے مرکز کی نگرانی ہی نہیں بلکہ مدرسین کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ ممدوح کا تدریس کی خامیوں، خوبیوں پر ہمہ وقت نظر رکھنا بیدار مغز اور باصلاحیت ہونے کی روشن دلیل ہے۔

اور جب میں ان کو بطور مصنف دیکھتا ہوں تو چار سالوں میں 14 کتابیں لکھ کر اصلاح معاشرہ کی اہم کمی کو پورا کیا۔ زمانہء حال میں کوئی نوعمر مصنف نظر میں نہیں آتا کہ جس نے اتنے مختصر عرصے میں مختلف موضوعات پر 14 کتابیں لکھی ہوں۔ اور پھر ہر کتاب الگ موضوع پر ہے موضوع بھی وہ ہے جن کی فی زمانہ بہت زیادہ ضرورت بھی ہے اور کسی مصنف نے اس پر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی، مثال کے طور پر ”گھر برباد کیوں ہوتے ہیں، فلیس

منا، گالی حرام ہے، آیئے زندگی کو مبارک بنائیں، نرمی، آپ پر سلامتی، شان حسن وحسین اور آپ کی عربی میں دو کتابیں عالمی ادارے دار ابن حزم بیروت لبنان نے بھی شائع کی ہیں جو کہ اعزاز کی بات ہے۔

اگر میں ہر کتاب کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا تذکرہ کروں تو بات طویل ہو جائے گی۔ 9 مارچ 2008 کو میں مولانا کی ملاقات کے لیے ان کے مرکز میں حاضر ہوا کیونکہ مولانا عبدالمنان راسخ کا جس قدر علم اور مطالعہ وسیع ہے اتنا ہی ان کا ظرف بھی وسیع ہے، وہ نہایت خلیق، ملنسار، مہمان نواز اور عجز وانکساری کا پیکر بلکہ جب کوئی مہمان آجاتا ہے ان کو اتنی خوشی ہوتی ہے جس کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ مولانا کے ساتھ ایک گھنٹہ کی ملاقات میں مختلف موضوع زیر بحث آئے کافی علمی گفتگو بھی ہوئی ان کی مختلف موضوعات پر چھپنے والی کتابیں بھی زیر بحث آئیں۔ سر راہ میں نے سیدنا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی ایک تقریر کا تذکرہ کیا جو انہوں نے 1972ء میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی سالانہ کانفرنس پر کی تھی موضوع تھا "اِلٰھِی اَنتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَائُكَ مَطْلُوْبِیْ" اس ضمن میں انہوں نے زور دے کر سامعین کو یہ بات سمجھائی کہ لوگو! اللہ کی پہچان کر لو اس کو پہچان کر اس کا ادب کرو۔ شریعت کی بنیاد خدا کی پہچان اور اس کا ادب ثانی، حیثیت نبی کی پہچان اور اس کا ادب۔ کیونکہ (ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں) میں نے مولانا عبدالمنان راسخ صاحب سے عرض کی کہ حضرت! ادب اللہ پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا ادب خدا اور اس کے تقاضے، اس پر آپ کوئی تحریری کام کریں تو یہ امت پر آپ کا احسان عظیم ہوگا اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کی بخشش کا ذریعہ ہوگا۔ فرمانے لگے: تو پھر آپ دعا کریں اللہ ہمت عطا فرمائے۔

دوبارہ ان کی ملاقات کے لیے 27 اپریل 2008 کو میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کتاب دکھائی "ادب اللہ اور اس کے تقاضے" میں نے کتاب کو دیکھا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی مجھے اتنی خوشی ہوئی جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ کچھ دیر بعد میں نے کتاب کو پڑھا اور غور کیا مولانا نے بڑی محنت سے کتاب لکھی ہے بے شمار قرآنی آیات، منتخب اور صحیح احادیث تخریج کے

ساتھ، کتاب کا ہر واقعہ مستند، ہر نکتہ عجیب وغریب، یہ کتاب اللہ تعالیٰ اور اس کے ادب کو سمجھنے کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ مولانا عبدالمنان راسخ صاحب نے آداب الٰہ کو فن خطابت سے آراستہ کرکے دریا کو کوزے میں بند کردیا۔ علماء، فضلاء اور خطباء کے لیے یہ کتاب ایک قیمتی سرمایہ ہے جس کا مطالعہ مردہ دلوں میں نورایمان بھردے گا اور جس کا ہر ہر حرف ادب الٰہ میں غوطہ زن ہے۔ شبنم کی سی ٹھنڈک، پھولوں کی مہک جس کا زیور ہے۔ سوز وساز میں ڈوبی ہوئی آواز جس کے موتی ہیں۔ اذہان کی پاکیزگی، روح کی سرشاری، عمل کی بیداری جس کا حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قابلِ قدر کاوش کو ہم سب کے لیے باعث ہدایت بنائے اور مولانا راسخ کو مزید خدمت دین کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

کتبت ھذہ السطور بصدق قلبی

حافظ اکبر جاوید ☆

☆ خطیب منصورآباد، مبلغ اسلام، صاحب علم وفضل، ناظم تبلیغ مرکزیہ فیصل آباد

گزارشاتِ راسخ

اِن الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ
وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ الی یوم الدین

امابعد! اللہ تعالیٰ جس بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔ سب سے پہلے اس خالق و مالک کا زبان اور دل و جان سے اس کی شان کے مطابق شکر کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ وہ مولا و آقا اس میں مزید برکت فرماتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ وترویج اور اشاعت کے لیے قبول فرمائے۔ (رحم اللہ من قال امینا)

ہمیں حد درجہ خوشی ہے کہ ہم نے اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف بلانے اور اس کی عظمت و جلالت کے شایانِ شان اعتقاد و آداب اپنانے کی تلقین کی۔

سیدنا حضرت محمد ﷺ کا بھی یہی راستہ تھا کہ آپ لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف بلاتے اور اس کے شہنشاہی آداب بجالانے کی تلقین فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ سَبِيلِيٓ اَدۡعُوٓا اِلَى اللّٰهِ

''میرا یہی راستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔''

آج بالخصوص مسلم معاشرے کی آوارگی، بے راہ روی اور بغاوت کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ان حالات میں صرف یہی ضرورت ہے کہ اپنوں کو خالقِ حقیقی اور مالک ارض وسماء کے احسانات سے آگاہ کیا جائے۔ اس کی نوازشات، اس کے انعامات وکمالات یاد دلائے جائیں اور اس عظیم ذات کے عالی آداب سے روشناس کرایا جائے۔ تاکہ وہ ایسے سلیم الفطرت جمیل العادت باادب مسلمان بنیں کہ جو غیر ان کے قریب آئے وہ ان کے سچے اللہ کو مانے بغیر نہ رہ سکے۔ اور جب تک اہل اسلام کا یہی انداز

رہا، اسلام غالب رہا، مسلمان عزت کی نظر سے دیکھے گئے جب مسلم حکمران، وزراء، امراء اور رعایا مصلّوں پہ کھڑے ہو کر خالق و مالک کے شاہی آداب بجالاتے تو کفر کے دلوں میں ایک رعب طاری رہتا اور کئی غیر مسلم مسلمانوں کا اپنے اللہ سے سچا پیار دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔

لیکن یاد رہے! جب سے مسلمانوں میں یہ کمی واقع ہوئی، یا جب بھی مسلمان اس کوتاہی کا شکار ہوئے کہ ان کا تعلق اللہ سے مضبوط نہ رہا بلکہ وہ دنیا کی رنگ رلیوں میں کھو کر یاد الٰہی سے غافل ہو گئے، اسی وقت وہ اسلام کی برکتوں ہی سے محروم نہیں ہوئے بلکہ وہ اسلام کے غلبے میں بھی بہت بڑی رکاوٹ بن گئے۔

آج لوگ دنیا کے اقتدار کی تو بہت فکر کرتے ہیں مگر ذاتِ الٰہ کی فکر سے غافل ہیں، اپنے آداب کے لیے ہزاروں جتن ہوتے ہیں مگر شہنشاہ کائنات کے آداب کو بروئے کار لانے کے لیے حد درجہ غفلت کی جاتی ہے۔ اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب خودی کو خالق کے آداب پر مقدم کر دیا جائے تو تباہی و بربادی کے سیلاب سے بچنا مشکل ہی نہیں بسا اوقات ناممکن ہو جاتا ہے بعینہ یہی کیفیت آج امت مسلمہ کی ہے۔

ادب کیا ہے، دین میں ادب کی اہمیت اور ادب الٰہ کا مطلب؟؟

ادب ہر کام کے حسن کا نام ہے اور سایہ ادب میں جو الفاظ نکلیں وہ جادو سے زیادہ اثر رکھتے ہیں کیونکہ ادب ایک روشنی ہے جس سے زندگی کی تاریکیاں ختم ہوتی ہیں، ادب ایک آلہ ء اصلاح ہے جس سے زندگی کی نوک پلک سنورتی ہے۔ ادب ایک دوا ہے جس سے مزاج کے ٹیڑھے پن کا مکمل خاتمہ ہوتا ہے، ادب ایک جوہر ہے جس سے شخصیت میں پختگی آتی ہے، ادب ایک پھول ہے جس کی خوشبو سے صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے اور ادب ایک ایسا آب حیات ہے کہ جو جی بھر کر پی لے وہ زندگی کا سفر کامیابی سے کرتے ہوئے پیاس محسوس نہیں کرتا، بلکہ تر و تازہ چہرہ لے کر اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہو جاتا ہے۔ دنیا میں خوبیوں کے ہجوم میں ہمیشہ ادب ہی کو نمایاں مقام ملتا ہے اس کی

اہمیت اور قدر و قیمت بیان کرنے کے لیے فانی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

رونے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں اے فانی!
یہ ان کی گلی ہے، تیرا غم خانہ نہیں ہے

جناب عالی! دربار میں بغیر آداب کے رونا فضول ہے تو پھر شہنشاہ کائنات کے سامنے آداب کا خیال رکھنا کس قدر ضروری ہے.....؟ آپ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں بحیثیت انسان آپ یوں سمجھیں کہ انسانیت کا دوسرا نام ادب ہے۔ اور ادب کا دوسرا نام انسانیت ہے یعنی جو باادب ہے وہ انسان ہے اور جو بے ادب ہے وہ انسانی شکل میں بدترین حیوان ہے۔ ہمارا پیارا سارے کا سارا دین اسلام ادب ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلدِّیْنُ کُلُّہٗ اَدَبٌ

''دین سارے کا سارا ادب ہے۔''

یعنی دین ہی ہمیں آداب سکھلاتا ہے اور دین ہی ہر چیز کا رکھ رکھاؤ، لحاظ اور مقام بیان کرتا ہے۔ دین ہی ہمیں ایسے سنہرے اصول بتلاتا ہے جس سے زندگی میں روشنی پھیلتی ہے اور پیارے دین نے ہی ہمیں دلوں کو موہ لینے والی سلیقہ شعاری سکھلائی۔ اور اسی طرح عربی کا مقولہ ہے ''لَا مِیْرَاثَ کَالْاَدَبْ'' ادب جیسا ورثہ کوئی نہیں، سب سے قیمتی اور اہم ورثہ ادب ہے۔ اور بعض نے اسے ڈھال قرار دیا ہے کہ ''اَلْأَدَبُ جُنَّةٌ لِلنَّاسِ'' ادب لوگوں کے لیے ڈھال ہے۔ جو لوگوں کو ہر قسم کی ذلت اور شرمندگی سے بچاتا ہے۔ چونکہ ہماری کتاب کا موضوع ''ادب الٰہ'' ہے اس لیے ہم ادب الٰہ کا مفہوم تحریر کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ادب الٰہ کا معنی کچھ یوں ہے کہ اپنے خالق و مالک کی خوشنودی و رضا جوئی کے لیے دین کے مطابق ایسا اعلیٰ سلیقہ، عمدہ طریقہ اور اچھا انداز اپنانا جو قابل تحسین اور باعث تعریف ہو۔ جس سے واضح معلوم ہو کہ بندہ اپنے الٰہ کو صرف مانتا ہی نہیں بلکہ اس کے دربار کے آداب سے بھی بخوبی آگاہ ہے سادہ لفظوں

میں ادب الٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی و بڑائی کو مان کر اس کے سامنے بے بسی، بے حیثیتی، عاجزی وانکساری کا ہر ایک تقاضا اس انداز سے پورا کرنا کہ جس میں عمدگی، نفاست اور اعلیٰ تہذیب نظر آئے اور کوئی ایسی عادت وحرکت سرزد نہ ہو جو شہنشاہ کائنات کی عزت، عظمت، بزرگی اور شان کے خلاف ہو۔ غرض کہ اپنے الٰہ کی شایان شان معاملہ کرنا ادب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادبِ الٰہ کے حد درجہ شناسا تھے

اللہ تعالیٰ کے اشاروں پر دل کی خوشی سے قربان ہونا اس کے ادب کی معراج ہے ہمارے پیر ومرشد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی ادبِ الٰہی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بسر کی۔ کبھی بھی حکم الٰہی سے پہلو تہی کا سوچا تک نہ تھا بلکہ ساری زندگی عظمت الٰہی منوانے کے لیے قربان کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم قدم پہ ادبِ الٰہ کی ایسی عظیم مثالیں پیش فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کو قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ آداب کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں'' معراج کے موقعہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آداب الٰہی کا پورا خیال رکھا۔ وجود تو درکنار اپنی نگاہ تک کو وہیں مرکوز رکھا جہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کمال ادب کا ذکر کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

''نہ نگاہ ادھر اُدھر ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلمیذ خاص علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''وَهٰذَا كَمَالُ الْاَدَب'' یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کا کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذرہ برابر کمی بیشی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کی پاس داری کرتے ہوئے کامل ادب کا خیال رکھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب الٰہ میں درجہ کمال اس لیے بھی حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام آداب اللہ تعالیٰ نے خود سکھلائے جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَأْدِیْبِیْ ''میرے رب نے مجھے ادب سکھلایا

اور بہترین ادب سکھلایا۔"

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم، احترام اور ادب میں کس قدر عالی مقام پایا اس کی مکمل جھلک آپ کو اس کتاب میں نظر آئے گی۔ اور الحمد اللہ اس کتاب میں ادب الٰہی کے 10 تقاضے بہت اختصار اور جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں جن کو پورا کرنے سے بندہ اپنے خالق و مالک کا باادب بن جاتا ہے اور ان سے انحراف کرنے والا ادب کی دولت سے محروم اور ناکام رہتا ہے۔

اس موضوع کی مکمل تفصیل کتاب میں آئے گی مگر بے ادبی کے دو نمونے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

غیروں کو داتا کہنا

اولیاء کرام اور بزرگان دین کا احترام کرنا حد درجہ ضروری ہے بلکہ ہمارے ہاں تو اولیاء اللہ کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن احترامِ اولیاء کا وہی مقام ہوگا جس سے قرآن وحدیث نے ان کو نوازا ہے۔ اولیائے کرام میں خدائی صفات ثابت کرنا یا ان کے مقام کو انبیاء ورسل علیہم السلام سے بھی بڑھا دینا بلاشبہ غلو ہے۔ اور جو القابات واعزازات اور الفاظ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہوں وہ غیروں پر بولنا سراسر اللہ اور اس کے رسول کی بے ادبی وتوہین ہے۔ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین کہا، سراج منیر کہا، اب یہ الفاظ کسی ولی، بزرگ یا پیر صاحب کے لیے بولنا، کہ فلاں صاحب رحمۃ للعالمین ہیں یا فلاں صاحب سراج منیر ہیں تو یقیناً یہ آپ ﷺ کی توہین ہے اور کوئی بھی زندہ ضمیر سمجھدار عاشق رسول اس بے ادبی کو پسند نہیں کرے گا۔

لیکن جب یہی بے ادبی وتوہین سچے خالق و مالک رب رحمٰن کی ہوتی ہے تو کوئی توجہ ہی نہیں کرتا، اس بے ادبی سے باز ہی نہیں آتا۔ اب غوث اعظم کا معنی ہے سب سے بڑا مددگار جو کہ صرف اور صرف اللہ ہے لیکن غیر اللہ کو غوث اعظم کہا اور لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح داتا کا معنی ہے رزق دینے والا اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ رزق دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ

کی ہے۔لیکن ہمارے ہاں حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کو داتا کہا جاتا ہے۔اسی طرح گنج بخش کا معنی ہے خزانے دینے والا، ہر چھوٹے بڑے کو خزانے دینے والا اور دے کر لینے والا اللہ ہی ہے لیکن ہمارے ملک میں اولیاء کو گنج بخش اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ جو ادب الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔

براہ کرم! ایسے الفاظ اللہ کے سوا انبیاء علیہم السلام یا اولیاء رحمہم اللہ پر بولنے سے حد درجہ گریز کریں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر ائمہ اربعہ تک اور کسی ثقہ امام نے یہ الفاظ اللہ کے سوا دوسروں کے لیے استعمال نہیں کیے۔اللہ ہمیں بھی سمجھ نصیب فرمائے۔

گلے شکووں کی بوچھاڑ

اکثر بندے اپنی بغل میں گلے شکووں کے پلندے لیے پھرتے ہیں بس کسی سے پوچھ لو، جناب کیا حالات ہیں......؟ وہ صاحب گلے شکووں کی (Detail) آپ کے سامنے بیان فرمائیں گے یا اگر زبان سے ہمت کر کے الحمد للہ کہہ بھی دیں تو لب ولہجہ بول کر بتلاتا ہے کہ دل مطمئن نہیں ہے۔

بھائیو! سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب کریم کے اس قدر باادب اور قدر شناس تھے کہ کبھی کسی مسئلہ میں پریشان بھی ہوتے تو پھر بھی یہی کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''ہر حال میں اللہ کا شکر ہے'' دل میں گمان رکھنا کہ جس قدر میں نیک ہوں یا باصلاحیت ہوں اس طرح مجھے اللہ کی طرف سے نوازا نہیں جا رہا ہے یا مجھے میرا حق نہیں مل رہا۔ایسے وسوسے خالصۃً شیطانی ہیں ان کا اظہار کر کے بے ادب نہ بنیں۔ بلکہ دل و جان سے اپنے رب کی ہر عطا پر خوش رہیں آپ کا نصیب ہی آپ کو ملے گا۔ بیماری، فقر، پریشانی کے باوجود راضی رہ کر درجات حاصل کریں اور بہتری کی دعا کرتے رہیں۔

صاحب ذوق نے عربی میں کیا خوب کہا!

اِذَا شَكَوْتَ اِلَى ابْنِ آدَمَ اِنَّمَا
تَشْكُوْ الرَّحِيْمَ اِلَى الَّذِيْ لَا يَرْحَمُ

”جب تو آدم کے بیٹے کے پاس شکوہ شکایت کرتا ہے (تو ظلم) صرف یہی ہے
کہ تو ہمیشہ رحم کرنے والی ذات کی شکایت اسے کرتا ہے جو رحم نہیں کرتا۔“

اہلِ توحید متوجہ ہوں

دنیا کی زندگی میں سب سے بڑی نعمت ودولت کا اگر کوئی نام ہے تو وہ بلاشبہ عقیدہ توحید ہے یہی بنیاد ہے اس کے بغیر کچھ نہیں۔ لیکن اہل توحید کا حق بنتا ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر رب تعالیٰ کے باادب ہوں ادب الٰہی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”موحد ہو کر باادب ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ ورنہ اکثر موحد، توحید پالینے کی خوشی میں ادب کھو دیتے ہیں۔“ حضرت غزنوی صاحب نے ادب الٰہی کے حوالہ سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اللہ آپ قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین!

یاد رہے! یہ کتاب ادبی شہ پارہ ہے نہ ہی علم کی معراج۔ بلکہ دردِ دل، جذبہ اور شوق ہے جو قربتِ الٰہی کے حصول کے لیے، بندگان رحمٰن کو اس کے قریب کرنے کے لیے سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ اور مجھے امید واثق ہے کہ جس ذات کی توفیق سے، اور جس کی خوشی کی تلاش میں ادب الٰہی کے انمول موتی جمع کر کے خلق اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کے گلے کی مالا بنائے گئے ہیں وہ ضرور ان میں چمک دمک اور جاذبیت پیدا کرے گا اور ہماری اس کاوش کو حسن قبولیت سے نوازے گا کیونکہ وہ حوصلہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا۔ اللھم آمین

اور یہ بات ہمارے لیے باعث سعادت ہے کہ الحمد للہ یہ کتاب غیر ثابت شدہ روایات وواقعات سے مکمل پاک ہے گو اس میں خطیبانہ انداز غالب ہے کیونکہ یہ میرے مرکزی مسجد مومن آباد فیصل آباد میں پڑھائے گئے خطبات کا ہی مجموعہ ہے۔

آخر میں اگر اپنے مشفق ومحسن محترم برادرِ اکبر ملک محمد رفیق صاحب (ایم اے) کا تہہ دل سے شکریہ ادا نہ کروں تو یقیناً بے انصافی ہوگی۔ آپ علم وفضل اور ادب وعلم کے عظیم

پیکر ہیں اور آپ نے میری علمی روحانی تربیت میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا مدرسے سے فراغت کے بعد آپ کی شخصیت میرے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوئی، اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی فرمائے اور ہمہ وقت خدمت دین کے لیے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

والسلام مع الاکرام - اخوکم فی الاسلام

العبد الفقیر الی اللہ الغنی

ابوالحسن عبدالمنان راسخ

خادم السنۃ النبویۃ الشریفۃ

فیصل آباد۔ پاکستان

0300-6686931

دعائیہ کلمات

استاذ مشفق اور روحانی والد

حافظ ثناء اللہ زاھدی حفظہ اللہ

کے نام جو ممتاز باعمل عالم دین ہی نہیں، روحانی مربی بھی ہیں

آپ کی شفقت ومحبت اور تربیت سے سے علم وعرفان کی راہیں ہی ہموار نہیں ہوتیں

بلکہ روحانی نور اور ایمانی ذائقہ بھی نصیب ہوتا ہے

(اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی، ایمان اور علم وفضل سے مزین عمر نوح عطا فرمائے)

کثر اللہ امثالہ فینا - آمین

تلمیذہ

عبدالمنان راسخ

حدیث طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَلَا يَزْدَادُ النَّاسُ عَلَى الدُّنْيَا اِلَّا حِرْصًا وَلَا يَزْدَادُوْنَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قریب آ چکی ہے اور لوگ دنیا ہی کے لالچی بن کر اللہ تعالیٰ سے دور جا رہے ہیں۔''

{المستدرک علی الصحیحین 461/5 حدیث 7987، سلسلہ احادیث صحیحہ:1510}

قیامت کے قریب ہونے کی وجہ سے حق تو یہ تھا کہ قربتِ الٰہی کی منزلیں طے کی جاتیں، ہمہ وقت اس کے ادب کا لحاظ کیا جاتا۔ مگر دنیا کی لالچ نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا اور دل ادبِ الٰہی سے خالی کر دیئے، لوگ چند ٹکوں کی خاطر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں جبکہ یہ دنیا میں بھی خسارے اور ذلت کی بات ہے اور ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو بھی چہرہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں گے ان کے چہرے ذلت سے جھک جائیں گے۔ اور دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

بچے کی تربیت میں ماں کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے نیک ماؤں کی تربیت اوران کی دعاؤں کے سائے تلے جوان ہونے والے امت کے امام ،فقیہ اورمحدث بنتے ہیں بچے کو بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ کا ادب سکھلانا شروع کرنا چاہیے ،عربی کا مقولہ ہے:الحِفْظُ فی الصِغرِ کالنَقْشِ عَلَی الْحَجَرِ چھوٹی عمر میں سمجھی ہوئی بات پتھر پر نقش کرنے کے برابر ہے۔جس طرح پتھر پر نقش کی ہوئی تحریر نہیں مٹتی اسی طرح بچپن میں سنے سمجھے اور یاد کیے ہوئے کلمات میں ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

اس لیے گالی ،جھوٹ اور فضولیات کی جگہ بچے کو چھوٹے چھوٹے توحیدی کلمات (سبحان اللہ ،اللہ اکبر ،الحمدللہ ،ماشاء اللہ وغیرہ) با ترجمہ یاد کروانے چاہئیں کہ عزت ،ذلت ،رزق اور موت وحیات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے،بس وہی اللہ مقصود زندگی ہے ۔والدین کی گود ادب الٰہ سکھلانے کی پہلی درس گاہ ہے کئی ماں باپ ہر وقت مال و دولت کمانے اور کھانے کی باتیں کرتے ہیں جس کا لازمی اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ بچہ بڑا ہو کر اپنی ساری توجہ دنیا کی طرف مرکوز کر لیتا ہے اور وہ کمانے کھانے کو ہی زندگی سمجھتا ہے اس طرح یادِ الٰہی سے غافل رہ کر اس کی ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے ،عموماً والدین کہتے ہیں بیٹا کوئی ہنر سیکھ لو، کسی کام میں مہارت پیدا کرلو ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے ،اس میں کوئی شک نہیں اچھا ہنر اور کام سیکھنا چاہیے اور بیٹے کی سوچ بنانی چاہیے لیکن یہ ادب کون سکھائے گا......؟ بیٹا اللہ تعالیٰ کی مان کر چلنا ،اس کے ہر ادب کا ساری زندگی خیال رکھنا ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے کہیں دنیا میں کھو کر اس کے بے ادب نہ بن جانا۔

قارئین کرام! آج کا مسلمان سب کچھ جانتا ہے مگر اپنے پیارے خالق و مالک کے متعلق بے خبر ہے دنیا کے رکھ رکھاؤ کا بخوبی علم ہے مگر اللہ سبحانہ کے آداب سے کوئی واقفیت نہیں ،اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ شروع سے رب والا ماحول ملتا ہی

نہیں۔ چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت اور کبریائی ذہن میں بٹھانے کی بجائے سارے دماغ کو دنیا سے بھر دیا جاتا ہے اور وہ بے چارہ ساری زندگی، دنیا کی حرص کرتا مرجاتا ہے۔ ماں کی گود، گھر کا ماحول ہی پہلی تربیت گاہ ہے یہاں سے بگڑ جانے والے اکثر سیدھے نہیں ہوتے اس لیے بچے کی تربیت اور اس کو اپنے رب کی پہچان کروانے میں کوئی لمحہ ضائع نہ کریں بلکہ ہر مناسب موقع پر بیٹے کی توجہ رب کی طرف مبذول کریں زندگی خوشیوں سے مالا مال ہوگی۔

روٹی اللہ دیتا ہے

کتب تاریخ میں ہے کہ ایک بچہ سکول سے واپسی پر جب آتا تو کتابیں رکھ کر سب سے پہلے یہی کہتا ''امی روٹی دے، امی روٹی دے'' والدہ سب کچھ چھوڑ کر بیٹے کو چومتی پیار کرتی اور تروتازہ روٹی بیٹے کے سامنے رکھ دیتی جب روزانہ بچہ یہی کہتا کہ امی روٹی دے، امی روٹی دے تو ایک دن آداب الٰہی سے شناسا ماں کے دل میں خیال آیا کہ اس طرح کہیں بیٹے کا یہ عقیدہ نہ بن جائے کہ روٹی ماں دیتی ہے! جب کہ روٹی دینے والا تو رب ہی ہے۔ ایک والدہ نے بیٹے کو اپنے پاس بٹھایا اور اللہ تعالیٰ کا ادب سکھاتے ہوئے کہنے لگی، بیٹا روٹی اللہ دیتا ہے اگر وہ ہمیں نہ کھلائے پلائے تو ہم بھوکے مرجائیں اس لیے بیٹا روٹی اللہ ہی سے مانگا کرو۔ ماں نے بچے کی تربیت اور اس عقیدہ کو مزید ذہن نشین کرانے کے لیے انداز یہ اپنایا کہ روٹی بچے کے آنے سے چند منٹ قبل برتن کے نیچے رکھ دیتی اور بچہ جب آتا کتابیں رکھ کر کہتا اللہ تعالیٰ روٹی دو، پھر برتن اٹھاتا نیچے سے تروتازہ کھانا نکل آتا وہ سیر ہو کر کھالیتا ہے اب کئی ماہ ایسی مشق کروانے سے بچے کے ذہن میں یہ عقیدہ اچھی طرح مضبوط ہوگیا کہ روٹی صرف اللہ دیتا ہے اللہ کے سوا روٹی کوئی نہیں دیتا اور اس درمیان ایک کرامت کا ظہور بھی ہوا۔ کہ ایک روز ماں برتن کے نیچے کھانا رکھنا بھول گئی اور بیٹا گھر آگیا کتابیں رکھیں اور کہا: اے اللہ روٹی دو! جب ماں نے یہ سنا تو پاؤں تلے زمین نہ رہی، یاد آیا کھانا رکھنا بھول چکی ہوں لیکن فوراً چہرہ آسمان کی طرف

اٹھایا اور کہنے لگی: اے خالق و مالک! بھولی بھی تیرے بھلانے سے ہوں، اب اپنی کمال قدرت سے برتن کے نیچے سے کھانا مہیا فرما دے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بیٹا آج تیرا نام لے کر تجھے پکار کر برتن اٹھائے اور روٹی نہ ملنے پر اس کے ذہن میں خیال آ جائے کہ اللہ بھی روٹی نہیں دیتا۔ (اللہ اکبر)

چنانچہ ماں کی دعا اسی وقت شرف قبولیت سے نوازی گئی جب بچے نے برتن اٹھایا تو تر و تازہ روٹی نکال کر کھانا شروع کر دی۔ اور قرآن بھی اس لیے کہتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ [1]

"جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا (اس کا باادب بن گیا) اللہ اس کے لیے آسانی کی راہ ہموار کر دیتے ہیں اور اس کو وہاں سے رزق دیتے ہیں کہ وہ وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لے تو وہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔"

مندرجہ بالا واقعہ تحریر کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ بیٹے کی اسلامی تربیت اور اس کو اللہ تعالیٰ کے آداب بتلانے کے لیے غور و فکر کرتے رہنا چاہیے جب ہر معاملہ میں شان قدوسیت کو آپ سامنے رکھیں گے تو ان شاء اللہ آپ کا بیٹا باادب ہی نہیں صاحب جمالات و کرامات بھی ہو گا۔ (ان شاء اللہ)

بیٹا اللہ کی سپرد

ہمارے استاد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ بات بات پر اللہ تعالیٰ کا نام لاتی تھیں یعنی جو بھی بات کرتیں ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی نہ کسی طرح ضرور کرتیں۔

ایک دن میں نے سوال کیا اماں جان! میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اللہ والے چھوٹے چھوٹے ننھے منھے جملوں کا خیال نہیں رکھتا لیکن آپ ہر معاملہ میں اللہ بہتر کرے گا اللہ رحم کرے گا، اللہ خیر کرے گا، اللہ کی رضا، اللہ کے سپرد، وغیرہ کہتی ہیں۔

---

[1] سورۂ طلاق: 3-2

والدہ فرمانے لگیں بیٹا! ہر معاملہ میں جب اللہ کو یاد رکھ کر معاملہ اس کی سپرد کر دیا جائے پھر وہ اپنے بندے کو ضائع نہیں کرتا۔ شیخ فرماتے ہیں: بیماری کے دنوں میں والدہ نے مجھے بلایا۔ اور کہنے لگیں بیٹا میں نے تجھے ساری زندگی اللہ کے سپرد کیا ہے دیکھنا کہیں دنیا میں نہ کھو جانا، میرا وقت آیا تو اپنے ہاتھوں سے مجھے اللہ کی سپرد کرنا۔ (اللہ اکبر)

چنانچہ جب والدہ فوت ہوئیں تو میں نے اپنے ہاتھوں اللہ کی سپرد کیا۔ اس کے بعد آج تک میں تنہائی میں رب تعالیٰ کو یہی کہتا ہوں یا اللہ! میری ماں نے مجھے دین پڑھا کر تیری سپرد کیا اور ہر بار تیری سپردی کرتی رہی۔ وہ جاتے وقت مجھے کہہ گئیں تھیں کہ مجھے اللہ کی سپرد کرنا۔ اے اللہ! میری ماں یہ جملہ اس لیے تو نہیں کہہ کر گئی کہ آپ اس کو جہنم میں ڈال دیں یا عذاب میں مبتلا کر دیں۔ اے میرے پروردگار عالم! بتقاضہ بشریت اگر کوئی کمی تھی تو کمال رحمت سے معاف فرما دے کیونکہ سارے کا سارا معاملہ تیری سپرد ہے۔ (اللہ اکبر)

شیخ فرماتے ہیں: کہ معرفت الٰہی ادب الٰہی اور عظمت الٰہی کو میرے دل و دماغ میں موجزن کرنے میں سب سے زیادہ کردار میری والدہ کا ہی تھا۔

نماز کی عادت، تلاوت کا ذوق اور ذکر واذکار کا شوق پیدا کرنے میں نیک ماں باپ کا کردار نمونہ ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہمارے والدین کو بھی فریضہ ادب الٰہی کے مطابق تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

دینی مدارس اور تعلیمی اداروں کا کردار

ادب کا درخت ہمارے ملک میں سوکھ گیا ہے بالخصوص ادب الٰہی کی شاخیں مرجھا گئیں ہیں کسی نے اسے تربیت کا پانی دیا ہی نہیں، بڑی توجہ سے مروت لحاظ، حیاء، وضع داری، اخلاق اور اچھے آداب کے بیج لگائے جاتے ہیں تب جا کر کونپلیں پھوٹتی ہیں آج چمنِ ادب ویران ہے اس حوالے سے ہمیشہ سے دینی مدارس اور تعلیمی اداروں کا کردار بے مثال رہا کیونکہ دینی مدارس اور تعلیمی اداروں ہی علم و عمل کی روشن قندیلیں ہیں یہیں سے روشنی پھوٹتی ہے جو پورے عالم کو روشن کرتی ہے۔ کل کا قائد،..... امام اور عالم آج

انہیں اداروں کا طالب علم ہے ان طلباء کرام کو تعارف الٰہ اور ادب الٰہ سے اچھی طرح آگاہ کر دیا جائے تو یقیناً کل کا معاشرہ امن و سلامتی اور رحمت و برکت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

علوم وفنون اور جدید تعلیمی ضروریات کیساتھ ساتھ ''عظمت الٰہ'' کا باقاعدہ سبق ہونا چاہیے بلکہ اسی سبق کو بنیادی و لازمی حیثیت حاصل ہو۔ لیکن موجودہ حالات میں سب جانتے ہیں کہ سکولز و کالجز کے علاوہ دینی مدارس میں بھی کما حقہ ذات الٰہ کو متعارف نہیں کرایا جاتا۔ محض ترجمہ پڑھا کر نحوی، صرفی تحلیلات میں اتار کر سال کے بعد رسمی امتحان لے لینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ طالب علم کے قول وعمل کو دیکھیں کہ اس میں عظمت الٰہ اور ادب الٰہی کا رنگ کتنا ہے؟ کیا صرف کل کو پیشہ ورانہ خطابت وامامت کرنا ہی مقصد حیات تو نہیں......؟ کہ تنخواہ کی کمی بیشی کو کامیابی کا معیار سمجھے، ایک ہزار زیادہ ملنے پر خطابت بھی چھوڑی اور امامت کو بھی خیر باد کہہ دینا۔ دینی مدارس کے ہزاروں فارغ التحصیل مالی مفادات کے لیے دینی سرگرمیاں چھوڑ چکے ہیں اور داڑھی مبارک کٹوا کر دنیا کے کھوٹے سکے جوڑ رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو سات آٹھ سال میں عظمت الٰہ، ادب الٰہ اور مقام الٰہ کا سچا درس ملتا نیک ماحول میں اسلامی تربیت ہوتی تو انجام اتنا برا نہ ہوتا بلکہ وہ ذات الٰہ کے لیے مر مٹنے کے لیے تیار ہوتے۔ ہم بڑی معذرت سے اس کتاب کے ذریعے مدارس کے ناظمین اور ذمہ داران کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ طلباء کو صرف ''آدابِ حلوہ'' ہی نہ سکھائیں، آپس میں ایک دوسرے سے جنگ وجدل اور فرقہ واریت کے ماہر نہ بنائیں۔ بلکہ ایسا داعی الی اللہ تیار کریں۔ جو خود بھی ذات الٰہ کا مؤدب ہو اور لوگوں کو بھی ادب الٰہی کا درس دے۔

مسلمانو! جب مدارس سے شرک وبدعت پھیلانے والے ولدشان منبر ومحراب تیار کیے جائیں تو پھر غیر مسلموں سے گلہ نہیں کرنا چاہیے۔

آخر میں دعا ہے اے اللہ! ایسے جامعات کی اینٹ اینٹ کو آباد وشاد وقائم رکھ جہاں سے تیری توحید کا درس ملتا ہے جہاں سے ادب الٰہی کی خوشبو سے مسلم معاشرہ کی فضاؤں کو معطر کیا جاتا ہے اور تیری ذات کی بڑائی کا پرچار ہوتا ہے۔ آمین ثم آمین!

اَعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مَالَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ○ وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا ○ [1]

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے وقار کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر پیدا کیا۔''

وَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخر:

وَمَا قَدَرُوْا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ○ [2]

''لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا اور وہی ہماری تمام ضرورتوں کو اپنے فضل و کرم سے پورا کر رہا ہے۔ اللہ کی نصرت و رحمت کے بغیر ہم ایک سانس بھی نہیں لے سکتے۔ ہمارا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک کا دل و جاں سے ادب کریں اور اس عظیم پروردگار سے حیا اور اس کی تکریم و تعظیم میں ذرہ بھر کوتاہی کا شکار نہ ہوں۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جس شخص کے انسان پر احسانات زیادہ ہوں وہ اسی قدر زیادہ اس کا ادب کرتا ہے، خیر خواہ اور محسن کو ہمیشہ عزت و تکریم دی جاتی ہے اس اعتبار سے بھی غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی ہمارا خیر خواہ ہے نہ ہی اس سے زیادہ کوئی احسانات کرنے والا ہے، لہٰذا ہمیں سب سے زیادہ ادب اپنے پیارے رب کا ہی کرنا چاہیے۔ اسی طرح جس کے پاس علم زیادہ ہو لوگ علم کی وجہ سے زیادہ علم والے کو ادب کی نظر سے دیکھتے ہیں جس قدر کسی عالم کا علم زیادہ ہوگا اس کا ادب بھی اسی قدر زیادہ

[1] سورۃ نوح: 13,14 [2] سورۃ زمر: 67

ہوگا۔ اس لحاظ سے بھی اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ہی ہمارے ادب کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی علام الغیوب اور علیم بذات الصدور نہیں۔

یا لوگ کسی کی طاقت وقوت کو دیکھ کر اس کا ادب کرتے ہیں جو شخص جس قدر زیادہ طاقت اور قوت کا مالک ہوگا لوگ اس قدر زیادہ اس کا ادب کریں گے۔ لوگو! اس انداز سے بھی اگر دیکھا جائے تو سب سے زیادہ قوت وطاقت کا مالک ہمارا رب ہی ہے، قوت وطاقت میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا افسران ولیڈران تو اپنی قوت، طاقت کے اظہار کے لیے فورسز کے محتاج ہیں مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسی قوت، طاقت اور غلبے کے مالک ہیں کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرمالیں تو ''کُنْ'' کہتے ہیں ''فَیَکُوْنُ'' وہ ہو جاتا ہے (سبحان اللہ) غرض کہ جن جن اوصاف حمیدہ، خصائص جلیلہ اور اختیارات عالیہ کو دیکھ کر کسی کا ادب واحترام کیا جاتا ہے وہ تمام بہترین اور عظیم خوبیاں ہمارے معبود ،الٰہ اور پروردگار میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔

مگر افسوس! کہ آج کا انسان غیروں کے ادب کا تو بہت خیال رکھتا ہے ذرہ بھر ایسی کوئی حرکت نہیں کرتا جو باکمال حضرات کی شان کے خلاف ہو لیکن جب شہنشاہِ کائنات ، پروردگار کی باری آتی ہے تو حد درجہ بے ادبی کا مظاہرہ کرتا ہے باوجود عقیدہ رکھنے کے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے میں ہر وقت اس کی نگرانی میں ہوں ،لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا مگر پھر بھی ایسی حرکات وسکنات کرتا جو سراسر اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت اور مقام کے خلاف ہوتی ہیں زبان سے ایسے ایسے ناشکری وکفر کے کلمات نکالتا ہے کہ جن میں ادب واحترام اور تعظیم کا ذرہ نہیں ہوتا، کچھ لوگ تو جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے بے ادب ہیں اور بعض احباب جان بوجھ کر [illegible] کماتے ہیں۔

حضرات! ہمیں ہر وقت یہ [illegible] تروتازہ رکھنا چاہیے کہ ہمارا رب مہربان ہے عظمت وجلالت وبزرگی میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے کبھی بھی ایسی عادات وحرکات صادر نہ ہوں جو اس کی شان، مقام اور احترام کے خلاف ہوں۔ بلکہ ایک سچے مسلمان کو تو ذاتِ اطہر کا ایسا باادب ہونا چاہیے کہ قدم قدم اور ہر فعل سے یہ حقیقت آشکارا ہو کہ اللہ

تعالیٰ کی بزرگی و بڑائی اور عظمت اس کے جوڑ جوڑ میں رچ بس چکی ہے۔ اور یاد رہے جب انسان حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کا باادب بندہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی زندگی میں نور پیدا فرما دیتے ہیں جس سے اس کی زندگی کے تمام اندھیرے ختم ہو جاتے ہیں۔ باادب بندے کی روح کو قرار اور ضمیر کو اطمینان نصیب ہوتا اور پھر ساری خدائی ایسے شخص کا ادب کرتی ہے یوں پھر دنیا کی زندگی جنت کا نظارہ پیش کرتی ہے مگر جو لوگ عام لوگوں کے لیے تو آداب کا خیال رکھیں ان کی شخصیت اور منصب کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی خلاف شان حرکت نہ کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالیہ کے لیے ایسے اچھے آداب بجا نہ لائیں۔ گویا انہوں نے اپنے کردار سے بندوں کے آداب کو خالق حقیقی کے آداب پر مقدم کر دیا، بندوں کے آداب کا تو پورا لحاظ کیا مگر اللہ تعالیٰ کے آداب میں بے پرواہی کی تو رب تعالیٰ بھی ایسے احسان فراموش اور بے ادب بندوں کی زندگی کا نور ختم کر دیتے ہیں اور وہ ساری زندگی تاریکی و ظلمت میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔

اسلامی تصوف کے علمبردار امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اے انسان

مِنْ اَعْظَمِ الظُّلْمِ وَالجَهْلِ أَنْ تَطْلُبَ التَّعْظِيْمَ وَالتَّوْقِيْرَ لَكَ مِنَ النَّاسِ وَ قَلْبُكَ خَالٍ مِنْ تَعْظِيْمِ اللّٰهِ وَ تَوْقِيْرِهِ [1]

''یہ بہت بڑی جہالت ہے اور ظلم عظیم کی بات ہے کہ تو اپنے لیے تو لوگوں سے تعظیم اور ادب طلب کرے یعنی تیری خواہش ہو کہ لوگ تیرا ادب کریں تجھے عزت اور احترام کی نظر سے دیکھیں اور تیرا دل اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے خالی ہو اور یہ بھی حد درجہ زیادتی ہے کہ تو غیروں کے وقار کو تو ملحوظِ خاطر رکھے اور ذات الٰہ کے آداب کی تجھے فکر تک نہ ہو۔ جبکہ بلوغت اور شعور کی عمر کو پہنچ کر سب سے پہلے کرنے والا کام یہی ہے کہ اپنے سچے معبود کے ادب اور وقار کی تعلیم حاصل کی جائے اور ہمیشہ ایسا کردار پیش کرے جو ادب الٰہی اور اس کے وقار کے شایانِ شان ہو۔''

[1] الفوائد، للامام ابن قیم رحمہ اللہ۔

اللہ تعالیٰ کے ادب، وقار کے لائق

بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وقار، اس کی قدر، شان اور آداب کا مکمل خیال رکھیں، ہماری غفلت سستی اور بے توجہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑے بلیغانہ انداز سے پوچھا کہ ''اے میرے بندو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے وقار کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ میں سب سے زیادہ تم پر احسان کرنے والا ہوں۔ اور تم میری قدر و منزلت کو بھی ہمیشہ اہمیت نہیں دیتے'' (القرآن)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وقار اور قدر کے شایانِ شان یہی ہے کہ ہم ساری زندگی مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھتے ہوئے بسر کریں اور ان میں ذرہ بھر کوتاہی نہ ہو۔

1۔ کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ کیا جائے، بلکہ اللہ کی عزت و عظمت اور مقام سب سے زیادہ اور نمایاں ہو، حتی کہ الفاظ میں بھی اسے اور مخلوق کو برابر نہ کیا جائے مثلاً وَاللّٰهِ وَحَيَاتِكَ اللہ کی اور تیری زندگی کی قسم! یہ درست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وقار کے خلاف ہے اس میں ذات الٰہ اور مخلوق کی زندگی کو برابر اہمیت دی گئی ہے اسی طرح مَا شَاءَ اللّٰهُ وشِئْتَ اور جو اللہ چاہے اور تو چاہے۔ اب اللہ تعالیٰ اور کسی بندے کی چاہت برابر حیثیت کی نہیں، وقارِ الٰہی کے شایانِ شان یہی ہے کہ ہر اعتبار سے اس کی عظمت کو منفرد، نمایاں اور اعلیٰ مقام دیا جائے۔

2۔ محبت، بزرگی اور تعظیم میں بھی کسی کو اس کے برابر نہ کیا جائے، بلکہ ذاتِ الٰہ کی محبت، بزرگی اور تعظیم دل میں سب سے زیادہ ہونی چاہیے اور زبان سے اس کا اظہار بھی اچھے، اعلیٰ اور باوقار انداز سے ہونا چاہیے۔ اللہ سے بڑھ کر کسی کی تعظیم کرنا یا اس سے بڑھ کر کسی کی بزرگی کا خیال رکھنا یقیناً ناانصافی اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کے وقار کا یہی تقاضا ہے کہ سب سے بڑھ کر اس کی تعظیم کی جائے اور اس کی بزرگی کا خیال رکھا جائے۔

3۔ جب ایک طرف رب ہو۔ اور دوسری طرف مخلوق ہو، تو اللہ ہی کی طرف جھکا جائے اسی کی منشا، رضا، حکم اور خوشی کو قبول کیا جائے جس شخص نے رب تعالیٰ کو چھوڑ کر، کسی غیر

کی طرف اپنا میلان کر لیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت، بزرگی اور وقار کا خیال نہیں رکھا۔

4۔ اس کی نازل کردہ شریعت کو من وعن اسی طرح قبول کیا جائے جس طرح اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا اللہ کے احکامات اور بیان کردہ مسائل میں ردوبدل کرنا اللہ تعالیٰ کے وقار کو مجروح کرنے کے برابر ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کے منکرین ومعاندین سے نفرت رکھی جائے جو اس عالی ذات کی بے قدری کرے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا...... یقیناً غیرت وحمیت کے خلاف ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کی شان، عظمت، بزرگی، بڑائی اور وقار کا یہ موضوع اگرچہ اپنی اہمیت، وسعت کے اعتبار سے حد درجہ تفصیل طلب ہے مگر میں انتہائی اختصار اور جامعیت سے ادب اللہ کے بنیادی دس تقاضوں کو تحریر کرنا چاہتا ہوں جن کو پورا کیے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا باادب نہیں کہلا سکتا، بلکہ ان دس تقاضوں کو پورا نہ کرنے والا بے ادبی کی زندگی بسر کرتا ہے اور اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو بے ادبی کی موت مرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے آداب کی بجا آوری اور بالخصوص ان دس تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

1 عقیدہ توحید کا اقرار

یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ رب تعالیٰ سب کچھ اپنے پاس سے دیتا ہے اور باقی لوگ جو کچھ دیتے ہیں وہ خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں اپنے پاس سے نہیں دیتے اس کے سوا باقی سب واسطے ہیں۔ خدا ان کے پیالے میں ڈالتا ہے تو وہ آگے دیتے ہیں بوریاں تجوریاں صرف وہی بھرتا ہے آپ غور کریں! ماں کی چھاتی میں دودھ کس نے ڈالا ......؟ اس حقیقت کو مان لینے کی بعد ادب الٰہ، احترام معبود اور تعظیم رب العالمین کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس کی توحید کا اقرار کیا جائے اس کی ذات وصفات اور اختیارات میں اس کو وحدہ لاشریک سمجھا جائے کیونکہ اس کے حسن میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں وہ عظیم خوبیوں کا مالک ہے جو خوش نصیب دل وجاں سے عقیدہ توحید کو قبول کر لے اور اپنی زبان سے اس سچے عقیدے کا اقرار کر لے اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ادب کا پہلا اہم تقاضا پورا کر دیا۔ اور اسی پہلے تقاضے پر باقی تمام چیزوں کی بنیاد ہے وگرنہ عقیدہ توحید کا اقرار نہ کرنے والا چاہے لاکھوں نیک اعمال کر لے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا بے ادب ہے اور مشرک اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا بے ادب اور گستاخ ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

وَكُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ قَالَ: يَامَعَاذُ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ...... الخ [1]

”میں عفیر نامی گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب اسم الفرس: 2856۔

نے فرمایا: اے معاذ! تو جانتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس شریک نہ ٹھہرائیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا ادب یہی ہے کہ بندہ اس کے حق کا غاصب نہ بنے بلکہ اس کی خالص عبادت کرتے ہوئے ہر قسم کے شرک سے دور رہے۔ اور اس پہلے تقاضے کا دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی پہلے خیال رکھا جاتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ مُعَاذًا اِلٰی نَحوِ اَھْلِ یَمَنَ قَالَ لَهٗ اِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی قَوْمٍ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ فَلْیَکُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلٰی اَنْ یُوَحِّدُوْا اللّٰهَ تَعَالٰی......الخ [1]

''جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: تو اہل کتاب کی قوم کے پاس جائے گا تو سب سے پہلے ان کو یہی دعوت دینا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں۔''

یعنی جو صرف اللہ تعالیٰ کے اس پہلے حق کو قبول کرتے ہوئے ادب الٰہ کا پہلا تقاضا پورا کرتے ہیں ان کے لیے دین ہر طرح کے انعامات اور نوازشات کی بشارت سناتا ہے اور جو اس پہلے تقاضے اور حق کو پورا نہیں کرتا اس کی ساری محنت کو رائیگاں کر دیا جاتا ہے۔ اور مشرک بے ادب سے اللہ تعالیٰ کو اس قدر نفرت ہے کہ قرآن میں اس کو نجس اور پلید قرار دیا ہے۔ اور شرک کو ظلم عظیم قرار دیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ایسا بے ادب ناقابل معافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا ○ [2]

''اگر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو یہ گناہ وہ کبھی معاف نہ کرے

---

[1] صحیح بخاری، التوحید، ماجاء فی دعا النبی ﷺ 7372۔ [2] سورۃ نساء: 48

گا۔اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی
کو شریک بنایا اس نے عظیم بہتان باندھا۔“

حضرات! غور فرمائیں رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے بہت بڑا بہتان باندھا، اب بہت بڑا بہتان باندھنے والا اللہ تعالیٰ کا باادب کیسے ہو سکتا ہے......؟ بہر حال میں اس وقت شرک کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ،الحمد اللہ آپ سب سچے مؤحد اور شرک سے بیزار ہیں۔

لیکن ادب الٰہ کا دوسرا تقاضا بیان کرنے سے پہلے شرک کی چند مشہور اقسام بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو معاشرہ میں مروجہ شرکیہ امور کا علم ہو۔

1 غیر اللہ سے مدد مانگنا

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو مدد کے لیے پکارنا جس طرح کہا جاتا ہے یارسول اللہ مدد، یا علی مدد، یا حسین مدد، یا غوث الاعظم مدد یہ سب شرکیہ جملے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ ﷺ کی قبر پر جا کر مدد مانگی نہ ہی قبر کے علاوہ کبھی کسی مجلس و میدان میں آپ ﷺ کو مدد کے لیے پکارا، حالانکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے حد درجہ عقیدت اور والہانہ محبت رکھنے والے تھے ، بلکہ کسی تابعی سے بھی غیر اللہ سے مدد مانگنے کا عقیدہ ثابت نہیں اور حقیقت میں یہ بہت بڑی بے ادبی ہے کہ ایک بااختیار، قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ رکھنے والے پروردگار کو چھوڑ کر کسی غیر سے مدد طلب کی جائے۔لیکن آج کل کئی لوگ علی الاعلان اس بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں بلکہ طرح طرح کے حیلے بہانے اور مغالطات دے کر سادہ لوح لوگوں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا بے ادب بناتے ہیں۔اور فوت شدہ ولی سے مدد مانگنے کے دلائل یوں دیتے ہیں کہ دیکھو جی ہم بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر سے مدد حاصل لیتے ہیں ،شاگرد اپنے استاد سے مدد مانگتا ہے، بیوی اپنے شوہر کو کہتی ہے: اے میرے سر تاج! میری مدد کرو۔ جب یہ مدد درست ہے تو کیا فوت شدہ ولی سے مدد لینا ہی جرم ہے......؟ حالانکہ وہ رب تعالیٰ کا حد درجہ محبوب ہے۔

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں کیسے جعلی حیلے بہانوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ادب الٰہی، توحید الٰہی بلکہ عظمت الٰہی کی دولت سے محروم رکھا جاتا ہے اس بات میں تو کسی کا اختلاف ہی نہیں، کہ اپنی اپنی بساط، ہمت اور طاقت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے، بلکہ دین تو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور یہ درست ہی نہیں بلکہ باعث اجر و رحمت ہے۔

اور وہ مدد جس کو شرک کہا جاتا ہے اس کا تعلق ایسے امور سے ہے کہ جو انسان کے اختیار میں ہی نہیں ہیں۔ مثلاً کسی کو اولاد دینا، کسی کو محروم رکھنا، کہیں بارش برسانا یا کہیں قحط رکھنا، اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسرے سے مدد مانگے کہ حضرت صاحب مجھے بیٹا دیں، پیر صاحب مجھے رزق دیں یا یوں کہنا کہ میرا کاروبار پیر صاحب چلا رہے ہیں یا اللہ کے علاوہ کسی سے شفا مانگنا تو یہ سب شرک ہے۔

قرآن پڑھ لیں، احادیث کا مطالعہ فرمالیں یا مؤحد اولیاء کرام کی سیرت دیکھ لیں آپ کو یہی ملے گا کہ انہوں نے اولاد کے لیے کسی دربار کا رخ نہیں کیا، کسی بڑے ولی یا نبی کی قبر پر جا کر اولاد کی التجائیں نہیں کیں۔ بلکہ ہمیشہ دربارِ الٰہی پر ہی جھکے اور اسی کو ہی پکارا اگر اس نے عطا کر دیا، قبول کر لیا شکر بھی اسی کا ادا کیا صدقہ، نذر و نیاز بھی اسی کے نام پر دی۔ اور اگر بالفرض محروم رکھا، دعا کو قبول نہ کیا تو تب بھی اس عظیم شہنشاہ کا در چھوڑ کر کہیں نہیں گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کی طرح اپنی ذات ہی کو پکارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

2 غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پیر، فقیر یا حضرت صاحب کے نام پر ذبح کرنا یا ذبح کرتے وقت تو مسنون تکبیر پڑھنا مگر اس کے ذریعے کسی حضرت صاحب، پیر یا سرکار کا قرب چاہنا یہ بھی شرک ہے۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز یا قربانی کرنے سے آدمی مؤحد نہیں رہتا ہے بلکہ امام الموحدین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بے ادب پر لعنت فرمائی ہے۔

حضرت.........بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ [1]

''اللہ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کے نام پر ذبح کرنے والے شخص پر لعنت کی گئی ہے'' اس لیے کہ جانور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کو اسی کے نام پر اس کے قرب کے حصول کے لیے ذبح کرنا چاہیے۔ یاد رہے! عرس گاہوں، درباروں اور میلوں پر جانور ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ اَنْ يَنْحَرَ اِبِلًا بِبَوَانَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ هَلْ كَانَ فِيْهَا مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ ؟ قَالُوْا لَا ، قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ الْجَاهِلِيَة؟ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ [2]

''ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ پر اونٹ نحر کرے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کچھ ہے جس کی عبادت کی جاتی تھی......؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں مشرکین کی میلوں میں سے کوئی میلہ ہوتا ہے......؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اپنی نذر کو پورا کر لے کیوں کہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کو پورا نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی ایسی نذر کی وفا ہے جس کی ابن آدم طاقت نہیں رکھتا۔''

---

[1] صحیح مسلم۔ الاشربة، تحریم الذبح :5126۔ [2] سنن ابی داؤد، الأیمان:3313۔

اسی طرح اپنی دعا میں کسی فوت شدہ کا وسیلہ پکڑنا یا کسی نبی ولی کو سجدہ کرنا یہ ہمارے ملک میں مروجہ ایسے امور ہیں کہ شریعت ان کی قطعاً اجازت نہیں دیتی ، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ادب کا پہلا تقاضا عقیدہ توحید کو دل و جان سے قبول کرنے کی اور ساری زندگی اپنی بے ادبی یعنی شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حُرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت و رسالت عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری خدائی کا سردار بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے خصائل و خصائص عطا فرمائے جن میں کوئی آپ کا شریک نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں وارد القابات کو کسی دوسرے کے لیے استعمال کرے تو استعمال کرنے والے کو بے ادب و گستاخ کہا جائے گا۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنایا۔ اب کوئی کسی ولی ، بزرگ یا پیر کو رحمۃ للعالمین کہے تو اسے بے ادب کہا جائے گا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے سراج منیر بنایا۔ اب کوئی اپنے امام و پیشوا کو سراج منیر کہے تو اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت وعزت اور عظمت کا یہ تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم القابات میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص القابات واعزازات کسی دوسرے پہ چسپاں کرنا توہین ہے تو کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے القابات واعزازات کو پیروں فقیروں پر چسپاں کرنا رب تعالیٰ کی بے ادبی نہیں ......؟ مثلاً کسی کو داتا کہنا یا گنج بخش خزانے بخشنے والا کہنا یا غوث اعظم (سب سے بڑا مدد کرنے والا) جب کہ داتا ، گنج بخش ،غوث اعظم وہی ہے نبی علیہ السلام ، صحابہ کرام وتابعین کرام نے ایسے الفاظ غیر اللہ کے لیے کبھی نہیں بولے۔

یقین مانیں! یہ رب تعالیٰ کی بے ادبی کرنے کے برابر ہے۔ آیئے! آج ہی ان عقائد سے توبہ کرتے ہوئے اللہ کے سچے باادب بنیں ، اللہ تعالیٰ ہمیں کما حقہ اپنی ذات کا باادب بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اکیلے اللہ کے نام کو اونچا کریں

ہر مقام پر اسی کے نام کو قولاً وعملاً بلند کرنا چاہیے باادب ہمیشہ اپنے سچے الٰہ کے نام کو بلند کرتا ہے اور بالخصوص جب مسئلہ عزت وغیرت کا ہو تو مسلمان ذاتِ الٰہ کو بلند کرنے کے لیے تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتا ہے اور آخر میں یہی کہتا ہے اے مولا وآقا! ابھی حق ادا نہیں ہوا۔ کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم نے حرف ''لا الٰہ الا اللہ'' کو باآواز بلند پڑھنے کی پاداش میں ہر قسم کا ظلم برداشت کیا۔

غزوۂ احد کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تو ابوسفیان نے پہاڑی پر چڑھ کر باآواز بلند کہا: هَلْ فِيكُمْ مُحَمَّدٌ ''کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا خاموش رہو چنانچہ خاموشی دیکھ کر ابوسفیان نے سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا نام لیا۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر جواب نہ دیا تو ابوسفیان کہنے لگا: سب مارے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا آپ رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند فرمایا: اے اللہ کے دشمن! ہم زندہ ہیں۔ اس پر ابوسفیان اپنے بت ہُبل کا نام لے کر کہنے لگا۔

اُعْلُ هُبَلْ ''اے ھبل اونچا رہ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا: یہ جھوٹے معبودوں کا نام لے رہا ہے صحابہ! اس کو جواب دو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ ''اللہ ہی اونچا اور بزرگی والا ہے۔''

ابوسفیان کہنے لگا:

لَنا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لكم ''ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس عزیٰ نہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شاندار تاریخی الفاظ میں جواباً فرمایا:

اَللّٰهُ مَوْلَانا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ [1]

''اللہ ہمارا آقا ہے اور تمہارا کوئی آقا نہیں۔''

معلوم ہوا جہاں جھوٹے معبودوں کا چرچا ہو وہاں حقیقی رب کے نام کو بلند کیا جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری، المغازی، غزوۃ احد: 4043۔

بعض اولیائے کرام کے القابات پر ایک نظر

اولیائے کرام سے محبت رکھنا اور ان کی دل و جاں سے قدر کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندوں کی گستاخی تباہی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی اللہ والے کی بے ادبی کرے۔ لیکن اولیاء اللہ سے محبت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں خدائی اختیارات ثابت کرنے شروع کر دیئے جائیں۔ اور جو ان کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے برابر نہ کرے اس کو گستاخ سمجھا جائے۔ ہمارے برصغیر پاک و ہند میں اولیاء کرام کو مخصوص القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطب، غوث، ابدال وغیرہ۔ اور ان کی شان اور عظمت میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں کہ فلاں حضرت صاحب قطب ہیں اور انہوں نے اتنا علاقہ سنبھال رکھا ہے۔ فلاں صاحب غوث ہیں اور ان کے اختیار کی بلندی اتنی تھی کہ انہوں نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے ساری روحیں چھین لیں۔ غرض کہ اولیاء اللہ کے بارے میں عجیب و غریب مبالغہ کیا جاتا ہے کہ جس کی قرآن و حدیث میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مندرجہ بالا القابات کا قرآن و سنت میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ کے دور تک کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ زمانہ سب سے بہترین زمانہ تھا، اس دور میں نہایت صاحب تقویٰ اور اولیاء گزرے جو علم و عمل اور نیکی میں روشنی کا مینار تھے۔ ان سب حضرات کو مشکل کشا سمجھا گیا نہ ہی ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھائے گئے اور نہ ہی سالانہ عرس منائے گئے اور نہ ہی ان کو غوث، قطب، ابدال اور اوتاد جیسے القابات سے موسوم کیا گیا۔

قارئین کرام! ادب الٰہ کا اولیں تقاضا یہی ہے کہ اولیاء اللہ کی محبت میں مبالغہ آمیز انداز اختیار نہ کیا جائے اور ان میں خدائی اوصاف ثابت کیے بغیر ان کی عظمت کو تسلیم کیا جائے۔

عقیدہ توحید کی سچائی کا اظہار

انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے جب عقیدہ توحید کا اقرار کیا اور اس کو دل و جاں سے تسلیم کیا تو بعد میں آرام سے گھروں میں نہیں بیٹھ گئے، یا صرف کاروبار ہی

نہیں کرتے رہے بلکہ اس سچے عقیدے کی عظمت کے لیے ہر چیز قربان کردی، کسی نے اپنے لہو کا آخری قطرہ دے کر اپنی سچائی کا اظہار کیا، کسی نے اپنے وجود کو چھلنی کروا کر، اپنے جسم کی گرم پتھروں پر چربی پگھلوا کر عقیدہ توحید کی عظمت کو بیان کیا کوئی اس مشن کے لیے اولاد قربان کرر ہا ہے کوئی مال اور جان دے رہا ہے آخر کیوں......؟

وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے سچے نام پر مرنا ہی زندگی ہے اور پورے عالم پر پرچم توحید کو بلند کرنا ہی مقصد حیات ہے۔ افسوس! کہ آج ہم موحد بھی ہیں، مومن بھی ہیں اور نہ جانے کیا کچھ ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود ہم نے اپنے عقیدے کی سچائی کے لیے نہ وقت قربان کیا، نہ مال خرچ کیا، نہ ہی اپنی اولاد کو اس مشن کے لیے وقف کیا اور نہ ہی ہم اس عقیدے کی عظمت کے لیے قربان ہونے کو تیار ہیں، ہمیں عقیدے سے بڑھ کر مال پیارا، اولاد پیاری یہی وجہ ہیں کہ آج ہر طرف شرک کا راج ہے، غیر اللہ کے نعرے ہیں قبروں پر سجدے اور مزاروں کے طواف ہیں۔

یاد رکھو! یہ سب کچھ ہماری کمزوریوں کی بنا پر ہو رہا، ہم مفاد دیکھ کر شرک کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتے ہیں اور محمد عربی ﷺ کی سیرت کو بھول جاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا اے مشرکین مکہ! کیا تم مجھے طمع ولالچ اور حرص دے کر عقیدہ توحید سے منحرف کرنا چاہتے ہو......؟ تمہاری ہر پیشکش جوتے کی نوک پر۔ اگر شمس وقمر بھی میرے ہاتھوں پر لا کر رکھ دو، میں تب بھی اسی کی توحید پر زندہ رہوں اور اسی کی توحید پر آخری سانس لوں گا۔ (اللہ اکبر)

آج توحید الٰہ کا ادب سیکھ کر دوسروں کو سکھلانے کی بہت ضرورت ہے گھر گھر میں شرک کے جراثیم پائے جاتے ہیں اور وہ ناپاک جراثیم دن بدن پھیل رہے ہیں اور پورے معاشرے کو عقیدے کی خرابی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عقیدہ توحید کی عظمت کے لیے قبول فرمالے اور ہماری زندگیوں میں پرچم توحید بلند ہو اور پرچم شرک سرنگوں ہو۔ آمین ثم آمین!

اللہ تعالیٰ کا باادب ہی کامیاب اور بے ادب برباد ہے۔ ادب الٰہ کا پہلا تقاضا ''اقرارِ توحید'' پورا کرنے کے بعد بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ایسے عظیم خالق و مالک کی معرفت، شناخت اور پہچان حاصل کی جائے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، پہچان اور شناخت جس قدر زیادہ ہوگی ادب بھی اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے بے ادب اسی لیے ہیں کہ ان کو پروردگار عالم کی صحیح معرفت نصیب نہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہر چیز کی قدر و قیمت شناسائی سے حاصل ہوتی ہے جب تک پرکھ، پہچان کی صلاحیت نہ ہو تو سنگریزے اور یاقوت میں فرق کرنا مشکل ہے۔ بھوکے کو اناج کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے، ننگے کو کپڑے کی اور تاجر کو مال کی قدر کا علم ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ریشمی کپڑا کیا ہے اور سوتی کیا۔ بے خبر کیا جانے کہ لعل کیا ہوتا ہے اور موتی کیا؟

ایسے ہی وہ لوگ بھی موجود ہیں جن کو اچھی طرح جان کر اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہے ان کی زبان ہمہ وقت اس کی یاد میں تروتازہ رہتی ہے ان کا سر تسلیم اس کی بارگاہ میں خم رہتا ہے، لیکن ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو از روئے دین اس کا نام لیتے اور اس کے فرامین پر عمل کرتے ہیں ان لوگوں کو اپنی عبادت میں ایسا ذوق اور لطف حاصل نہیں ہوتا۔ جو ایک عارف نکتہ دان اور قدردان کو حاصل ہوتا ہے۔ ذاتِ الٰہ کے کمالات و جمالات پر غور وفکر کرنے والا اور اس کے قدرتی شاہکاروں کو دیکھنے والا، اس کے اسمائے حسنیٰ کی مکمل معرفت رکھنے والا اور اس کی ایمان افروز آیات کو بار بار پڑھنے والا جب اس کے سامنے جھکتا ہے تو عبادت میں دل لگی کا حسن عجیب ہوتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کریں جن حضرات کو صحیح معنوں میں معرفت الٰہی حاصل تھی انہوں نے حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنے بچوں کے گلوں پر چھری چلانے سے دریغ نہ کیا، اہل وعیاں اور جوان بیٹوں کے میدانِ جہاد میں کٹ جانے پر واویلہ نہ کیا، ان کی کھال نوچ لی گئی، گلے میں پھندا پڑا مگر

گھبرائے نہیں، اس موقع پر ابلیس لعین نے آ کر کہا: اے محبت وقربت کا دعویٰ کرنے والو! تمہیں تعلق کا یہی صلہ ملا......؟ انہوں نے کہا: اے نافرمان لعین! ذرا گلے میں پھندا ڈال کر اور کٹ کر تو دیکھ کہ اس میں کیسی لذت وحلاوت ہے۔

قارئین کرام! جب تک رب تعالیٰ کی صفات عالیہ کا حسن وجمال ہمارے دل ودماغ میں سرایت نہیں کرتا اس وقت تک زندگی کا نور نصیب نہیں ہوسکتا نہ ہی ہم اس کے صحیح معنوں میں باادب بندے بن سکتے ہیں۔ عموماً آپ دیکھتے ہیں کہ جس افسر کے متعلق ہمیں علم زیادہ ہو جس کے اختیارات وکمالات کی جتنی معرفت زیادہ ہوگی اس کی شخصیت کا ادب بھی اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اس لیے آپ ذاتِ الٰہ کی مکمل معرفت حاصل کریں۔ آپ ذرا شانِ ربوبیت کو ہی دیکھیں کیسے آسمان وزمین بچھائے، پہاڑ گاڑھے، دریا رواں کیے، چشمے ابلنے لگے، ندیاں بہنے لگیں، سورج چمکنے لگا، چاند دمکنے لگا اور ستارے جگمگانے لگے غرض کہ سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک، انسان، حیوان، چرند، پرند، درند، شمس وقمر، شجر وحجر اور بحر وبر ہر ایک کو بے مثال خوبصورت وجود دے کر، کس طرح سب کو سنبھالے ہوئے ہے اس سارے نظام کو بنا کر کس عمدگی سے چلا رہا ہے ہر لحظہ اس کے کرم وفضل اور عطا کا دروازہ کھلا ہے۔ ان سب سلسلوں کے حسن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے یہی نکلتا ہے! سُبْحَانَكَ مَا اَعْظَمَ شَانُكَ۔

انداز اپنا اپنا

ہر خوش نصیب نے اپنے اپنے انداز سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ کسی نے جود وکرم اور احسان کو دیکھا تو اسی کا ہو گیا، کسی نے اس کی برداشت، بردباری، معافی اور درگزر کو دیکھا تو اس کے قریب ہوا، اسی طرح کوئی اس کے علم وحکمت پر قربان ہوا۔ کوئی رحمت وبخشش دیکھ کر آیا، کوئی اس کی پکڑ، انتقام اور غلبے کے ڈر سے اس کے سامنے جھکا، اور کوئی اس کی کبریائی، بڑائی اور لامحدود بادشاہت دیکھ کر اس کی عظمت کا شیدائی ہوا۔ غرض کہ ہر انسان نے معرفت کی دولت اپنے اپنے انداز سے پائی، آج ہم بھی اس دولت کے

متلاشی ہیں تو ہمیں اس کے لامحدود اختیارات وکمالات پر غور کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ اگلی گھڑی یہ انمول دولت نصیب ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

معرفت الٰہی کے حوالہ سے پہلے اجمالی طور پر قرآنی آیات کی روشنی سے اس کی شہنشاہی اور اختیارات وکمالات پر غور فرمائیں۔ بعد میں پھر قدرے تفصیل سے اس کی بے نیازی وعظمت کا ذکر ہوگا۔ رب تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت کے نور سے منور فرمائے۔

معرفت الٰہی کا صحیح ذریعہ

معرفت الٰہی کا صحیح اور قابل اطمینان ذریعہ انبیاء ورسل علیہم السلام ہیں۔ وحی الٰہی سے ہی صحیح معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ تمام علوم کا سرچشمہ وحی الٰہی ہی ہے اور یہی علمِ وحی قلب وروح کو سچی سکینت بخشتے ہوئے کامیابی کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اور اسی علم سے دنیا وآخرت روشن ہوتی ہیں۔ علمِ وحی ہر قسم کے اختلاط والتباس اور شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ خدا شناسی اور خدارسی کا اہل بننے کے لیے قرآن مجید اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ کی صحیح معرفت حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید اور صفات الٰہی کا پہچاننا حد درجہ ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سیرتِ طیبہ سے روشنی لی جائے تو صوفیائے کرام کے خود ساختہ مدارج اور طبقات طے کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے قرآن اور سیرتِ طیبہ ہی کافی ہے۔ ضلالت کے بغیر معرفت تامہ حاصل ہوگی۔

آیاتِ معرفت

① ہر شئے کا خالق

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ [1]

”اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے وہی ہر چیز پر کارساز ہے۔“

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ [2]

---

[1] سورۃ زمر: 62۔ [2] سورۃ شعراء: 184۔

"اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی۔"

2 ہر شئے کا مالک

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ [1]

"ان سے پوچھیے کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ ساری ملکیت وحکومت کس کی ہے......؟ وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے مگر اسکے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں مل سکتی۔ وہ فوراً کہیں گے اللہ ہی ہے آپ کہیے! پھر تم پر کہاں سے جادو چل جاتا ہے۔"

اس آیت میں لفظ ملکوت استعمال ہوا ہے جس میں مُلک ،مِلک ،مَلک تینوں معنی پائے جاتے ہیں۔ اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر چیز پر مکمل حاکمیت اور بادشاہی صرف اور صرف اسی کی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ [2]

"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجیے! اللہ ہی شہنشاہ ہے جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں ہی ہر قسم کی بھلائی ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔"

یاد رہے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے سوا کسی کو شہنشاہ نہ کہو۔ [3]

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝ نِ الَّذِيْ

[1] مومنون: 88۔ [2] آل عمران: 26۔ [3] جامع ترمذی، الادب مایکرہ: 2837۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ﴿1﴾

''بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے کوئی چیز بھی اس کے حکم کے سامنے دم نہیں مار سکتی اور وہی ہر چیز پر قادر ہے جس نے زندگی وموت کا نظام بنایا تاکہ وہ آزمائش کرے اعمال میں بہت اچھا کون ہے۔ اور وہی غلبے والا بہت بخشنے والا ہے۔''

③ ہر شئے پر قابض

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿2﴾

''اور اللہ کو تو آسمانوں یا زمین کی کوئی چیز بھی عاجز نہیں کر سکتی بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا، قدرت والا ہے۔''

وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ ﴿3﴾

''قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔''

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿4﴾

''اور اللہ اپنے حکم پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔''

یعنی سب کچھ اس کے ماتحت، کنٹرول اور قبضہ میں ہے وہ جس مخلوق کو جیسے چاہے زیر، زبر کر سکتا ہے۔

④ ہر شئے کا رازق

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ

﴿1﴾ سورۃ الملک: 1,2۔ ﴿2﴾ سورۃ فاطر: 44 ﴿3﴾ سورۃ زمر: 67۔ ﴿4﴾ سورۃ یوسف: 21

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ [1]

''اور کتنے ہی ایسے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے ،اللہ انہیں رزق دیتا ہے اور تم کو بھی وہی دیتا ہے۔اور وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔''

یعنی بیشمار جاندار ایسے ہیں جن کو ہر روز تازہ ،نئی اور عمدہ روزی ملتی ہے اور جو اللہ جانوروں کو عمدہ روزی پہنچاتا ہے کیا وہ اپنے فرمانبردار بندوں کو محروم رکھے گا......؟ ہرگز نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ [2]

''بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا ،طاقت والا ،نہایت مضبوط ہے۔''

قارئین کرام! جب ہر شئے کا خالق و مالک ،قابض اور رازق اللہ ہی ہے اس کے سوا سب عاجز ،بے بس اور محتاج ہیں تو پھر اس قدر عظیم حقائق کو جان کر ،اختیارات پروردگار پہچان کر اور اس کی بے مثال عظمت وقدرت کو مان کر ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ سربسجود ہونا چاہیے۔اور اس عالی ذات کا ایسا ادب کرنا چاہیے جو اس کی بزرگی اور شان کے لائق ہے۔

اے مولا! ہم کو اپنی معرفت کا زیور دے کر اپنا ہی بنا۔تیری غلامی میں جیئیں اور تیری غلامی میں ہی مریں۔آمین ثم آمین!

معرفت الٰہی کے تفصیلی شہ پارے

ہمارا الٰہ ،خالق ،مالک ،قابض اور رازق ہے اور شان یکتائی یہ بھی ہے کہ وہ سوتا نہیں ...... ہاں ہاں فرق ہے ہم سوئیں نظام چلے ،وہ سو جائے تو نظام نہ چلے ،سونا تو درکنار اسے اونگھ بھی نہیں آتی وہ ''لا تاخذه سنة ولا نوم'' کی شان والا ہے وہ ہمیشہ سے قائم ہے ہمیشہ قائم ودائم رہے گا لیکن کبھی اونگھ تک نہ آئے گی۔

اے غافل انسان! جو ہر گھڑی تجھے پیار سے دیکھے تو اسکی نافرمانی کر رہا ہے؟

☆☆☆

[1] سورۃ عنکبوت: 60۔ [2] سورۃ الذاریات: 58۔

سب کو بھلا دے خود نہ بھولے

اسی طرح وہ بھولتا بھی نہیں، وہم سہو اور نسیان جیسی تمام کمزوریوں سے پاک اور ایسا پاک کہ سب کو بھلائے مگر خود نہ بھولے۔ تب ہی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے وجیہانہ انداز سے جواب دیا، اے سہو و نسیان کے پتلے! میرا رب تو وہ ہے ''لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى'' جو نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کو فرمایا: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى قرآن ایسا پڑھائیں گے کہ آپ کو بھولے گا نہیں اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر جو میں نے چاہا وہ بھولے گا۔

امام الانبیاء علیہ السلام نے بھی خود فرمایا: اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ [1] ''میں بھی تمہاری طرح بھول جاتا ہوں'' نہ بھولنا اسی کی شان ہے۔ جو لحظہ بھر کے لیے بھی نہیں اونگھتا۔ سبحان اللہ

قارئین کرام! یہاں ضمناً ایک بیتی و فکری بات آپ کے پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں کہ بالآخر ہر کوئی ہر کسی کو بھول جاتا ہے مال آیا تو جانثار اور حب دار کو بھی بھول گیا، لوگو! جو بھول جاتے ہیں ان کے لیے جیتے ہو، ان کے لیے مرتے ہو......؟ انکے لیے وقت، مال اولاد حتی کہ جان تک قربان کر دیتے ہو......؟ لیکن جو رب، رحمٰن، رحیم و کریم تمہارے ذرّے کو نہ بھولے تمہاری رائی کے دانہ برابر نیکی کو یاد رکھے اور اسی کو پہاڑ بنا دے، ایسے قدردان، مہربان اور عظیم سلطان کو کیوں بھول جاتے ہو......؟ پھر اس سے غافل رہتے ہو، نکمی دنیا کے لیے، فانی مال و زر کے لیے، یقیناً یہ بہت بڑا ظلم اور ناانصافی ہے۔ اور یاد رکھو! جو آج اس کو اور اس کے ارشادات و احکامات کو بھول گیا، قیامت کے روز مالک و مولا اس بے ادب کو اپنی رحمت سے محروم کر دے گا اور ایسے احسان فراموش کا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا، آیئے! آج ہی اس کے قدر شناس بنیں اور اس کی معرفت حاصل کریں، اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

[1] صحیح بخاری، الصلاۃ، التوجہ نحو القبلۃ:401۔

سب کو کھلائے خود نہ کھائے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت وعظمت اور پہچان کے لیے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ وہ ایسا غنی اور بے نیاز ہے کہ سب کو کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا۔ نہ کوئی اسے کھلاتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے اپنی پہچان کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ [1]

''آپ ان سے کہیے! کیا میں اس کو چھوڑ کر کسی اور کو سرپرست بنالوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سب کو کھلاتا ہے لیکن کسی سے کھانا لیتا نہیں......؟ آپ ان سے کہیے! مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے سرِتسلیم خم کروں اور شرک کرنے والوں میں شامل نہ ہوں۔''

کائنات میں مختلف جنس کی لاتعداد ذی روح مخلوقات ہیں جن کو جب کھانے، پینے کی ضرورت ہوتی ہے وہ انہیں کھلاتا ہے اور ان کو ان کی پسند کا کھلاتا ہے گوشت کھانے والے کے لیے تازہ گوشت، موتی کھانے والے کے لیے موتی اور اسی طرح بیشمار ماکولات ومشروبات، غذائیں، خوراکیں، پھل پھول اپنی مخلوقات کے لیے پیدا فرمائے۔ سب کو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا...... (سبحان اللہ)

اے غافل انسان! ایسے بے نیاز، غنی اور بے پرواداتا سے رزق مانگ! جس کا کام ہی عطا کرنا ہے خود اسے ان غذاؤں کی حاجت وضرورت نہیں۔ مگر افسوس آج انسان رزق کی فکر تو کرتا ہے مگر رازق کی پرواہ نہیں کرتا۔

سب کو سکھلائے خود نہ سیکھے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت علم بھی معرفت الٰہی کا عظیم جوہر ہے انسان کو دیگر

---

[1] سورۃ الانعام: 14۔

مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا۔ مگر ساتھ فرما دیا: وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ''تم علم کا بہت تھوڑا حصہ دیئے گئے ہو'' وہ پروردگار عالم، علام الغیوب، علیم بذات الصدور اور بکل شیء علیم کی شان والا ہر مخلوق کو اس کی ضرورت کے مطابق علم عطا کرتا ہے مگر حصول علم میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس کے علم کی کوئی حد بھی نہیں لیکن جو علم اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا اس کی ایک جھلک سورۂ نمل آیت 40 میں دیکھی جا سکتی ہے اس کے علم کی وسعت و کثرت کا مندرجہ ذیل آیات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ط وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ [1]

''اور اے لوگو! جو کام بھی تم کر رہے ہوتے ہو ہم ہر وقت تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں جب کہ تم اس میں مشغول ہوتے ہو زمین اور آسمان میں کوئی ذرّہ بھر چیز بھی ایسی نہیں جو آپ کے پروردگار سے چھپی رہ سکے اور ذرہ سے بھی چھوٹی یا اس سے بڑی کوئی چیز بھی ایسی موجود نہیں جو واضح کتاب لوح محفوظ میں درج نہ ہو۔''

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ [2]

''اور یہ غیب کی چابیاں تو اسی کے پاس ہیں جسے اس کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا بحر و بر میں جو کچھ موجود ہے اسے وہ جانتا ہے۔ اور کوئی پتہ تک نہیں گرتا جسے وہ جانتا نہ ہو نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو وتر اور خشک جو کچھ بھی ہو سب کتاب مبین میں موجود ہے۔''

---

[1] سورة یونس: 61۔ [2] سورة الانعام: 59۔

جو علم والا ایک ایک ذرے اور پتے سے باخبر ہے اس کا دل و جان سے ادب کرنا چاہیے۔ اور اس کا ادب یہی ہے کہ اچھی طرح اس کی معرفت حاصل کرنے کے بعد آدمی اسی کا ہو جائے اور اس کی رضا جوئی، ادب اور خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ کھپا دے۔

وہ سب کو پوچھے مگر اسے کوئی نہ پوچھے

مندرجہ بالا کمالات و جمالات کے ساتھ ساتھ وہ اس قدر اقتدار، غلبے اور قوت کا مالک ہے کہ اپنے تمام فیصلوں میں بااختیار ہے وہ جو چاہے جب چاہے اسے کر گزرنے پر پوری قوت و طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ جو فیصلہ کر دے اس کے نافذ ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور نہ ہی کوئی اسے پوچھ سکتا ہے کہ آپ نے ایسے کیوں کیا؟

قرآن مجید میں ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ [1]

''جو وہ کرتا ہے اس کے متعلق کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور لوگوں سے ضرور پوچھا جائے گا۔''

یعنی وہ ایسا مطلق العنان بااختیار بادشاہ ہے کہ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں بلکہ سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں۔ (سبحان اللہ) مولائے کریم کی اس عظمت وشان کو حالاتِ حاضرہ سے اس طرح باآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ چند سال قبل سونامی سیلاب آیا جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں، لاکھوں کا نقصان ہوا یا دو سال قبل کوہاٹ مظفر آباد میں شدید زلزلہ آیا جس میں سینکڑوں بچے، جوان، بوڑھے اور عورتیں کچلی گئیں۔ (اس سب کی حکمتیں وہی جانتا ہے) لیکن کیا آپ نے کبھی کوئی خبر سنی یا پڑھی کہ دنیا کے بادشاہوں، وزیروں، وڈیروں اور سرداروں کی کوئی مجلس یا میٹنگ ایسی ہوئی ہو جس میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ اس رب سے تو پوچھیں وہ کیا کر رہا ہے......؟ یا کہیں غوث، قطب، ابدال اور پیروں کا اکٹھ ہوا ہو کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے......؟ پوچھنا تو درکنار کبھی کسی کے دل و دماغ میں خیال تک بھی آتا ہے کہ اس سے پوچھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے......؟

---

[1] سورۃ الانبیاء:23۔

قارئین کرام! جو مولا و داتا اس قدر بے نیاز اور با اختیار غلبے والا ہے تو تنہائی میں بیٹھ کر اسے کہا کریں کہ اے خالق و مالک! تیری ذات بڑی عظیم ہے اور تجھے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ یا اللہ! اگر تو نے مجھے معاف کر دیا یا میری دلی آس مراد پوری کر دی تو تجھے کسی نے پوچھنا تو نہیں، یا اللہ! میری آس مراد پوری کر دے اور مجھے معاف فرما دے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

یہ مختصر کلمات ہیں مگر معنی و مفہوم کے لحاظ سے انتہائی جامع ہیں، دین میں ان کو خصوصی حیثیت حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کو پڑھنے کی حد درجہ رغبت، فضیلت اور عظمت بیان فرمائی ہے اور ان کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے وجہ یہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت اور معرفت کو بیان فرمایا گیا ہے سب سے پہلے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے متعلق وارد احادیث کا مطالعہ کریں پھر اس میں پنہاں اللہ کی معرفت، شناخت اور پہچان کا تذکرہ ہوگا۔

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ

رسول اللہ ﷺ نے اس مبارک کلمات کو جنت کا دروازہ قرار دیا ہے۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّ اَبَاهُ دَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَخْدُمُهُ قَالَ : فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ صَلَّيْتُ فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ : اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ : قُلْتُ بَلٰى قَالَ : لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [1]

”قیس بن سعد سے روایت ہے ان کے باپ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف فرمایا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے مجھے پاؤں مارتے ہوئے گزرے اور فرمایا: کیا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے

[1] صحیح سنن الترمذی:183، صحیح الترغیب:1582، سلسلة صحیحه:1746۔

پر تیری رہنمائی نہ فرماؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔"

جنت کے پودے

انہیں مبارک کلمات کو جنت کے پودے قرار دیا۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ مَرَّ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ علیہ السلام فَقَالَ: مَنْ مَعَكَ یَاجِبْرَائِیْلُ؟ قَالَ: هٰذَا مُحَمَّدٌ، فَقَالَ لَهٗ اِبْرَاهِیْمُ علیہ السلام یَامُحَمَّدُ مُرْ اُمَّتَكَ فَلْیُكْثِرُوْا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ فَاِنَّ تُرْبَتَهَا طَیِّبَةٌ وَاَرْضُهَا وَاسِعَةٌ، قَالَ: وَمَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ قَالَ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ [1]

"حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ معراج والی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد (ﷺ) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! اپنی امت کو حکم کرنا کہ وہ جنت میں زیادہ پودے لگائیں کیونکہ اس کی مٹی پاکیزہ اور زمین وسیع ہے۔ آپ نے کہا جنت کے پودے کیا ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔"

جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ:

اس مبارک کلمات کی عظمت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے کبھی آپ ﷺ نے ان کو جنت کا دروازہ کہا، کہیں جنت کے پودے قرار دیا اور مزید شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

---

[1] صحیح الترغیب والترہیب کتاب الذکر: 1583، الاسراء والمعراج، امام البانی: 107۔

اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ: بَلٰى فَقَالَ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے کسی خزانے پر راہ نمائی نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

اَلَا اَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ

''کیا میں تیری ایسے کلمے پر راہنمائی نہ کروں جو عرش کے نیچے جنت کے خزانے میں سے ہے؟''

اس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبت کلمات کو جو عظمت و مقام حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کلمات میں معرفت الٰہی کے دریا بہہ رہے ہیں اس کوزے میں پروردگار عالم نے اپنی معرفت وقدرت اور اختیارات کے سمندر بند کردیے ہیں جوان مبارک کلمات کی حقیقت کو سمجھ گیا اور جس کی ان کے مطابق تربیت ہوگئی وہ دنیا و آخرت میں کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔ آیئے! ان کلمات میں پوشیدہ خزانوں سے ذرا پردہ اٹھائیں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

لفظی معنی تو یوں ہیں کہ نہ حرکت نہ قوت مگر اللہ تعالیٰ (کی توفیق) سے، لفظ ''حول'' کا معنی ہے ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔ اور لفظ ''قوۃ'' طاقت وقدرت کے معنی میں ہے، یعنی ہر قسم کی خرابی، برائی اور شر سے بچنے کی توفیق اور کوئی بھی نیک عمل کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں۔ (سبحان اللہ)

مطلب کہ یہ مختصر کلمات پڑھ کر بندہ اپنی بے بسی کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے اللہ! ہر قسم کی برائی سے اگر تو مجھے نہ بچائے تو میں بچ نہیں سکتا اور نیک عمل کی توفیق اگر نہ دے تو میں نیک عمل کر نہیں سکتا۔

---

[1] صحیح مسلم، الذکر والدعا استحباب خفض الصوت:6868۔

قارئین کرام! اس عظیم داتا کی عظیم شان کو اچھی طرح پہچانیں! برائی سے بچائے تو وہ، نیکی کی توفیق دے تو وہ، پھر ہم اتراتے فخر کرتے اچھے نہیں لگتے......؟ ان مبارک کلمات کو جنت کا خزانہ اسی لیے کہا کہ جو اس کی بڑائی، عظمت، بزرگی اور شان توفیق وقوت کو دل وجان سے پہچانتے ہوئے تسلیم نہیں کرتا۔ اسے جنت تو درکنار جنت کی ہوا تک نصیب نہ ہوگی۔ آپ نے کبھی غور کیا کہ مؤذن جب اللہ اکبر کہتا ہے تو جواب میں ہم بھی اللہ اکبر کہتے ہیں اسی طرح انہیں کلمات کے ساتھ پوری اذان کا جواب دیا جاتا ہے لیکن جب مؤذن حی علی الصلوۃ ،حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح حی ،علی الفلاح آؤ نماز کی طرف ،آؤ نماز کی طرف ،آؤ کامیابی کی طرف ،آؤ کامیابی کی طرف تو ہم جواب میں حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح نہیں کہتے۔ بلکہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتے ہیں اس لیے کہ ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ اے پروردگار عالم! اگرچہ مؤذن نے تیری کبریائی وبڑائی کا اعلان کردیا ہے اور اس نے مجھے یاد بھی کروادیا ہے لیکن مولا اگر تیری توفیق شامل نہ ہوئی تو ادائیگی صلاۃ والی عظیم نیکی میں کبھی نہیں کرسکوں گا۔ پروردگار مجھے دنیا کے گھیرے سے نکال اور اپنے سامنے سر جھکانے کی توفیق دے۔ الٰہی! ہر شئے سے محفوظ فرما کر نیکی کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین!

یہ چند باتیں معرفت الٰہی اور اللہ کی پہچان میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں ان کو بار بار پڑھیں، غور کریں اور اپنے قلوب واذہان کو نور معرفت سے منور کریں تاکہ ادب الٰہی میں کوئی تقصیر نہ ہو۔ آخر میں آپ ﷺ کی دعا پڑھتے ہیں جس سے اس کی قدرت کی پہچان ہوتی ہے۔ آپ ﷺ ہر نماز کے بعد فرمایا کرتے:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَد [1]

''اے اللہ! کسی کو تو کچھ عطا کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر تو کسی کو نہ دے تو کوئی دے نہیں سکتا اور نہ ہی کسی طاقتور بزرگی والے کی حیثیت

---

[1] صحیح بخاری، الاذان، الذکر بعد الصلاۃ: 844۔

ہی تجھ سے کچھ فائدہ دے سکتی ہے۔''

یعنی رب تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ بلکہ وہ دینے پر آئے تو روکنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ روکنے پر آئے تو دینے والا کوئی نہیں۔ (سبحان اللہ)

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم

''وہی اوّل، وہی آخر وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی ہر چیز کا ہمیشہ کے لیے پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔

دعا ہے کہ مولا ہمیں اپنی حقیقی معرفت نصیب فرمائے۔ اور ہماری زندگی کو خیر و برکت والا بنا کر ہمیں با ادب بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

معرفت الٰہی کے نتائج اور فوائد وثمرات

معرفت الٰہی ہی دین کی اصل اساس ہے جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی دین پر عمل کرنا آسان ہوگا، عبادت میں لذت اور گناہ سے نفرت تبھی ہوگی جب اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا صحیح علم ہوگا۔ جس عمارت کی بنیاد جس قدر مضبوط ہوگی وہ عمارت اس قدر پائیدار ہوگی۔ معرفت الٰہی کو بھی دین میں یہی حیثیت حاصل ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات وعادات سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے اس کا ایمان پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے...... اور اس کی ایمانی حلاوت سے ہر ایک مٹھاس پاتا ہے۔ مزید معرفت الٰہی کے نتائج اور فوائد وثمرات ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

عارف باللہ کی مجلس کے چھ فوائد

رب والا وہ ہے جس کے پاس بیٹھ کر رب یاد آجائے، توحید کی کرنیں روشن ہوں، سنت رسول اللہ ﷺ کے پھول کھلیں اور روح وقلب حبِ الٰہ سے سرشار ہو جائے۔

اہل معرفت نے عارف باللہ کے پاس بیٹھنے کے چھ فوائد بیان کیے ہیں: کہ آدمی

مِنَ الشَّكِّ اِلَى الْيَقِيْنِ ، وَمِنَ الرِّيَاءِ اِلَى الْاِخْلَاصِ ، وَمِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ ، وَمِنَ الرَّغْبَةِ فِى الدُّنْيَا اِلَى الرَّغْبَةِ فِى

الْاٰخِرَةِ، وَمِنَ الْكِبْرِ اِلَى التَّوَاضُعِ وَمِنْ سُوْءِ الطَّوِيَّةِ اِلَى النَّصِيْحَةِ [1]

''شک سے یقین، ریاء سے اخلاص، غفلت سے ذکر، دنیا کی حرص سے آخرت کی رغبت، تکبر سے عاجزی وانکساری، نیت کی خرابی سے نصیحت کی طرف آجانا۔''

یعنی عارف باللہ کی معیت سے علم وعمل وفہم شریعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن آج کل کئی رسمی عارف باللہ ایسے ہیں کہ جن کی مجلس میں سوائے بدعات، خرافات، فضولیات اور ڈانس بھنگڑا کے کچھ نہیں ملتا۔

فرمان ھرم بن حیان رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی اطاعت کا جذبہ تبھی پیدا ہوگا جب اس کی حقیقی معرفت نصیب ہوگی۔

اَلْمُؤْمِنُ اِذَا عَرَفَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ اَحَبَّهٗ، وَاِذَا اَحَبَّهٗ اَقْبَلَ اِلَيْهِ [2]

''ایمان والا جب اللہ تعالیٰ کو پہنچانے گا تو اس سے محبت کرے گا اور جب اس سے محبت کرے گا تو پھر اسی کی طرف متوجہ رہے گا۔''

یعنی محبت اس کو دائیں بائیں نہیں جانے دے گی۔

فرمان امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معرفت الٰہی کو اصل بنیاد قرار دیا، یہ جس قدر زیادہ ہوگی ہر اچھائی کی رغبت اس قدر زیادہ بڑھے گی، فرماتے ہیں کہ:

مَنْ ذَاقَ طَعْمَ الْمَعْرِفَةِ وَجَدَ طَعْمَ الْمُحَبَّةِ، فَالرِّضَا مِنْ جُمْلَةِ ثَمَرَاتِ الْمَعْرِفَةِ، فَاِذَا عَرَفْتَهٗ سُبْحَانَهٗ رَضِيْتَ بِقَضَائِهٖ [3]

---

[1] بصائر ذوی التمییز 56/2 [2] موسوعۃ نضرۃ النعیم: 3454/8۔

[3] صید الخاطر فصل 55 الرضاء عن اللہ: 72

''جس نے معرفت کا ذائقہ چکھ لیا اس نے محبت کی لذت پالی اور اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں پر خوشی معرفت کے نتیجہ ہی میں حاصل ہوتی ہے۔''

یعنی جو شخص جس قدر زیادہ اپنے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا عارف ہوگا وہ اس کے فیصلوں پر اسی قدر راضی بھی ہوگا۔''

معرفت اور ٹھنڈک

جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کو پہچان لیتا ہے وہ اسے مان کر خوش ہو جاتا ہے اور اللہ کے بندے اس کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں، یعنی ان کو اس کی قربت سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہیں۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ قَرَّتْ عِيْنُهُ بِاللّٰهِ وَ قَرَّتْ بِهٖ كُلُّ عَيْنٍ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفِ اللّٰهَ تَقَطَّعَ قَلْبُهٗ عَلَى الدُّنْيَا حَسَرَاتٍ وَمَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَمْ يَبْقَ لَهٗ رَغْبَةٌ فِيْمَا سَوَاهُ [1]

''جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو پہچان کر ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور پھر اسے دیکھ کر ہر آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اس کا دل دنیا پر حسرت کرتے کرتے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور جو ذات الٰہ کی معرفت حاصل کرلے اس کو اس کے علاوہ کسی چیز کا شوق نہیں ہوتا۔'' (سبحان اللہ)

یعنی جس دل میں معرفت کا نور نہ ہو وہ ہر وقت دنیا ہی میں اٹکا رہتا ہے اور کبھی اس کو سکون اور خیر نصیب نہیں ہوتی اور جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جائے وہ اسی کا ہو جاتا ہے اس کو دنیا کی رغبت نہیں ہوتی وہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مقدم رکھتا ہے۔

فرمان ابن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ

آپ رحمہ اللہ نے معرفت ہی کو زندگی قرار دیا ہے جس کو جس قدر اللہ تعالیٰ کی

---

[1] بصائر ذوی التمییز، بصیرۃ فی عرف: 53/4.

پہچان حاصل ہوگی اس کی زندگی کی تاریکیاں اسی قدر روشن ہوں گی۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ تَعَالٰى صَفَالَهُ الْعَيْشُ وَطَابَتْ لَهُ الْحَيَاةُ وَهَابَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَذَهَبَ عَنْهُ خَوْفُ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَاَنِسَ بِاللّٰهِ [1]

''جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زندگی پاکیزہ ہوگئی اور اس کی حیاتی خوشگوار ہوگئی اور ہر ایک نے اس کی تعظیم وتکریم کی اور مخلوقات کا ڈر اس کے دل سے نکل گیا اور وہ اپنے اللہ سے مانوس ہوگیا۔''

فرمان یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچاننے والا جی بھر کر نماز، ذکر، تلاوت اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہتا ہے اور اس کی پیاس موت کے آخری سانس تک نہیں بجھتی۔

يَخْرُجُ الْعَارِفُ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَقْضِ وَطَرَهُ مِنْ شَيْئَيْنِ: بُكَاؤُهُ عَلٰى نَفْسِهِ وَثَنَاؤُهُ عَلٰى رَبِّهِ [2]

''اللہ کی پہچان رکھنے والا جب دنیا سے جاتا ہے تو دو چیزوں کے متعلق اس کی خواہش پوری نہیں ہوئی، اپنے آپ پر رونا، اور اپنے رب کی تعریف کرنا۔''

یعنی عارف باللہ مسلمان اپنی کوتاہیوں پر جی بھر کر روتا ہے مگر پھر بھی یہی سمجھتا ہے کہ ابھی حق ادا نہیں ہوا، اور وہ اکثر اپنی زبان کو تعریف الٰہ میں تر رکھتا ہے مگر پھر بھی سیر نہیں ہوتا۔ اے غافل انسان! آج تیری زبان غیروں کی عظمت کے قصیدے تو گاتی ہے مگر تجھے مالک ومولا کی حمد وثنا اور تعریف کا وقت نہیں ملتا۔ اور اپنی اس حالت پر رونے کی بجائے تو اتراتا ہے۔

شیخ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف زمانہ کتاب میں لکھتے ہیں:

---

[1] بصائر ذوی التمییز، بصیرۃ فی عرف: 52/4۔ [2] بصائر ذوی التمییز، بصیرۃ فی عرف: 54/4

''اما ہر کہ بخداوند تعالیٰ راہ داند از خلق حاجت نخواہد، کہ حاجت بخلق دلیل بے معرفتی بود، کہ اگر بقایا الحاجات عالمستی از چوں خویشتنی حاجت نخواہدی، استعانۃ المخلوق من المخلوق کاستعانۃ المسجون من المسجون'' [1]

''جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اس کو مخلوق کی محتاجی نہیں رہتی کیونکہ مخلوق کی محتاجی عدم معرفت کی دلیل ہے۔ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کو ضرورتیں پوری کرنے والا سمجھتا ہے تو غیر سے حاجت پوری نہیں کروائے گا کیونکہ مخلوق کا مخلوق سے مدد لینا ایسے ہی ہے جس طرح قیدی کا قیدی سے مدد لینا۔''

فرمان ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

مجھے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کی حد تک محبت ہے آپ کے ذکر پر میں مارے خوشی کے جھوم جاتا ہوں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ صرف علوم وفنون کے ماہر ہی نہیں بلکہ کمال درجہ کے عارف باللہ بھی ہیں۔ اور اسلامی تصوف کے عظیم علمبردار ہیں آپ فرماتے ہیں:

اِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ وَمُحَبَّتُهٗ فَحَظُّهٗ الظُّلْمَةُ وَالضِّیْقِ [2]

''جب دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت نہ ہو تو پھر دل میں سوائے اندھیرے اور تنگی کے کچھ نہیں ہوتا۔''

اے مولا! تو خاص اپنا فضل وکرم فرماتے ہوئے نورِ معرفت سے ہمارے دل ودماغ تروتازہ کردے اور خوشبوئے معرفت سے ہمارے دل ودماغ معطر کردے۔ آمین ثم آمین!

[1] کشف المحجوب ص:98 [2] الفوائد:33۔

اَدِّبُوا النَّفْسَ اَیُّهَا الاَصْحَابُ
طُرُقُ الْمُحَبَّةِ كُلُّهَا آدَابُ

''اے لوگو اپنے آپ کو ادب سکھلاؤ کیونکہ محبت کے تمام راستے آداب ہیں''

دین و دنیا کی سب سے بڑی نعمت محبت ہے اور خاص کر وہ محبت جو اپنے سچے مالک و خالق سے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور معرفت کے بعد تیسرا اہم ادب یہی ہے کہ سب سے زیادہ محبت اپنے اللہ سے کی جائے، محبت میں اول ترجیح ذاتِ الٰہ ہو اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے محبت کی جائے، اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی دوسرے سے محبت رکھتا ہے تو وہ ذاتِ الٰہ کا بے ادب ہے کیونکہ جو سچا الٰہ ہے اور ہر چیز کا خالق و مالک اور قابض ہے تو گہری، سچی، پختہ اور زیادہ محبت بھی صرف اسی سے ہونی چاہیے بلکہ اللہ کی محبت میں مسلمان اس قدر آگے ہو کہ سب سے زیادہ محبت بھی اسی سے اور اگر وہ کسی دوسرے سے محبت رکھے تو وہ بھی اسی کی وجہ سے رکھے۔

دنیا کا نظام چلانے کے لیے رب تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائیں اور دل میں ان کا پیار بھی رکھ دیا آدمی اولاد، گھربار، کاروبار وغیرہ سے محبت رکھتا ہے اور رکھنی چاہیے ان نعمتوں سے محبت عیب نہیں، عیب یہ ہے کہ ان کی محبت میں نعمتیں دینے والے رب کی محبت یاد نہ رہے اور آدمی دنیا اور دنیا کے مال و متاع کے لیے ذاتِ الٰہ کا نافرمان اور بے ادب بن جائے ۔ ہمارا حق ہے کہ ہم فطرتی، عقلی اور شرعی طور پر سب سے زیادہ محبت اپنے پروردگار سے کریں اور یاد رکھیں جہاں ایمان ہوگا وہاں اللہ کی محبت بھی زیادہ ہوگی۔

سچے محبّ کی پہچان

اللہ تعالیٰ کا سچا محبّ ہمیشہ اس کی محبت میں سرشار رہتا ہے۔ ہر لمحہ اس کو اسی کی محبت مطلوب و مقصود ہوتی ہے۔ حافظ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُحِبُّ الصَّادِقُ اِنْ نَطَقَ نَطَقَ لِلّٰهِ بِاللّٰهِ وَاِنْ سَكَتَ سَكَتَ لِلّٰهِ وَاِنْ تَحَرَّكَ فَبِاَمْرِ اللّٰهِ وَاِنْ سَكَنَ فَسُكُوْنُهٗ اسْتِعَانَةٌ عَلٰى مَرْضَاةِ اللّٰهِ فَحُبُّهٗ لِلّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمَعَ اللّٰهِ [1]

''سچا محبّ اگر بولے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے، اللہ کی مدد سے اسی کی بات بولتا ہے اگر وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی بھی اللہ کے لیے ہوتی ہے اگر وہ حرکت کرے تو بھی اللہ کے حکم سے کرتا ہے اور وہ حرکت نہ کرے تو اس کی عدم حرکت بھی خوشنودیٔ الٰہی پر مددگار ثابت ہوتی ہے۔''

اور اس کی محبت اللہ کے لیے، اللہ کی مدد سے، اور اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں خالق کائنات نے اہل ایمان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [2]

''اور جو ایماندار ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔''

یعنی جو سچے اہل ایمان ہیں وہ محبت الٰہی میں سب سے آگے ہوتے ہیں اور جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت نہیں کرتے، ان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ انبیا و رسل میں ایمان سب سے زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ان کے دل میں محبت الٰہ بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مشرکین مکہ کو اللہ کی طرف بلایا تو انہوں نے آپ کے قلب اطہر سے حُب الٰہ نکالنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا، کبھی لالچ دے کر کبھی ڈرا دھمکا کر مگر محبوب رب العالمین نے یہی جواب دیا:

اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ [3]

---

[1] مفتاح دار السعادة، قال الله شهد الله انه لا اله الا هو: 160/1 [2] بقرة:165 [3] انعام:164-162

''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھادی ہے یہی وہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم حنیف کا طریق زندگی تھا اور سیدنا ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھے۔ آپ ان سے کہیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اللہ کا فرمانبردار بنتا ہوں۔ کہہ دیجیے! کیا میں اللہ کے علاوہ رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا پالنے والا ہے۔''

آپ ﷺ ساری زندگی محبت الٰہ کے لیے سب کچھ قربان کرتے رہے۔

محبوب کائنات امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت، تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت اور ایسے عمل کا طالب ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! تو میرے دل میں اپنی محبت کو میری جان، میرے اہل وعیال اور (گرمیوں کے موسم اور پیاس کی شدت میں) ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی فائق کر دے۔''

رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا حد درجہ منفرد اور اہم ہے فرماتے ہیں اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کی بھیک مانگتا ہوں اے اللہ! مجھے اپنا پیار نصیب فرما دے اور اپنے پیارے کا پیار نصیب فرما دیے اور میرے مولا مجھے ہر اس عمل کا پیار عطا کر دے جو مجھ کو تیری محبت کے قریب کر دے۔

لوگو! ہر وقت اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنے والو! دنیا کے مال و دولت کے لیے

[1] جامع ترمذی، الدعوات، باب دعاء داود: اللهم انی اسئلك 3490۔

لمبے لمبے وظائف کرنے والو! اور ہمیشہ دنیا کے مفاد کے لیے ہی اپنی زبان کو حرکت دینے والو! کبھی اپنے پیارے شہنشاہ سے محبت بھی مانگا کرو، کبھی اس قادر مطلق سے اس کے پیار کا بھی سوال کیا کرو، خدا کی قسم! جن کو ذاتِ الٰہ کا سچا پیار نصیب ہوتا ہے وہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں اور رحمتوں سے ہمکنار کر دیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی عظیم ذات سے سب سے زیادہ محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو اپنے پیاروں کی فہرست میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین!

حضرات گرامی! اللہ کا باادب ہمیشہ سب سے زیادہ محبت بھی اللہ تعالیٰ سے ہی رکھتا ہے اور اس کا دل ہر وقت محبت الٰہی سے سرشار رہتا ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں ''محبت ہی دلوں کی زندگی ہے وَغَذَاءُ الْاَرْوَاحِ'' اور روحوں کی غذا ہے'' وَلَيْسَ لِلْقَلْبِ لَذَّةٌ اِلَّا بِهَا ''دل کی لذت ہی محبت سے نصیب ہوتی ہے۔ وَفَسَادُ الْقَلْبِ اِذَا خَلَا مِنْ مُحَبَّةِ فَاطِرِهٖ وَبَارِئِهٖ وَاِلٰهِهٖ۔'' اور جب دل حقیقی خالق اور معبود کی محبت سے خالی ہو تو اجڑ جاتا ہے، ویران ہو جاتا ہے، دل کی زندگی خشک ٹہنی کی طرح مرجھا جاتی ہے اور وہ چلتا پھرتا انسان مردہ لاش کی طرح ہوتا ہے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ سے جب سب سے زیادہ محبت رکھی جائے تو آدمی جہاں ادب کے کمال کو پہنچتا ہے وہاں اس کا دل نور محبت سے منور ہو جاتا ہے اور باادب سچا مسلمان اپنی چاروں طرف بلکہ ہر طرف روشنی ہی روشنی محسوس کرتا ہے بلکہ دین تو کہتا ہے جس کو سب سے زیادہ پیارا رب سے ہو اللہ تعالیٰ ایسے باادب کی زندگی مٹھاس سے بھر دیتے ہیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمانی مٹھاس چکھنے والے تین خوش نصیبوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ [2]

---

[1] الجواب الکافی: 282,283 [2] صحیح بخاری، الایمان، من کرہ ان یعود فی الکفر: 21۔

''جس کو اللہ اور اس کا رسول دنیا و کائنات سے زیادہ محبوب ہو وہ ایمان کی مٹھاس پالیتا ہے۔'' (سبحان اللہ)

اور معلوم ہوا کہ جو سب سے زیادہ اپنے پیارے رب سے پیار نہیں کرتا وہ ساری زندگی بے ادب ہی نہیں رہتا بلکہ ایمان کی چاشنی، حلاوت اور مٹھاس سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے والا باادب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں۔''

وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ

''اور جو اللہ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔''

حضرات! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو فرمایا: کیا اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے سے مراد موت ہے؟ موت کو تو ہر ایک ناپسند ہی کرتا ہے زندہ رہنا ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میرے صحابہ! لَيْسَ كَذٰلِكَ ایسے نہیں جس طرح تم کہتے ہو بلکہ اَلْمُؤْمِنُ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ ''مومن کو جب اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت اور جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو وہ پھر اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے'' دل میں پیارے رب کی ملاقات کا شوق پیدا کرتا ہے اسکا دل ملاقات الٰہی کی محبت میں تڑپتا ہے فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ [1] تو پھر اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں اور بدعمل منکر کو جب

---

[1] صحیح بخاری، الرقاق، من احب لقاء اللہ: 6507۔

عذاب الٰہی کی وعید سنائی جاتی ہے تو وہ رب کے پاس جانا ناپسند کرتا ہے اور پھر رب بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

لوگو! آج دنیا میں جس قدر زیادہ اپنے رب سے پیار اور محبت رکھو گے وہ اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر تم سے پیار کرے گا اور تمہیں اپنا محبوب بنائے گا۔ اے انسان صد افسوس! وہ عظیم شہنشاہ رب العالمین ہونے کے باوجود تیرا خیال کرے، تیری ضرورتوں کو پورا کرے، قدم قدم پر تجھ پہ رحم کرے...... مگر تو کمزور انسان ہو کر اس کا حیا نہ کرے، اس کا ادب نہ کرے، بلکہ دنیا داری سے تو زیادہ محبت کرتا ہو، اور پروردگار کی محبت کا کبھی احساس بھی تیرے دل میں نہ آیا ہو۔

آخرت میں دیدارِ الٰہی کی سعادت

اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف انہیں کو نصیب ہوگا جو ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے پیار کرتے ہیں۔

لَا وُصُوْلَ اِلٰی سَعَادَةِ لِقَاءِ اللّٰهِ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا بَتَحْصِيْلِ مُحَبَّتِهٖ وَالْاُنْسِ بِهٖ فِي الدُّنْيَا، وَلَا تَحْصُلُ الْمُحَبَّةُ اِلَّا بِالْمَعْرِفَةِ وَلَا تَحْصُلُ الْمَعْرِفَةُ اِلَّا بِدَوَامِ الْفِكْرِ [1]

''آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی سعادت صرف اسی صورت میں ہوگی جب دنیا میں اس سے انس و پیار ہوا اور محبت پہچان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی پہچان بغیر غور وفکر کے ہوتی ہے۔''

یعنی روزِ آخرت دیدارِ الٰہی کے لیے دنیا میں اس سے انس رکھنا ضروری ہے اس دنیا میں اس وقت تک سچا انس نہیں ہو سکتا جب اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے کمالات کی پہچان نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی پہچان اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آدمی اس کی قدرت کی نشانیوں پر غور وفکر نہ کرے۔

---

[1] احياء العلوم، كتاب الخوف والرجاء، بيان فضيلة الخوف والترغيب فيه۔

مختصر میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ محبت صرف اپنے اللہ سے کرو، یہ صرف اسی کا حق ہے اور یہ صرف اسی کے ادب کا تقاضا ہے اور اگر تم رب سے زیادہ محبت دنیا سے کرتے ہو اور تمہیں خالقِ دنیا کے مقابلہ میں دنیا زیادہ محبوب ہے تو سمجھ لو تم اپنے رب کے بہت بڑے بے ادب ہو۔ بلکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو گمراہ اور فاسق قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○ [1]

”(اے نبی! آپ مسلمانوں سے) کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں اپنے باپ، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے کنبہ والے اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے منداپڑنے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے مکان جو تمہیں پسند ہیں، اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔“

یاد رہے! محبت بہت بڑی نعمت ہے اس محبت کو صرف دنیا داروں یا دنیاداری تک محدود نہ رکھیں اس قیمتی دولت کو ضائع نہ کریں۔ بلکہ اپنے باکمال پروردگار سے محبت کریں اور ہر چیز سے بڑھ کر کریں پھر ان شاء اللہ اس محبت کا ثمر میٹھا ہوگا اور آپ جیسے باادب کو رحمتیں اور برکتیں اپنے گھیرے میں لے لیں گی۔ اور آپ ساری زندگی خیر و برکت سے مالا مال رہیں گے۔

[1] سورۃ توبہ :24۔

دعا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے ادب کا اہم تقاضہ ''محبت الٰہ'' صحیح معنوں میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

حَبِيْبٌ لَيْسَ لِي بَعْدَهٗ حَبِيْبٌ وَمَا لِسَوَاهُ فِي قَلْبِي نَصِيْبٌ
حَبِيْبِي غَائِبٌ عَنْ بَصَرِي وَشَخْصِي وَلٰكِنْ عَنْ فُؤَادِي لَا يَغِيْبُ

محبِّ الٰہ سے الٰہ کی محبت

اس موضوع کے آخر میں اس عظیم سعادت کو ضرور تحریر کرنا چاہوں گا۔ جو الٰہ سے محبت کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آدمی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے الٰہ سے محبت کرتا ہے تو پھر الٰہ بھی اپنے بندے سے پیار کرتا ہے اس کو اپنی مخلوق میں سے اپنا محبوب اور پیارا بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں 10 ایسے خوش نصیبوں کا ذکر خیر فرمایا ہے جن کو اپنی محبت عطا کرتا ہے۔ آیئے! آج ہی ان کی فہرست میں شامل ہو جایئے۔

1 ایمان والے

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ [1]

''اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔'' (یعنی ان سے محبت کرتا ہے)

2 تقویٰ والے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ [2]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں سے محبت کرتے ہیں۔''

3 سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [3]

''کہہ دیجیے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔''

---

[1] سورة آل عمران:68 [2] سورة التوبة:4۔ [3] سورة آل عمران: 31۔

4 اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ [1]

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔"

5 ظاہر و باطن کو پاک صاف رکھنے والے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ [2]

"اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

6 انصاف کرنے والے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ [3]

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

7 اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ [4]

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

8 صبر کرنے والے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ [5]

"اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

9 نیکی کرنے والے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [6]

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

10 توبہ کرنے والے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ [7]

---

[1] سورۃ الصف:4 [2] سورۃ التوبۃ:108 [3] سورۃ الممتحنۃ:8 [4] سورۃ آل عمران:
[5] سورۃ آل عمران:146 [6] سورۃ البقرۃ:195 [7] سورۃ البقرۃ:222۔

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دس ایسے خوش نصیبوں کا ذکر فرمایا کہ جن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور محبت کے نتیجہ میں اس کا پیار نصیب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کئی ایسے خوش نصیبوں کا ذکر فرمایا کہ جو محبت الٰہی کی دولت پاتے ہیں۔ آخر میں ہم اس پاکیزہ موضوع کو جنتی سردار کے ذکر پر مکمل کرتے ہیں کہ جن کی عظمت اور شان وشوکت کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ:

اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا [1]

”حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والے سے اللہ تعالیٰ پیار فرمائے۔“

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ترجمان مسلک محدثین امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دکھ دیا ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور جن ظالموں نے آپ کو شہید کیا ان پر اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے بدبختوں کی نفلی، فرضی کوئی عبادت قبول نہ کرے۔ [2]

دعا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں سب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ہمیں بھی پیار کی نظر ہی سے دیکھے۔ آمین ثم آمین!

[1] صحیح موارد الظمان، المناقب 368/2 سلسلہ احادیث صحیحہ 229/3 حدیث 1227۔

[2] فتاوی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔ نیز عظمت حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر ہماری علمی وتحقیقی منفرد کاوش ”شان حسن وحسین رضی اللہ عنہما“ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ الحمدللہ ہم نے افراط وتفریط سے ہٹ کر اعتدال کا رستہ اختیار کیا ہے۔ اور تحقیق کا دامن تھامے رکھا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ادب کا چوتھا تقاضا یہ ہے کہ شہنشاہ کائنات رب ذوالجلال والاکرام کی مکمل فرمانبرداری کی جائے، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اس کا بہت بڑا ادب ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، اس کی بے ادبی کرنے کے برابر ہے کیونکہ باادب نافرمان نہیں ہوسکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَعْصِی الالٰہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ۔۔۔ هٰذَا مَحَالٌ فِی الْقِیَاسِ بَدِیعُ

لَوْكَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَه ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

''تو الٰہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا دعویٰ بھی! یہ ناممکن ہے اور اصول وقواعد میں انوکھی بات ہے، اگر تیری محبت (الٰہ) سے سچی ہوتی تو تو لازمی اس کی فرمانبرداری کرتا، کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔'' [1]

میں سمجھتا ہوں اپنے سچے خالق ومالک کی نافرمانی کرنا جو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے اور شیطان کی فرمانبرداری کرنا جو اس کا دشمن ہے، یہ بہت بڑی بے ادبی ہی نہیں بلکہ احسان فراموشی ہے، رحمتیں، برکتیں اور کامیابیاں رب دے اور کہنا شیطان کا مانا جائے! یہ انصاف کا خون کرنے والی بات ہے اور ایسا بے ادب وظالم کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ کئی لوگ جوش وجذبات میں آ کر ناجائز، غلط بلکہ حرام کاموں کی نذر مانتے ہیں بلکہ آج کل تو شرکیہ نذر ماننے والوں کی تعداد بھی کم نہیں۔

جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ادب سکھلاتے ہوئے بیان فرمایا:

مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ [2]

---

[1] آداب الشرعیۃ: 174 فصل وجوب حب النبی [illegible] [2] صحیح بخاری، الایمان، النذر فی الطاعۃ: 6696۔

''جس نے اطاعت الٰہی کی نذر مانی ہو اس کو پورا کرے (کیونکہ نذر ایک طرح کا وعدہ ہے اور خیر کا وعدہ نذر کی صورت میں نیکی و اطاعت کرتے ہوئے ضرور پورا کرنا چاہیے۔) اور جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی ہو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے (بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرے)''

کیونکہ نافرمانی حرام ہے اور یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ادب کے خلاف ہی نہیں بلکہ صریحًا بے ادبی ہے میرے اور آپ کے محبوب ومرشد حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے کمال درجہ کے فرمانبردار تھے اور اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ ادب کرنے والے تھے، آپ ﷺ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اطاعت الٰہی کے سایہ میں گزرا، آپ ﷺ نے دشمنوں کی طعنہ زنی وسرکشی، حالات کی تنگی وترشی اور کٹھن سے کٹھن موڑ پر بھی اطاعت الٰہی سے ذرہ برابر انحراف نہ کیا بلکہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کے دامن کو ہی پکڑا۔ اور ہمیشہ مزید جذبہ اطاعت کی دعا مانگتے رہے اور نافرمانی سے ڈرتے ہوئے اس سے پناہ کا مطالبہ کرتے، قرآن مجید میں ہے کہ کفار نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اس قرآن کی جگہ کوئی اور کلام پیش کرو کوئی اور قرآن لاؤ تو آپ ﷺ نے صریحًا انکار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا مجھے یہ حق نہیں کہ میں اس کو اپنی طرف سے تبدیل کردوں میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی وحی ہی کا پابند ہوں اور مزید فرمایا:

اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ [1]

''اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

یعنی میں حکم الٰہی چھوڑنا تو درکنار نافرمانی تو ناممکن ذرہ بھر آگا پیچھا بھی نہیں کرسکتا۔

حضرات! یہاں میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ امام المرسلین ﷺ سے قرآن پاک میں تغیر وتبدل کرنے کا مطالبہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے قیامت کے عظیم دن سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں نے نافرمانی یا حکم عدولی یا اس میں کوئی کمی بیشی کی تو میرا پروردگار مجھ سے

[1] سورۃ الانعام: 15۔

ناراض ہوگا، مگر افسوس کہ آج کے امتی نے دین کوموم کی ناک بنا رکھا ہے جس کا جیسے جی چاہتا ہے دین میں اضافہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے دین کے فرائض کا انکار یا ان کی غلط تاویل کرنا شروع کر دیتا ہے اور آج کل کئی لوگوں نے نام نہاد رسومات و بدعات میں قوم کو مبتلا کر کے ان کو سچے دین کی دولت سے محروم کر رکھا ہے اور وہ اپنی خرافات و رسومات میں اس قدر مست ہیں کہ حق سننا اور سنت اپنانا ان کے لیے پیالہ زہر سے زیادہ مشکل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو حقیقی دین اسلام کے نور سے منور فرمائے۔ اور شرک و بدعت اور رسومات وخرافات کی دلدل سے باہر نکالے۔ آمین ثم آمین!

تو اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اور قیامت کے دن کی سختی سے حد درجہ ڈرا کرتے تھے لیکن آج ہم ہیں کہ بڑی بڑی بغاوت سرکشی اور نافرمانی کرتے ہوئے کبھی ہمیں خیال نہیں آیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کر رہے ہیں اگر یوں ہی عمر گزر گئی تو قیامت کے دن ذلت کا سامنا ہوگا۔ آیئے! میں آپ کو محبوب کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بے مثال، لاجواب بہترین دعا سناتا ہوں جس میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کی دولت مانگا کرتے تھے۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا ، لَكَ ذَكَّارًا ، لَكَ رَهَّابًا ، لَكَ مُطِيْعًا ، اِلَيْكَ مُخْبِتًا ، اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا [1]

”اے اللہ! مجھے اپنا بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دے، اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنا دے، اپنی ذات سے بہت زیادہ ڈرنے والا بنا دے، اپنی فرمانبرداری کرنے والا بنا دے، اور اپنی طرف ہی جھکنے والا، آہ و بکا اور رجوع کرنے والا بنا دے۔“ (سبحان اللہ)

یہ ہے دعاء اور پکارِ مصطفیٰ ﷺ کہ دعا کے ایک ایک حرف سے جذبہ اطاعت

[1] سنن ابی داود، الوتر، ما یقول الرجل اذا مسلم: 1510۔

اور شوق فرمانبرداری کی کئی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ اور آپ ﷺ کی سونے کی دعا، تہجد کی دعا اور نماز کی دعاؤں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کس طرح جذبہ اطاعت الٰہی سے سرشار تھے کس طرح رو رو کر فرمانبرداری کی توفیق مانگتے اور کس طرح جذبہ اطاعت کے کمال کو پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سچا تابعدار بن کر با ادب اور تعظیم کرنے والا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

قرآن پاک کی مشہور و معروف اور خطبہ مسنونہ میں پڑھی جانے والی آیت مبارکہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے صحیح معنوں میں ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ

اَنْ يُطَاعَ فَلَا يُعْصٰى وَيُذْكَرَ وَلَا يُنْسٰى [1]

''اس کی اطاعت کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد رکھا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔''

معلوم ہوا جو رب سے ڈرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کا سچا ادب کرنے والا ہو وہ نافرمان نہیں ہوسکتا اگر نافرمان ہو تو با ادب نہیں ہوسکتا۔

افضل عبادت نافرمانی کا چھوڑنا ہے

ہر نیکی کرنا فرض نہیں، لیکن ہر گناہ چھوڑنا فرض ہے۔ کامیابی صرف انہیں خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو مکمل اطاعت اور سچی تابعداری کرتے ہیں۔ اور نافرمانی کے قریب نہیں جاتے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا سب سے بڑا عبادت گزار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اطاعت کے ساتھ ساتھ نافرمانی سے بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کے قریب تک نہیں جاتا۔ [2]

اسی طرح امام بن سماک رحمہ اللہ نے اپنے بھائی کو خط میں لکھا:

---

[1] مستدرک حاکم: 294/2 [2] جامع ترمذی، الزهد، من اتق المحارم: 2305۔

اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ، الإمْسَاكُ عَنْ الْمَعْصِيَّةِ وَالْمَوْقُوْفُ عِنْدَ الشَّهْوَةِ وَاَقْبَحُ الرَّغْبَةِ اَنْ تَطْلُبَ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَة [1]

''افضل عبادت نافرمانی سے رکنا اور شہوت کے وقت قابو پانا ہے اور بدترین رغبت یہ ہے کہ آدمی آخرت والے عمل کے ساتھ دنیا طلب کرے۔''

یعنی نافرمانی نہ کرنا افضل عبادت ہے جو شخص نافرمانی سے باز نہیں رہتا اس کی عبادت بھی ضائع کردی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جذبہ اطاعت

عموماً دیکھا گیا ہے کہ استاذ کا رنگ شاگرد پر ضرور غالب آتا ہے استاذ جس قدر عامل، روحانی اور مربی ہوگا شاگرد بھی اسی قدر تربیت یافتہ ہوں گے اور اگر استاذ کے قول وفعل میں تضاد ہو تو لازماً شاگردوں میں بھی بدعملی کے جراثیم سرایت کر جائیں گے۔

اس امت کے معلم اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کہا وہ پہلے کر کے دکھلایا حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مل کر مزدوری کی، اینٹیں اٹھائیں اور کئی دنوں کے فاقے برداشت کیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں ایسا اثر تھا کہ ابھی وحی کا نزول ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھ کر سناتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تعمیل کے لیے سب کچھ چھوڑ کر مر مٹنے کو تیار ہو جاتے، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اطاعت کا عالم یہ تھا کہ کبھی بھی حکم الٰہی کے سامنے نظر نہ اٹھائی بلکہ گردن کو جھکا دیا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حکم الٰہی سن کر اپنی مرضی نہیں کیا کرتے تھے نہ ہی دنیا کے نفع اور مفاد کو دیکھتے بلکہ صرف اور صرف حکم اللہ کو دیکھتے اور عمل شروع کر دیتے، کئی منافقین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جذبہ کو بے وقوفی سے تعبیر کیا کہ یہ عجیب لوگ ہیں کہ جب ان کا رب ان کو کوئی حکم دیتا ہے تو یہ بغیر سوچے سمجھے اور اپنے مفاد پر نظر دوڑائے اس حکم پر مر مٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ جذبہ اطاعت الٰہی سے سرشار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جب منافقین نے اپنی زبان درازی کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فوراً جواب نازل فرمایا:

---

[1] بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز۔

اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ

''خبردار! صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بے وقوف کہنے والے خود بے وقوف ہیں۔''

بلکہ وہ تو اطاعت الٰہی کی بلندیوں کو چھو چکے ہیں۔ (سبحان الله)

كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا

ایک دفعہ سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ آپ ایک امت تھے اور اللہ کے لیے قنوت کرنے والے یکسو تھے..... لوگوں نے کہا حضرت آپ بھول تو نہیں گئے.....؟ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کے متعلق کہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھولا نہیں ہوں، بلکہ کیا تم جانتے ہو امت کسے کہتے ہیں اور قَانِتًا لِّلّٰهِ کا کیا مطلب ہے؟، لوگوں نے کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اَلْاُمَّةُ يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ '' امت کہلانے کا حقدار وہ شخص ہے جو لوگوں کو بھلائی سکھلائے۔ وَالْقَانِتُ '' اَلْمُطِيْعُ لِلّٰهِ '' اور قانت اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مکمل فرمانبردار ہو'' وَكَانَ مُعَاذٌ يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَمُطِيْعًا لِّلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ '' اور معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کو خیر بھی سکھلاتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری بھی کرنے والے تھے۔ [1]

جو لوگ جس قدر فرمانبردار ہوتے ہیں وہ اسی قدر حق باری تعالیٰ کے باادب، مؤدّب اور احترام کرنے والے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ عزت وعظمت اور بلندی عطا کرتا ہے رحمت و برکت اور سعادت کے تمام مراتب انہیں کے لیے ہوتے ہیں وگرنہ جو نافرمانی کرتے ہوئے اس ذات کی بے ادبی کرے وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے اور حد درجہ گمراہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا [2]

''جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ واضح گمراہ ہوا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نافرمان اور حقیقی معنوں میں بے ادب لوگوں پر ہی

---

[1] حلية الاولياء، ترجمه معاذبل جبل رقم:36، 1/230 [2] سورة الاحزاب:36

آیا ہے۔آپ بنی اسرائیل کی تاریخ وسیرت کا مطالعہ کرلیں رب تعالیٰ نے ان کو حد درجہ انعام وکرام اور اعزاز سے نوازا۔ بلکہ ان کو سارے جہان والوں پر فضیلت حاصل تھی لیکن جب وہ نافرمانی کرتے ہوئے بے ادب ہو گئے تو رب تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ان پر اپنا غضب کیا، ان پر پھٹکار، دھتکار اور لعنت اتار دی۔ کیوں......؟ فرمایا:

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ:61)

یہ سارے عذاب اس لیے آئے کہ وہ نافرمان ہو گئے اور بے ادبی کرنے والے تھے، حد سے بڑھ جانا ہی بے ادبی ہے۔لوگو! کبیرہ گناہ تو درکنار ذرّہ بھر نافرمانی سے بھی بچنا چاہیے جو چھوٹی چھوٹی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو خیر اور نور سے بھر دیتا ہے۔ مجھے یاد آیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت بلال رحمہ اللہ جو حد درجہ شعلہ نوا، شیریں مقرر اور خطیب تھے نہایت حکمت بھری گفتگو کرتے لوگ ان کے خطاب کو سننے کے لیے سیلاب کی طرح امڈ آتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے یہ نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بے ادبی کس عظیم ذات کی ہو رہی ہے۔(اللہ اکبر)

زہد وورع اور تقویٰ وطہارت کے عظیم امام صحابی رسول سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے سلمہ بن مخلد کی طرف خط لکھا اور اس تحریر میں اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے باادب مسلمان کی عزت وعظمت کا تذکرہ ابتدا میں اس انداز سے کیا:

اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا عَمِلَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَاِذَا اَحَبَّهُ اللّٰهُ حَبَّبَهٗ اِلٰى خَلْقِهٖ

”بندہ جب اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور جب اپنے باادب بندے کو اپنا محبوب بنا لیں تو اپنی مخلوق کے دل میں بھی اس کا پیار پیدا کر دیتے ہیں۔“

پھر ساری خدائی ایسے باادب شخص کا دلی ادب کرتی ہے پھر فرمایا:

وَاِذَا عَمِلَ بِمَعْصِيَةِ اللّٰه اَبْغَضَهُ اللّٰهُ فَاذَا اَبْغَضَهٗ بَغَّضَهٗ اِلٰى خَلْقِهٖ [1]

''اور جب بندہ نافرمانی والے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے نفرت فرماتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرتے ہیں تو مخلوق کے دل میں بھی اس کا احترام ختم ہوجاتا ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ چونکہ جاہل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت ومعرفت اور بڑائی وعظمت سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے وہ نافرمانی کرتے ہوئے ہچکچاہٹ اور خوف وڈر محسوس نہیں کرتے، وگرنہ جو اللہ تعالیٰ کے شہنشاہی اختیارات اوراس کی قوت وطاقت سے آگاہ ہوتے ہیں ان کے لیے نافرمانی وبے ادبی کا ارتکاب تو درکنار نافرمانی کے تصور سے وہ لرزہ براندام ہوجاتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں: اِذَا عَلِقَتْ شُرُوْشُ الْمَعْرِفَةِ فِی اَرْضِ الْقَلْبِ ''جب معرفت الٰہی کی جڑیں دل کی زمین سے چمٹی ہوں'' تونَبَتَتْ فِيْهِ شَجَرَةُ الْمُحَبَّةِ ''دل میں محبت الٰہی کا درخت اُگ آتا ہے ''جب وہ درخت مضبوط، طاقتور اور بڑا ہوتا ہے تواَثْمَرَ ثَمْرَةَ الطَّاعَةِ'' وہ اطاعت، فرمانبرداری اورتابعداری کا پھل دینا شروع کردیتا ہے۔'' پھر جب تک معرفت الٰہی ،قدرت اور ختیارات الٰہی کی شاخیں دل میں چمٹی رہتی ہیں تو محبت کا درخت بھی اسی قدر مضبوط رہتا ہے اوراس پر اطاعت الٰہی کا میٹھا پھل اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ معصیت ونافرمانی کا کوئی کانٹا قریب نہیں آتا۔ عموماً چار وجوہات سے لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی بے ادبی کرتے ہیں۔

1۔ کئی لوگ اپنی عادتوں سے مجبور ہوتے ہیں وہ ارشاد باری تعالیٰ سن کر بھی ذرّہ برابر اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرتے بلکہ اپنی بری عادت پر قائم رہتے ہیں، جبکہ یہ حد درجہ ہلاکت وبربادی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے احکامات سن کر ،پڑھ کر اور سمجھ کر پھر بھی اپنی جہالتوں میں مست رہے اور مسلسل اس کی بے

[1] کتاب الزھد ، زھد ابی الدرداء،امام احمدص:135۔

ادبی کرتا ہوا اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ فحاشی اور دنیوی فیشن میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ ساری زندگی اطاعت الٰہی کا نور حاصل ہی نہیں ہوتا۔

2۔ کچھ لوگ دنیوی مفادات کے لیے حکم الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے ، بلکہ دنیا بنانے، چمکانے اور چلانے کے چکروں میں خالق کائنات ، مدبّرِ کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے باغی سرکش اور نافرمان بن جاتے ہیں جب کہ عارضی دنیا کے لیے حقیقی الٰہ کا بے ادب بن جانا یقیناً خسارے کا سودا ہے۔

3۔ بعض اوقات غمی وخوشی کے موقع پر شیطان خوب داؤ لگاتا ہے اور بندے کے دل میں وسوسات ڈالتا ہے کہ آج غمی اور خوشی کا دن ہے بار بار یہ دن نہیں آنا آج جی بھر کر جو چاہو کرلو۔اسی طرح اکثر انسان غمی کے موقع پر صبر کا دامن چھوڑ کر اجر سے محروم ہو جاتے ہیں اور نافرمان بھی بن جاتے ہیں اور اسی طرح خوشی کے موقع پر شکر کی بجائے حرام کاموں کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں ۔جب کہ سچا فرمانبردار دونوں حالتوں میں اطاعت الٰہی کا دامن نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا سچا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ [1] ایک فکر انگیز مثال سے وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عَلَّمْتَ كَلْبَكَ ؛ فَهُوَ يَتْرُكُ شَهْوَتَهُ فِي تَنَاوُلِ مَا صَادَهُ ؛ احْتِرامًا لِنِعْمَتِكَ ، وَخَوْفًا مِنْ سَطْوَتِكَ وَكَمْ عَلَّمَكَ مُعَلِّمُ الشَّرْعِ وَأَنْتَ لَا تَقْبَلُ

” تو نے اپنے (شکاری) کتوں کو سکھلایا تو وہ اپنے پسند کے شکار کو تیرے سکھلانے کا احترام کرتے ہوئے اور تیرے رعب سے ڈرتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے (نہیں کھاتا) لیکن اے انسان! شریعت کے استاذ نے تجھے

[1] الفوائد، للامام ابن قیم :82۔

کتنا سکھلایا ہے اور تو اس کی بات قبول نہیں کرتا۔"

یعنی وہ حیوان ہونے کے باوجود تابعدار ہے وہ نجس ہونے کے باوجود فرمانبردار ہے اور اپنے مالک کا ادب واحترام کرتا ہے مگر تو انسان ہو کر رب تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری کی پرواہ نہیں کرتا۔ (اللہ اکبر)

بارگاہِ ربانی میں عاجزانہ التجاء ہے کہ وہ ہمیں اپنی معرفت ومحبت نصیب فرمائے اور ساری زندگی اپنا ادب واحترام اور اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

کسی نے کیا خوب کہا ہے! نافرمانی کی زندگی سے فرمانبرداری کی موت ہزار درجہ بہتر ہے بے ادبی کی زندگی سے باادب مرجانا سعادت ورحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہمارا چہرہ نافرمانی کے بدنما دھبوں سے پاک ہو۔ اور اطاعت الٰہی کے نور سے چمکتا ہوا نظر آئے۔ آمین ثم آمین!

أَرَاكَ امْرَءًا تَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ عَفْوَهٗ
وَاَنْتَ عَلٰى مَالَا يُحِبُّ مُقِيْمُ
فَحَتّٰى مَتٰى تَعْصِىْ وَيَعْفُوْ اِلٰى مَتٰى
تَبَارَكَ رَبِّىْ اِنَّهٗ رَحِيْمُ

ادب اللہ کا پانچواں اہم ترین تقاضہ یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک رب پروردگار کے تمام فیصلوں کو دل وجان سے قبول ہی نہیں کیا بلکہ اسی پر خوشی ومسرت اور رضا کا اظہار بھی کیا جائے۔ رزق، عمر، غمی، خوشی اور دیگر لوازماتِ زندگی کے حوالہ سے جو مل جائے آدمی اس پر قناعت کرتے ہوئے راضی رہے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا ادب ہے اور ایسا شخص ہی اپنے خالق و مالک کا باادب ہے وگرنہ جو اپنے رب کی تقسیمات اور اس کے فیصلوں پر راضی نہیں، بلکہ گلے، شکوے کرتا ہے اور سمجھتا ہے اگر یوں ہوتا تو پھر صحیح تھا ایسا شخص ساری زندگی نماز وروزہ، حج وعمرہ اور صدقہ وخیرات کرتا رہے، غائب سے آواز آتی ہے کہ بندے تو میری تقسیم پر راضی ہی نہیں، جا میں رب بھی تجھ پر راضی نہیں۔

حضرات! رب تعالیٰ نے ہم کو بے شمار نعمتوں، رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں سے نوازا ہے ہمیں ہر حال میں اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کی عطا پر راضی ہونا چاہیے یہی ادب الٰہی کا اہم ترین تقاضہ ہے مگر آج کل اکثر لوگ یہ تقاضہ پورا نہیں کرتے بلکہ آپ جس سے چاہیں پوچھ لیں، اس کی باتیں سن کر یہی محسوس ہوگا گویا کہ رب تعالیٰ اس کے ساتھ بہت ناانصافی اور ظلم کر رہا ہے۔ کئی لوگ زبان سے تو کہتے ہیں ''اچھا رب کی رضا'' مگر ان کے دل فیصلہ الٰہی پر مطمئن اور راضی نہیں ہوتے، حالانکہ بندے کو اپنے رب کے متعلق اچھا یقین رکھتے ہوئے اس کے تمام فیصلوں پر دل وجان سے راضی ہونا چاہیے بلکہ وہ محبت الٰہی اور ادب الٰہی کی اس بلندی پر فائز ہو کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر لذت محسوس کرے اور اس کا پورا وجود تسلیم ورضا کا عظیم پیکر ہو، اور یہی زندگی کا مقصد ہے کہ بندہ رب کے فیصلوں کو دل وجان سے قبول کر کے ان پر لذت محسوس کرے۔ اور یاد رکھو! دنیا میں اس کی تقسیمات پر قناعت ورضا کا نصیب ہو جانا یہ بہت بڑا قیمتی خزانہ ہے۔ اس عظیم دولت کو پا کر کبھی اپنے آپ کو غریب نہ سمجھیں اور مایوس نہ ہوں دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ دولت نصیب فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام! ہمارے لیے یہ حد درجہ سعادت اور خوش بختی ہے کہ جس کو اپنا الٰہ ،معبود اور رب مانا ہے وہ ہر قسم کی غلطی ،عیب اور ظلم سے پاک ہے وہ اپنے بندوں کے حق میں ظلم نہیں کرتا بلکہ ہر دم ہم پر اس کی نوازشات وانعامات کا سایہ رہتا ہے اگر کسی وقت اس کا کوئی فیصلہ بظاہر خلاف مزاج بھی نظر آئے تو صبر ہی نہیں بلکہ اس پر خوش ہو کر اس کا قرب حاصل کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کے باادب بندوں کا.........یہی انداز رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہیں میں شامل فرمائے۔

حضرات! چونکہ ادب کا یہ چوتھا اہم تقاضا حد درجہ اہمیت طلب ہے اس لیے میں اس کی وضاحت وصراحت قدرِ تفصیل سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی تقسیمات اور اس کے فیصلوں پر راضی رہ کر ہم اس کے باادب بندے بن سکیں۔اہل علم وفضل نے رضا کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ هُوَ سُرُوْرُ الْقَلْبِ بِمُرِّ الْقَضَاءِ ''بظاہر ناپسندیدہ ،کڑوے فیصلہ پر بھی دل کا خوش رہنا'' یہ رضا ہے اور بعض نے ان الفاظ سے رضا کے مفہوم کو بیان کیا کہ هُوَ اسْتِقْبَالُ الْأَحْكَامِ بِالْفَرَحِ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں اور احکامات کا خوشی سے استقبال کرنا، سامنا کرنا کہ میرے متعلق جو فیصلہ ہوا میں اس پر دل وجان سے راضی ہوں اور یہی ادب الٰہی کا تقاضا اور باادب لوگوں کی پہچان ہے۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کا مفہوم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ [1]

---

[1] سورة فصلت:31-33

’’جن لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اوران سے کہتے ہیں نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی وہاں تمہارا جو جی چاہے گا تمہیں ملے گا اور جو کچھ مانگو گے تمہارا ہوگا یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہوگی۔‘‘

اس آیت میں تمام اعزازات واکرام ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر، پالنہار اور پروردگار مان کر اس پر ڈٹ گئے، ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کا مفہوم اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں کو زبان اور دل وجان سے مان کر اس پر خوش ہو گئے اور اللہ کے احکامات پر دل جمی سے قائم رہے کبھی بھی ان کے دل ودماغ میں اس خالق ومالک کا گلہ شکوہ نہ آیا بلکہ وہ یقین کامل سے اس کے تمام فیصلوں پر راضی رہے، سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

قُلْ لِيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ [1]

’’مجھے اسلام کے متعلق ایسی اہم بات فرمائیں کہ آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہہ! میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔‘‘

یعنی ایسے حالات کی گردش تجھے مایوس نہ کردے کہ تیری زبان پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ناراضی کے جذبات آجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ایمانی استقامت کو اسلام کی بنیاد قرار دیا گویا جو اللہ کی وحدانیت کو مان کر اس کو اپنا الٰہ تسلیم کر کے اس کے تمام فیصلوں کو دل کی خوشی سے قبول کرتا ہے وہ ساری شریعت کا پیروکار بن جاتا ہے ایسے باادب کو ہی اللہ تعالیٰ تمام بھلائیاں نصیب فرماتے ہیں۔

[1] صحیح مسلم، الایمان، جامع اوصاف الاسلام: 159۔

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق خلافِ مطالبہ فیصلہ اور آپکا ادب

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے برگزیدہ رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام نے تقریباً ساڑھے نوسو سال اپنی قوم کو توحید کی تبلیغ کی ہر لمحہ، مناسب موقع پر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ مگر قوم کی اکثریت سرکشی و بغاوت کرتی رہی۔ بالآخر آپ علیہ السلام نے بددعا فرمائی، قوم پر سخت سیلاب کا عذاب آ گیا تو آپ علیہ السلام کا بیٹا بھی ڈوبنا شروع ہو گیا جب آپ علیہ السلام نے دیکھا تو رب تعالیٰ سے مطالبہ کیا:

رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ ○ [1]

''اے میرے اللہ! بلاشبہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے (اور آپ نے وعدہ کیا تھا تجھے اور تیرے اہل کو نجات دوں گا) اے اللہ! تیرا وعدہ برحق ہے تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے'' میرے بیٹے کو عذاب سے محفوظ فرما لے، سیدنا نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال وعظ کرنے کے بعد اپنے نافرمان بیٹے کی نجات کا مطالبہ کیا تو رب تعالیٰ نے قبول کرنے کی بجائے جواباً ارشاد فرمایا:

یَا نُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ [2]

''اے نوح! تیرا بیٹا برے اعمال کی وجہ سے تیرے اہل سے خارج ہے اور یاد رکھو! جس بات کا تجھے علم نہیں اس کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرنا میں تیرا رب تجھے اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو جانا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سختی سے حضرت نوح علیہ السلام کا مطالبہ مسترد فرما دیا، قبول کرنے کی بجائے سخت الفاظ میں انکار کرتے ہوئے بیٹے کو غرق کر دیا۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود سیدنا نوح علیہ السلام کے بے مثال قابل اتباع روشن کردار پر غور فرمائیں! آپ علیہ السلام نے

[1] سورۃ ھود:45
[2] سورۃ ھود:46۔

جواب میں یہ نہیں کہا کہ اے الٰہی! میں تیرے لیے ساڑھے نو سو سال دھکے کھاتا رہا ، تیرے لیے ہر قسم کی آفت، مصیبت اور آزمائش کو سینے لگایا۔ مگر آج اگر ایک مطالبہ کر ہی دیا تو اس کو اس قدر سخت انداز میں رد کر دیا ہے......؟ بلکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس قدر باادب انداز، اعلیٰ الفاظ میں اپنے رب کے فیصلہ کو قبول فرمایا کہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے لاجواب مثال قائم کر دی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ [1]

"اے میرے رب! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ (آج کے بعد ساری زندگی) کوئی ایسا سوال کروں کہ جس کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں۔"

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں یا اللہ! آج کے بعد کبھی بھی ایسا سوال نہیں ہوگا جس سے تو ناراض ہو یا جس سے بے ادبی کا کوئی پہلو نکلتا ہو، آج ہم اللہ سے مانگتے کیا ہیں رب تعالیٰ کو حکم کرتے ہیں، یا اللہ! ایسے کر دے، یا اللہ! یوں کر دے، اگر ہمارے مزاج کے مطابق ہماری خواہش پوری نہ ہو تو ہم گلے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی و بے ادبی پر اتر آتے ہیں مجھے یاد آیا ہماری کالونی میں ایک شخص ہے وہ مسجد میں صبح کی اذان دیتا اور خیر کے کاموں میں بڑی خوشی سے شریک ہوتا اس نے دعا کی اور کروائی کہ یا اللہ! مجھے بیٹا دے دے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹی عطا کی اس جاہل شخص نے اذان دینا تو درکنار نماز پڑھنا چھوڑ دی، کیوں......؟ جی اللہ نے میری دعا کو قبول نہیں کیا (اناللہ وانا الیہ راجعون) حضرت نوح علیہ السلام برگزیدہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی نہ مطالبہ پورا کیا۔ مگر آپ حد درجہ ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں آج کے بعد کبھی لاعلمی کی بنیاد پر سوال نہیں ہوگا اور جو مطالبہ کر چکا ہوں جو سوال والد ہونے کی حیثیت سے بیٹے کی نجات کے متعلق کر لیا ہے وہ مجھے معاف فرما اور فرماتے ہیں۔

وَاِلَّا تَغْفِرْلِيْ وَتَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ [2]

---

[1] سورۃ ہود: 47 [2] ایضاً۔

''اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں دنیاو آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔''

لوگو! معلوم ہوا بڑے سے بڑے خونی رشتہ کے متعلق اگر کوئی دعا قبول نہ ہو یا آپ کی خواہش کے مطابق مطالبہ پورا نہ ہو تو اپنے رب پر ناراض نہیں ہونا چاہیے، اس کا گلہ وشکوہ کرنا چاہیے اور نہ ہی اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ طریقے اور انداز بے ادب لوگوں کے ہوتے ہیں باادب ہمیشہ مان کر، جھک کر، عاجزی کے ساتھ خوش رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح معنوں میں اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ادب یوسف علیہ السلام کی ایک جھلک

معاشرہ میں بڑے بڑے لوگ کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ کا شکوہ کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن کچھ اللہ والے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہر آن، ہر گھڑی اور ہر وقت اس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام عظیم الشان رسولوں میں سے ہیں زندگی کا اکثر حصہ آزمائشوں میں گزرا، کبھی کنوئیں میں اور کبھی منڈیوں میں کہیں آوارہ عورتوں کی تہمتیں، کہیں قیدوبند کی صعوبتیں، باپ کی جدائی کا غم عظیم، غرض کہ ہر کٹھن موڑ رضا سے طے کیا گلہ شکوہ کیا نہ کبھی ناراضی کا اظہار بلکہ جب رب تعالیٰ نے عزت وعظمت اور عظیم منصب عطا فرما دیا تو شکر ورضا کا اظہار کرتے ہوئے فرمانے لگے:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۝ [1]

''اے میرے پروردگار! تو نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر سکھائی، زمین وآسمان کو پیدا فرمانے والے! (مجھے تجھ پر کوئی اعتراض یا گلہ

[1] سورة یوسف: 101۔

شکوہ نہیں) تو ہی دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے (اور جو کچھ تو نے میرے ساتھ کیا ہے وہ تو تیری دوستی کے رنگ تھے، تیرے پیار کے مراحل تھے اب خواہش یہی ہے) اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیکوں کا ساتھ نصیب فرمانا۔"

قارئین کرام! اگر سیدنا یوسف علیہ السلام گلے شکوے کرنے بیٹھ جاتے تو آج یوسف نہ کہلاتے ۔آپ نے آزمائشوں کی تیز آندھی میں صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے فیصلوں پر خوشی و رضا کا اظہار کیا رب تعالیٰ نے آپ کے ذکر خیر کو قیامت تک کے لیے روشن فرما دیا۔

آیئے! سارا وقت مایوسی، اعتراضات، گلے شکوے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ضائع نہ کریں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے باادب، اس کی تقسیمات پر خوش رہنے والے خوش نصیب بننے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر حالت میں اپنی ذات پر خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر حال میں راضی رہے

میرے اور آپ کے پیرومرشد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم ورضا کے عظیم پیکر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر ساری زندگی ادب اللہ کے اس اہم تقاضے کو پورا کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہر فیصلہ پر دل کی خوشی سے لبیک کہا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو یتیم تھے، چھ سال کے ہوئے والدہ ماجدہ داغ مفارقت دے گئی، پھر دادا عبدالمطلب بھی نہ رہے ۔ بالآخر چچا ابوطالب بھی دنیا سے رخصت ہو گئے، شادی ایک بیوہ خاتون سے ہوئی تقریباً تین بیٹے نوعمری میں رحلت کر گئے، اس کے ساتھ ساتھ اہل مکہ نے روحانی وجسمانی دکھ پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔مدینہ آئے تو منافقین کے صدمے، یہود ونصاریٰ کی سازشیں، اہل مکہ کی جنگیں، کئی صحابہ سمیت پیارے بہادر چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا خود زخمی ہونا۔غرض کہ آزمائشوں کے پہاڑ

ٹوٹے، پریشانیوں اور مصیبتوں کے کئی سیلاب آئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی یہ نہ کہا کہ اے پروردگار عالم! مجھے محبوب بنا کر، سید الاولین والآخرین بنا کر اس قدر آزمائشوں میں مبتلا کیوں کیا جا رہا ہے، ہر آنے والا دن پہلے سے بڑی قربانی مانگتا ہے، ایسا کیوں......؟ کوئی سوال نہ شکوہ نہ گلہ نہ بے صبری بلکہ ہمیشہ یہی کہا وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا'' میں زبان سے ہمیشہ وہی کہتا ہوں اور وہی کہتا رہوں گا جس پر عرش والا رب راضی ہو جائے۔' (سبحان اللہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ہر تقسیم پر دل کی تنگی سے راضی نہیں رہتے تھے بلکہ اس رضا پر حلاوت، لذت اور مٹھاس محسوس کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا [1]

''جو اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔''

آج ہمیں بھی یہی ذائقہ حاصل کرنا چاہیے جب تک ہم اللہ کی تقسیمات اور اس کے فیصلوں پر راضی رہ کر اس کا ادب کر کے ایمان کی مٹھاس محسوس نہیں کرتے، ہماری زندگی کی کڑواہٹ کبھی نہیں بدل سکتی۔ ہر اذان کے بعد اللہ تعالیٰ کی تقسیمات وعنایات پر راضی رہ کر اس کے ادب کا یہ اہم تقاضا پورا کرنا چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر پڑھے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا، غُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُہٗ۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ [2]

یعنی نغمہ توحید سن کر، اللہ تعالیٰ پر رضا کا اظہار کرنا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ ذیل کلمات صبح وشام کہنے والے کے لیے مختلف

---

[1] صحیح مسلم۔الایمان۔الدلیل علی ان من رضی باللہ ربا:151۔

[2] صحیح مسلم۔الصلاۃ۔استحباب القول مثل قول المؤذن:851۔

تین اعزازات وانعامات بیان فرمائے آپ ﷺ فرماتے ہیں جس نے صبح وشام (ایک روایت کے مطابق تین مرتبہ) کہا:

1۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا

"میں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوں۔"

پڑھے، ایسے خوش نصیب کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

2۔ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

"اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہے کہ وہ ایسے شخص کو راضی کردے۔" [1]

3۔ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ

"ایسے خوش نصیب کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" [2]

اس قدر مختصر وظیفہ صرف تین بار پڑھنے سے گناہوں کی بخشش حصول شفاعت، حصول رضائے الٰہی اور جنت کا لازمی دخول کس لیے؟ اس لیے کہ آدمی یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں پر رضا پر اقرار کرتا ہے کہ پروردگار عالم آپ نے مجھے جو کچھ دیا آپ جس انداز سے میری پرورش فرما رہے ہیں میں آپ کی عطا، عنایت اور تقسیم پر مکمل راضی ہوں، میں ناراض ہوں نہ ہی کوئی گلہ شکوہ ہے اسی طرح جو عظیم دین اسلام آپ نے مجھے عطا فرمایا، اس کی ایک ایک بات اور ہر ہر حکم پر راضی ہوں اور میری رشد وہدایت کے لیے جو عظیم رسول حضرت محمد ﷺ مجھے عطا کیے ان کی نبوت ورسالت کو مان کر خوش اور راضی ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی ایسے خوش رہنے والے بندے پر خوش ہو کر بشارتیں سناتے ہیں۔

لیکن معزز قارئین کرام! مقام غور ہے کہ ایک مسلمان صبح وشام یہ کلمات بھی پڑھتا ہے اور دن میں کئی بار اور رات میں کئی مرتبہ عملاً اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہوئے اس

---

[1] جامع ترمذی، الدعوات، ماجاء فی الدعاء: 3389، سنن ابو داؤد، الادب، مایقول اذا اصبح 5072، اس کی سند میں ضعف ہے لیکن ابن حجر نے اس کو قوی قرار دیا ہے۔

[2] صحیح الجامع الصغیر، امام البانی :1097/2۔

کے گلے شکوے بھی کرے، اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر، یہود و ہنود اور غیر مسلموں کی تہذیب و تعلیم کو پسند کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے مقابلہ میں دیگر اماموں کو لا کر کھڑا کر دے تو یقیناً وہ اپنے اقرار میں سچا نہیں بلکہ وہ جھوٹا ہے کیونکہ اگر وہ سچا ہوتا تو کبھی اس کے فیصلوں پر ناراضگی کا اظہار یا ان پر گلہ شکوہ نہ کرتا، نہ ہی دینی تعلیمات سے روگردانی کرتا اور نہ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع چھوڑ کر کسی دوسرے امام کا اندھا مقلد بنتا، یہ سب کچھ عدم رضا کی وجہ سے ہے

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان

مومن آدمی کانٹے کی چبھن بعد میں محسوس کرتا ہے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب پہلے عطا فرما دیتے ہیں، مومن کی ہر آزمائش میں خیر پوشیدہ ہوتی ہے اس لیے بیماری، درد اور ایام مرض میں گلے شکوے کرتے ہوئے بے ادب نہ بنیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر خوش رہیں اور خیر کی دعا لازم پکڑیں۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صبح میں بیماری کی حالت میں کروں یا تندرستی کے عالم میں، میرے لیے برابر ہے کیونکہ مجھے یقین کامل ہے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے متعلق حد درجہ بہتر ہے۔

یقین جانیئے! جب مومن اس قدر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہو تو وہ سخت بیماری میں بھی عجب لذت اور روحانیت محسوس کرتا ہے بظاہر وہ جسمانی طور پر بیمار نظر آتا ہے مگر اس کی روح طاقت و قوت اور لطف کی معراج پر ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ کو خط لکھا اور فرمایا:

فَإِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهُ فِي الرِّضَى فَإِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَرْضٰى وَالاَّ فَاصْبِرْ [1]

”ہر طرح کی بھلائی اللہ کی تقسیم پر راضی رہنے میں ہے اگر تو طاقت رکھے تو تقسیم الٰہی پر راضی ہو جا، وگرنہ صبر ضرور کر۔“

یعنی رضا یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ جو اس درجہ پر فائز ہوتا ہے اس کے لیے بھلائیوں

---

[1] مدارج السالكين، فصل وليس من شرط الرضى: 177/2۔

کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (سبحان اللہ) اللہ کے نیک ولی فرمایا کرتے تھے کہ میں رات کروں اور میرے پاس خزانوں کے انبار ہوں اور صبح ہو تو ایک ذرّہ بھر بھی نہ رہے تو میں پھر بھی یہی کہوں گا میرے پیارے رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ میرے حق میں بہتر کیا ہے۔ اور اس پر دل وجان سے راضی ہوں رب تعالیٰ نے بھی سچ فرمایا:''

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ [1]

''ایسا خوش نصیب بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی، خوشنودی اور پسند کے لیے اپنی جان تک کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بڑا مہربان ہے۔''

اکثر افراد کی زندگی دو طرح گزرتی ہے۔

1۔ بندہ اپنے گزرے ہوئے وقت کو یاد کر کے پچھتاتا رہتا ہے۔ کاش! اس طرح ہوتا، میں وہ فیصلہ ایسے کر لیتا تو آج میری کیفیت کچھ اور ہی ہوتی۔ غرض یہ کہ ماضی پچھتاوے کا نام ہے کئی لوگ سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں کرتے جب کہ یہ درست نہیں۔

2۔ بندہ آنے والے وقت سے ڈرتا رہتا ہے نہ جانے کل کو کیا ہوگا اگلے سال کیا کریں گے، یعنی مستقبل کا خوف اپنے اوپر طاری رکھتا ہے اور ہمہ وقت مستقبل کا اندیشہ ہی رہتا ہے کیا ہوگا، کیا بنے گا، کیا کریں گے جب کہ یہ انداز بھی درست نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کلمہ ''لو'' (اگر) شیطان کے دروازے کھول دیتا ہے، یعنی پھر شیطان کو فضولیات بکوانے کا خوب موقع مل جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اللہ کی تقسیم پر مکمل راضی ہوتا ہے وہ گزرے ہوئے زمانہ میں جو گناہ ہوتے ہیں ان کی معافی مانگتا ہے اور نیکیوں کی قبولیت کے لیے دعا گو رہتا ہے اور مستقبل کے لیے خیر و بھلائی کی امید رکھتے ہوئے دعا گو رہتا ہے۔ اے اللہ! آنے والی کل پچھلی سے زیادہ بہتر بنا دے، غرض وہ عارضی پچھتاوے اور مستقبل کے اندیشوں سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی تقسیم پر راضی رکھے۔ آمین!

---

[1] سورۃ بقرۃ: 207۔

صوفی باقر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ''یا اللہ میں راضی''

زمانہ قریب میں ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام صوفی محمد باقر تھا۔ آپ حدرجہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور درویش صفت آدمی تھے۔ آپ نے ساری زندگی تعلق باللہ کی دولت اکٹھی کی اور اسی کی سخاوت کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کو اللہ نے بیٹا عطا فرمایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام زکریا رکھا۔ نوعمری میں حفظ کروا کر درس نظامی مکمل کروایا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپ کا شمار ممتاز علماء کرام میں ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صالحیت وصلاحیت کی بنا پر اپنے بیٹے حافظ محمد زکریا سے بہت محبت کرتے تھے، حافظ محمد زکریا صاحب قرآن کے قاری، حدیث رسول کے مدرس، علوم وفنون کے ماہر اور فن تصنیف وتالیف سے آشنا ہی نہیں تھے بلکہ ہر شعبہ میں پوری دسترس رکھتے تھے، اللہ کا کرنا عین عالم شباب میں جب آپ کی عمر 27 سال ہوئی تو آپ انتقال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے حزین خاطر ہوئے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرا سارا کنبہ چلا جاتا مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا دکھ مجھے زکریا کی وفات پر ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ کمرے میں اکیلے بیٹھ گئے اور درمیانی آواز میں یہ کہنا شروع کر دیا، اے اللہ میں راضی، اے اللہ میں راضی، اے اللہ میں راضی اور تقریباً دو گھنٹے تک صرف یہی کہتے رہے: اے اللہ! میں راضی، اے اللہ! میں راضی کبھی جھوم کر، کبھی رو کر بڑی موج میں یہ سلسلہ جاری رہا تھا کہ باہر سے ایک طالب علم نے کہا حضرت دو گھنٹے ہونے کو ہیں آپ دو گھنٹے سے یہی جملہ بار بار دھرا رہے ہیں بس کریں۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

> او کملیا مینوں تے دو گھنٹے ہوئے نے ناں اے کہندیاں اے اللہ! میں راضی اے اللہ! میں راضی اے اللہ! میں راضی جے اونہے اک واری وی کہہ دِتا ناں جا، باقر میں وی راضی تے بیڑے پار ہو جانے نیں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ہر فیصلہ پر مطمئن، راضی اور خوش رہنے کی توفیق دے

تا کہ ہم اس کے باادب بندے بنیں۔ باادب اپنے آقا کے فیصلوں پر ناخوش نہیں ہوتا، اعتراض نہیں کرتا بلکہ دل و جان سے قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے۔ آمین!

خلاصہ رضا

ایک مخلص استاذ اپنے شاگرد اور ہمدرد باپ اپنے بیٹے پر ظلم نہیں کرتا۔ رب رحمٰن اپنے بندے پر ظلم کیسے کرسکتا ہے؟ آپ جانتے ہیں والدین کی ہر سختی، تلخی اور سزا میں بھی خیر شامل ہوتی ہے اور اس سختی و سزا کو برداشت کرنے کے بعد بیٹا محسوس بھی کرتا کہ وہ سختی اور سزا ہی **میری کامیابی و ترقی** کا باعث بنی، جو شاگرد استاذ یا **باپ کے تھپڑ** پر آگے سے **بولنا** شروع کردے یا بدتمیزی پر اتر آئے اسے باادب شاگرد یا بیٹا نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح خالق و مالک جب آزمائش میں ڈالتے ہیں تو بندے کا حق یہی ہے کہ وہ حسن ظن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر خوش ہو جائے اور خیر کی دعا جاری رکھے۔ اس کے برعکس جو بندہ آزمائش آنے پر ناراض ہو جائے، یا اللہ کے گلے شکوے شروع کردے یا بداعمالیوں کا ارتکاب کرے تو اس کو باادب بندہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ رب تعالیٰ کا بے ادب ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زبان سے وظیفہ کرنے کے ساتھ ساتھ عملاً بھی راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے جوانانِ سعادت مند رضائے الٰہی کی نعمت اتنی سستی نہیں کہ بے توجہی اور غفلت سے حاصل ہو جائے، بلکہ اس کے لیے نیک تربیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جب آہِ سحرگاہی کو اپنایا جائے، راتوں کو اٹھ کر مالک کو منایا جائے، اسی کے سامنے جھولی کو پھیلایا جائے اور جی بھر اس کے حضور گڑگڑایا جائے تو رضائے الٰہی کا گوہر بہت جلد نصیب ہو جاتا ہے۔

بھول جانا بھی ادب کے خلاف ہے باادب اپنے محسنوں کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اور بار بار ان کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں اپنے مشفق و محسن کو بھول جانا اس کے احسانات کی قدر شناسی کے خلاف ہے اور یہی سوءِ ادب ہے۔

اللہ جل شانہ کو اکثر یاد رکھنے کے لیے صرف توجہ اور تھوڑے سے اہتمام کی ضرورت ہے اس کے لیے کوئی مشقت نہیں کرنا پڑتی۔ باادب لوگ معمولی سے توجہ سے ذکر الٰہی کی تمام برکات حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ زندگی کے ہر کام کو اپنے معمول کے مطابق کرتے رہیں لیکن جب اور جتنا ممکن ہو اپنا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی بھرپور کوشش کریں کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے...... میں اس کے احاطہ علم وقدرت میں ہوں...... وہ میری ہر بات سن رہا ہے...... وہی کھلا اور پلا رہا ہے، مجھے ہر نعمت اسی کی بخشی ہوئی ہے...... جس چیز پر نگاہ پڑے فوراً خیال کریں کہ یہ اسی کی پیدا کی ہوئی ہے...... ہر اچھا کام کرنے سے قبل بسم اللہ، پسندیدہ چیز دیکھنے پر ماشاء اللہ، الحمد للہ، چڑھائی چڑھتے وقت اللہ اکبر، نیچے اترتے وقت سبحان اللہ پڑھیں۔ زندگی کا ہر کام اسی طرح کرتے رہیں جس طرح آپ کرتے ہیں صرف ساتھ تھوڑی سی توجہ الی اللہ کریں آپ والذاکرین اللہ کثیرا کی صف میں شامل ہو جائیں گے۔

کثرت سے یاد رکھنے کا حکم اور یہی کامیابی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے اس ادب کو کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے کہیں اس کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے اور کہیں اس کا حکم فرماتے ہوئے جیسا فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [1]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔“

[1] سورة الاحزاب: 41۔

مطلب یہ کہ تمہارا زیادہ وقت اسی کی یاد میں گزرنا چاہیے اور ادب الٰہ بھی اسی کا متقاضی ہے کہ اپنے خالق و مالک کو ہمہ وقت یاد رکھا جائے جو ہمہ وقت اپنے اللہ کو یاد رکھتے ہیں ان کے لیے کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

''کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

یعنی دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی بھی انہیں باادب لوگوں کے لیے ہے جو کثرت سے اپنے اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور جو لوگ کمال ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رب کو یاد رکھیں رب تعالیٰ ان کو یاد رکھتے ہیں اور اپنے ملائکہ کی خاص مجلس میں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

کثرت سے یاد رکھنے والوں کے لیے اعلان بخشش

وہ باادب خوش نصیب جو کثرت سے اپنے الٰہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی یاد میں مگن رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اعلان بخشش و رحمت فرمایا ہے ارشاد ہے:

وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَات اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ [2]

''اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنیوالے مرد اور ذکر کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔''

اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ فلاں شخص یا فلاں عورت کثرت سے ذکر کرنے والوں میں شامل ہے؟ یہی سوال امام ابن الصلاح رحمہ اللہ سے کیا گیا۔

وَسُئِلَ ابْنُ الصَّلَاحِ عَنِ الْقَدْرِ الَّذِی یَصِیْرُ بِهٖ مِنَ الذَّاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَالذَّاكِرَاتِ فقَالَ: اِذَا وَاظَبَ عَلَی الْاَذْكَارِ الْمَأْثُوْرَةِ الْمُثْبَتَةِ صَبَاحًا وَمَسَاءً فِی الْاَوْقَاتِ

[1] سورة الجمعة: 10
[2] سورة الاحزاب: 35

وَالْاَحْوَالِ الْمُخْتَلِفَةِ لَيْلًا وَنَهَارًا كَانَ مِنَ الذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ [1]

"ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ذکر کی وہ مقدار بیان فرمائیں جس سے آدمی بہت زیادہ ذکر کرنے والوں میں شامل ہو جائے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آدمی صبح وشام، دن رات اور مختلف اوقات واحوال میں مسنون اذکار پر ہمیشگی کرے گا وہ بہت زیادہ ذکر کرنے والوں کی صف میں شامل ہوگا۔"

اب صبح وشام، دن رات اور مختلف مقامات پر آتے جاتے مسنون دعاؤں کا پڑھنا اوران کا اہتمام کرنا کوئی مشکل کام نہیں صرف معمولی توجہ کی ضرورت ہے۔ان تمہیدی گزاشات کا مقصد یہ ہے کہ کثرت سے اپنے اللہ کو یاد رکھنا ہی ادب ہے جو شخص کبھی کبھی، یا جب جی چاہے ذکر شروع کر دے اور زیادہ وقت خرافات وفضولیات میں گزارے ایسا شخص ذکر اور ادب کی روشنی سے محروم ہے۔اسی طرح لسانی ذکر کے علاوہ قلبی ودوامی ذکر کی طرف بھی ہمہ وقت توجہ ہونی چاہیے قلبی ذکر کا مطلب ہے کہ دل ودماغ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت موجزن رہے کوئی بول بولنے سے پہلے، قدم یا قلم اٹھانے سے پہلے رب تعالیٰ کا تصور دل میں موجود ہو کہ وہ طاقتور شہنشاہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس کے احاطہ میں ہوں۔اکثر لوگ زبان سے تو تسبیحات کرتے ہیں لیکن ناجائز وحرام دھندوں سے باز بھی نہیں آتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ذکر کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں اوران کا ذکر صرف گلے سے اوپر ہوتا ہے دل میں شانِ ذکر کی بلندی نہیں ہوتی۔اور دوامی ذکر کا مطلب بھی صرف یہی ہے کہ ہمہ وقت، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اوراس کی فرمانبرداری واطاعت میں رہنا، لحہ بھر کے لیے اس کی یاد سے غافل نہ ہونا۔لسانی، قلبی اور دوامی ذکر ہی سراپا رحمت وبرکت ہے سارے دین کا اصل لحاظ یہی احساس ہے جو بندہ جس قدر زیادہ زبان ودل سے اپنے خالق ومالک کو یاد رکھے اس کا دین اس قدر زیادہ

[1] فقه السنة:512۔

کامل ہوگا اور صفاتِ کمال اس میں اس قدر زیادہ بڑھ جائیں گی اور وہ حقیقی معنوں میں باادب مومن بن جائے گا۔

یاد رہے! آپ نے سنا ہوگا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کا دل ہلتا ہے اور کلمے کی آواز آتی ہے اور اس کا قلب جاری ہو چکا ہے بس اب وہ پہنچی ہوئی شخصیت ہے۔ یاد رکھو! قلب جاری کے سارے افسانے من گھڑت ہیں دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ بعض بدعتی صوفیاء شیطان کے ہاتھوں کھلونا بن چکے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا، ذکر کی معراج سمجھتے ہیں اور مریدوں کے آدھے سانس اندر اور آدھے باہر نکلوانے کی چکر میں ساری زندگی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ لوگو! جو پیارا دین ہمارے پیارے پیرومرشد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں اس کو اپنے لیے کافی سمجھو، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل تابعداری میں ہی ہماری کامیابی ہے..... غور کرو

1. کیا قرآن مجید میں قلب کے جاری ہونے اور اس سے آواز کا ذکر ہے.....؟
2. کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے اللہ ھو یا کلمہ طیبہ کی آواز آتی تھی.....؟
3. کیا اعلیٰ حضرت امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی صحابی کا قلب جاری کیا.....؟
4. کیا کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی تابعی کے سانس کو اندر باہر کرنے کی مشق کروائی.....؟
5. کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ اپنے مقلدین کا قلب جاری کیا کرتے تھے اگر نہیں تو پھر حنفی مقلد صوفی اس طرح کیوں کرتے ہیں.....؟

سوچنے کی بات ہے! جس بات کا ذکر قرآن میں نہ حدیث میں، نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہے..... آخر یہ گمراہی کہاں سے آئی.....؟

قارئین کرام! ذکر ہی عظیم دولت ہے مگر لوگوں نے اس کے حقیقی چہرے کو بری طرح مسخ کر دیا اور موج میلے، بھنگڑے ڈانس اور قلب جاری کو عین ذکر بنا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تلاوت قرآن، مسنون اذکار، مختلف اوقات واحوال کی ثابت شدہ دعائیں انہیں کولسانی ذکر کے لیے کافی سمجھو! اور دل ودماغ میں ذات اللہ کی عظمت کا تصور رکھو ان شاء اللہ آپ ادب اللہ کی انتہا کو چھو جائیں گے۔ وگرنہ بصورت دیگر سوائے گمراہی اور بے ادبی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کثرت ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا باادب اور ذاکر کوئی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، تسبیح وتمجید اور تہلیل واستغفار میں مصروف رہتے۔ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر لاتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی پناہ کے بغیر زندگی خطرہ میں سمجھتے، صبح وشام بلکہ ہر نماز کے بعد معوذات کا پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا ذکر الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کا باعث تھا بلکہ ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا تھی بغیر ذکر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو جاتے اور فرماتے: ''اے بلال! اذان کہہ کر ہمیں آرام پہنچاؤ'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شوق اور جوش وجذبہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے کہ عبارت اور انداز میں ایک خاص شان پیدا ہو جاتی، جب آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان فرماتے تو دل بے اختیار ذاتِ الٰہ پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو جاتے، جب اللہ تعالیٰ کی ہیبت بیان کرتے تو بدن کانپ اٹھتا، جلال بیان کرتے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے، اس کی ذات کا خوف شروع کرتے تو پہاڑ دل ریزہ ریزہ ہو جاتے اور خشک آنکھیں دریا کی طرح بہہ پڑتیں۔ اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت وشفقت کا ذکر کرتے تو ٹوٹے دل جڑ جاتے، گری ہوئی ہمتیں بڑھ جاتیں، خزاں کی جگہ بہار آجاتی اور چہرے تروتازگی اور خوشی سے ٹمٹما اٹھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں احکام پر بات ہوتی، مسائل کا ذکر ہوتا دیگر اسلامی تعلیمات زیر بحث رہتیں۔ مگر جب ذکر الٰہی کی بات ہوتی، عظمت رحمٰن کا ذکر ہوتا

تو آپ ﷺ خوشی سے جھوم اٹھتے، اور یادالٰہی کے گہرے سمندر میں غوطہ زن ہو کر معرفت وقدرت کے انمول موتی پیش کرتے......اور ہماری روح ذکرالٰہی سے معطر ہو جاتی......اور شکستہ دلوں کو تسکین ملتی۔

زوجہ محترمہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ کس قدر محبت وشوق سے اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کرتے، اور اس کے علاوہ جو وقت آپ ﷺ کا گھر میں گزرتا اس میں زیادہ وقت ذکرالٰہی میں گزارتے۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَذْكُرُاللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ [1]

''رسول اللہ ﷺ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔''

یعنی آپ ﷺ یاد اللہ سے غافل رہنا، شان اور ادب کے خلاف سمجھتے تھے، اس لیے لمحہ بہ لمحہ اس کے احسانات وانعامات کو یاد رکھتے ہوئے اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتے اور اپنے دل کو اس کی عظمت سے موجزن رکھتے۔

موت کے عالم میں بھی اسی کی یاد

آپ ﷺ کی ساری زندگی میں محبوب مشغلہ ذکرالٰہی ہی رہا، زندگی میں یاد الٰہی کی روحانی غذا سے پرورش پائی۔ اور بالآخر جب وقت وصال آیا اس وقت بھی آپ کی توجہ دنیا کی طرف نہیں گئی حالانکہ آپ ﷺ ایک بڑی اسلامی حکومت کے لیڈر اور سینکڑوں امور کے منتظم تھے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب بے بسی اور موت کا وقت قریب آتا ہے تو لوگوں کو یہی فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ میرے بچوں کا کیا بنے گا فلاں کام کیسے ہوگا کوئی کچھ وصیت کرتا ہے اور کوئی اپنی کسی خواہش کا اظہار کرتا ہے اور کئی لوگوں کا بستر مرگ رنج وغم اور حسرت کا مقام ہوتا ہے اگر اور کاش کے علاوہ کچھ زبان پر نہیں آتا۔

لیکن ہمارے پیرومرشد حضرت محمد ﷺ نے موت سے قبل فکر کی تو وہ نماز کی

[1] صحیح مسلم: الحیض، باب ذکر اللہ فی حال الجنابة: 826۔

اور زبان پر اگر کوئی فقرہ جاری ہوا تو وہ بھی یہی تھا:

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ، اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں جگہ عطا فرمانا۔''

آپ ﷺ کی زندگی اور موت کا لمحہ لمحہ، مہذب سے مہذب روحوں کے لیے بہترین نمونہ ہے آپ ﷺ زندہ رہے تو ذکر الٰہی میں محو نظر آئے جب آغوش موت میں گئے تو یاد الٰہی کی دولت لے کر گئے۔ آج ہمیں دنیا کی دلدل سے نکل کر ذکر الٰہی کی بہاروں میں آنا چاہیے آپ ﷺ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو ذکر الٰہی کی تلقین فرماتے اور اس ادب کو خصوصی شان سے بیان فرماتے۔

اپنے پیارے کو کیا کہا

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور ایک دن آپ ﷺ نے لفظوں میں اظہار بھی کر دیا اور فرمایا: اے معاذ! میں تجھ سے پیار کرتا ہوں اور پھر محبت کی کثرت کو بیان کرنے کے لیے اللہ کی قسم اٹھائی اور فرمایا:

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ

''اللہ کی قسم! بلاشبہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ [1]

''میں تجھے وصیت کرتا ہوں (اے پیارے!) ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھنے نہ چھوڑنا، اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔''

یعنی اے مولا! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت کے تمام آداب خود ہی سکھلا اور اس پر اپنی طرف سے خاص توفیق عطا کر اور اپنی مدد سے مجھے ان پر قائم رکھ،

---

[1] سنن ابی داود، الوتر، فی الاستغفار: 1522۔

آپ ﷺ نے اپنے پیارے کو نصیحت کرتے ہوئے سب سے پہلے ذکر کی تلقین فرمائی کہ ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد، توفیق اور نصرت مانگ، اسی کی خاص عنایت ہی سے زبانیں ذکر سے تر رہتی ہیں۔ (سبحان اللہ)

آقا! (ﷺ) مجھے خاص اور اہم بات بتلائیں

سیدنا حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنْ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَیَّ، فَأَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ: لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1]

''ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ ہو گئے ہیں آپ ﷺ مجھے ایسی بات بتلائیں جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں آپ ﷺ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔''

آپ اس حدیث اور دیگر نصوص کی روشنی میں ذکر کو معیار ادب کہہ سکتے ہیں جو شخص جس قدر شوق وجذبہ اور ہمیشگی سے اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کی پابندی کرتا ہے وہ اسی قدر ذات الٰہ کا مؤدب ہے اس کے برعکس یاد الٰہی سے غافل رہنے والا بے ادبی کی زندگی بسر کرتا ہے۔

ذکر ہی سب سے اعلیٰ، ارفع اور افضل ہے

جو خوش نصیب ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتمجید اور تکبیر بیان کرتے ہوئے اس کا ادب بجالاتا ہے آپ ﷺ نے ایسے شخص کے اس عظیم عمل کو تمام اعمال سے اعلیٰ قرار دیا ہے۔ سیدنا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] جامع ترمذی، الدعوات، ماجاء فی فضل الذکر: 3375۔

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَ أَزْکَاهَا عِنْدَ مَلِیکِکُمْ، وَاَرْفَعِهَا فِی دَرَجَاتِکُمْ ، وَخَیْرٍ لَکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَ خَیْرٍلکُم مِنْ اَنْ تَلْقُوا عَدُوَّکُمْ فَتَضرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ ؟ قَالُوْا بَلٰی! قَالَ ذِکْرُ اللّٰهِ تَعالٰی [1]

"کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے اعمال میں سے بہتر، تمہارے مالک کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات میں بہت اضافہ کرنے والا، تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، ضرور بتلایئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔"

اس حدیث میں ذکر کی پانچ فضیلتیں بیان کی گئیں ہیں:

❶ تمام عمال میں سے بہترین عمل۔ ❷ رب تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ عمل ❸ درجات کی بلندی کے لیے سب سے بلند عمل ❹ سونا چاندی صدقہ کرنے سے بھی بہتر عمل ❺ جہاد اور شہادت سے بھی افضل، وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد۔

ذکر کرنے والے باادب سب سے آگے

دنیا میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے والے مرد اور یاد رکھنے والی خواتین ہی قیامت کے روز سب سے آگے ہوں گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَسِیْرُ فِی طَرِیقِ مَکَّةَ، فَمَرَّ عَلٰی جَبَلٍ یُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ، فَقَالَ: سِیْرُوْا ، هٰذَا جُمْدَانُ، سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ ؟ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

[1] جامع ترمذی، الدعوات، باب منہ: 3377۔ صحیح الجامع الصغیر: 2629۔

قَالَ: الذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ [1]

''رسول اللہ ﷺ مکہ کے راستے پر چل رہے تھے تو آپ ﷺ جمدان نامی پہاڑ کے پاس سے گزرے اور فرمایا سفر جاری رکھو یہ جمدان اور مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا مفردون کون ہیں اے اللہ کے رسول (ﷺ)......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔''

اور بعض روایات میں ہے کہ ''رب تعالیٰ ذکر کرنے والے اپنے باادب بندے کے لیے محافظ فرشتہ مقرر فرما دیتے ہیں اور اس کا سارا وقت خاص حفاظت اور نگرانی میں گزرتا ہے۔'' [2]

یعنی جس طرح ہم باادب لوگوں کی تکریم وحیاء کرتے ہوئے ان کی حفاظت کا مکمل خیال رکھتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے باادب ذاکر بندوں کی حفاظت کے لیے نورانی ملائکہ مقرر فرما دیتے ہیں۔

جسمانی اعضا کا ذکر

آج کل جہالت اور شیطانی اثر کا غلبہ ہے لوگوں نے احکامِ الٰہی کو چھوڑ کر ذکر واذکار کی مصنوعی مجالس قائم کر رکھی ہیں اور وہ حلقہ بنا کر اپنے اوپر وجد کی کیفیت طاری کرتے ہوئے عجیب انداز سے محفل ذکر کو رونق بخشتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث میں اس کیفیت اور انداز کا تصور تک نہیں ملتا۔ بلکہ سنن دارمی میں صحیح روایت ہے کہ چند لوگ مسجد میں حلقہ بنا کر ذکر کر رہے تھے۔ اور لوگوں کو سو سو مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کا کہہ رہے تھے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! ابھی تمہارے اندر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی کثیر تعداد موجود ہے۔ ابھی تو آپ ﷺ کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے کہ تم لوگوں نے دین میں

---

[1] صحیح المسلم، الذکر والدعاء، بحث علی ذکر اللہ: 6808۔

[2] مجمع الزوائد، الاذکار، 134/10۔

نئے طریقے ایجاد کر لیے۔ وہ لوگ جواب میں کہنے لگے، اے عبداللہ بن مسعود! مَا اَرَدْنَا اِلَّا الْخَیْرَ ''ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بھلائی نہیں، بلکہ تم گمراہی کا راستہ کھول رہے ہو۔ [1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ذکر کے لیے حلقے بنانا، جھومنا، بھنگڑے ڈالنا اور محفل ذکر میں جلوہ افروز پیر صاحب کے ہاتھ کو چھو کر مسجد ہی میں دوڑیں لگانا اور وجد میں آ کر آپے سے باہر ہونا یہ سب خرافات ہیں دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ بعض محدثین کرام نے اعضا کے ذکر کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ ہاتھ کا ذکر یہ ہے کہ اس سے صدقہ کیا جائے، اس سے صرف حلال چیز کو چھوا جائے، آنکھ کا ذکر یہ ہے کہ اس سے فحاشی اور عریانی کے مناظر نہ دیکھے جائیں بلکہ اس کو حدود اللہ کا پابند بنایا جائے اور دماغ کا ذکر یہ ہے کہ اس سے بری سوچ سوچنے کی بجائے پاکیزہ دینی سوچ سوچی جائے۔ اور پاؤں کا ذکر یہ ہے کہ ان کو حرام کی طرف نہ چلایا جائے بلکہ ان کے ذریعے حسنات کی طرف جلدی کی جائے۔ افسوس! کہ آج لمبی لمبی تسبیحوں والے اور بڑی بڑی پگڑیوں والے اور خوبصورت داڑھی والے بظاہر تو بہت بڑے ذاکر نظر آتے ہیں لیکن وہ اپنے دیگر اعضا کو حرام کاموں سے روکنے میں حد درجہ کوتاہی کا شکار پائے گئے ہیں۔ یاد رہے! حقیقی ذکر یہی ہے کہ انسان کا پورا وجود اللہ تعالیٰ کا مکمل مطیع اور اس کی شرع کا مکمل پابند رہے۔

بھول جانے والے بے ادب لوگوں کا انجام

قرآن مجید میں ذکر الٰہی کی ترغیب، فضائل، مسائل، مواقع اور کئی احکامات بالتفصیل ذکر کے گئے ہیں اور جو لوگ اس اہم ادب کا خیال نہیں رکھتے قرآن مجید انہیں سخت وعید بھی سناتا ہے۔ چار مقامات کا مطالعہ فرمائیں۔

1۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ [2]

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں

---

[1] سنن الدارمي۔ باب في كراهية أخذ الرأي، جلد1، 79، حديث: 204 [2] سورة الحشر:19۔

ایسا بھلایا کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے یہی لوگ فاسق ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کو بالخصوص خبردار کیا ہے کہ ان فاسقوں کی طرح نہ ہو جانا جو یادالٰہی سے غافل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور نتیجۃً رب تعالیٰ نے ان کو ان کی اپنی جانیں بھلا دیں اور وہ ساری زندگی بے مقصد فسق و فجور میں سرگرداں پھرتے رہے۔

2۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ [1] "اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔"

یعنی ایسے بے ادب کو نورانی ملائکہ کی حفاظت و خدمت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

3۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ [2] "اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا تو اس کی معیشت اس پر تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

معلوم ہوا ایسے بے ادب کی دنیا بھی تنگ اور آخرت بھی اندھیر ہو جاتی ہے۔

آخر میں دست بستہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ذکر کی روشنی نصیب فرمائے۔ اور ہمیں اپنی یاد میں دل لگانے کی سعادت بخشے۔ تا کہ ہم اس کے باادب ذاکر بندے بن کر اس کی ملاقات کو حاضر ہوں۔ آمین ثم آمین!

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں، خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر اپنی نظر سے گرا دوں، تجھ سے فقط فریاد رہے

[1] سورۃ زخرف: 36 [2] سورۃ طٰہٰ: 124

7 عبادت میں رغبت وخشیت

اسلام میں عبادت کا طریقہ بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ہر عبادت کی بنیاد دو امور پر ہے۔ ''ظاہری وباطنی'' ظاہری سے مراد عبادت کے وہ انداز وآداب اپنانا جن کو شریعت نے ذکر کیا ہے، مثلاً نماز میں قیام کرنا، رکوع کرنا، سجدہ میں گرنا، اسی طرح حج میں طواف وسعی، احرام وغیرہ۔ اور باطنی سے مراد رغبت وخشیت ہی ہے کہ ظاہری طریقے کے ساتھ ساتھ مکمل شوق، خواہش، میلان اور خشوع وخضوع اس کی ادائیگی میں شامل ہو۔ اللہ کے باادب کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کی عبادت واطاعت میں کمال درجہ کی رغبت وخشیت ہوتی ہے۔ حکم الٰہی کو فوراً مان کر، دربارِ الٰہی میں نہایت تذلّل، عجز اور خشوع سے جھک جانا اس کا امتیازی وصف ہوتا ہے۔ ادب اللہ کا اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کی عبادت میں رغبت وخشیت کا لحاظ رکھا جائے اور رغبت وخشیت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اول وقت یا بروقت کرنا اور نہایت محبت، توجہ، گریہ زاری اور ڈر سے کرنا، شہنشاہِ مطلق کے حکم کی بڑائی اور اس کے سامنے حاضر ہوتے ہوئے اس کی ہیبت، عظمت اور جلالت کو پیش نظر رکھنا، باادب مسلمان اپنا آرام، اپنی سہولت یا اپنا مفاد نہیں دیکھتا بلکہ وہ اپنے آقا ومولا کا حکم اور اس کی رضا دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں خیر اور اس میں بے توجہی سوءِ ادب ہے۔ اور آج کل ایسے بے ادب حضرات کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

رغبت

عبادت کے لیے رغبت کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ صحیح معنوں میں عبادت ہوتی ہی وہ ہے جو حرص، خواہش، میلان، شوق اور جذبہ سے کی جائے، جس کی عبادت میں رغبت کی جگہ کاہلی، سستی، غفلت اور بے پرواہی ہے وہ بے ادب ہے کیونکہ باادب ہمیشہ شوق، چاہت اور رغبت سے حکم پر لبیک کہتا ہے وہ طبیعت کی نزاکت نہیں دیکھتا جب جی آیا

بات مان لی، جب جی چاہا نافرمانی کر دی، جب دل میں آیا عبادت شروع کر دی اور جب چاہا وقت عبادت میں کوتاہی کر لی۔

باادب مسلمان ہمیشہ عبادت کا منتظر ہوتا ہے اس کے خلوص میں کمال شوق کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے وہ عبادت کو اول ترجیح سمجھ کر ہر وقت ادا کرتا ہے اور اس عظیم جذبہ کی ادائیگی میں جو چیز بھی حائل ہو وہ اس کو ہٹا کر دور کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں جھک جاتا ہے۔ باادب عظیم شخصیات کی رغبت عبادت کا مطالعہ فرمائیں اور عبادت کے اس نور کو مزید بڑھائیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور رغبت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ طور پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر چالیس راتیں بسر کرنا تو تمہیں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے تورات عطا کی جائے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی اپنے ہمراہ لیے اور طور پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن اللہ سبحانہ کی ملاقات کا اس قدر شوق اور اس کی خوشنودی کی اس قدر رغبت تھی کہ اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر سب سے پہلے کوہِ طور پر پہنچ گئے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اگرچہ اس بات کا اچھی طرح علم تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جلدی میں جو جذبہ کارفرما تھا رب تعالیٰ اچھی طرح اس سے واقف تھے مگر اس سب کچھ کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا:

وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هُمْ اُولَاۤءِ عَلٰۤى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى [1]

''کون سی چیز تمہیں اپنی قوم سے پہلے یہاں لے آئی؟ انہوں نے کہا: وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی آ رہے ہیں اور میں نے آپ کے حضور آنے میں جلدی اس لیے کی تاکہ آپ مجھ سے خوش ہو جائیں۔'' (سبحان اللہ)

[1] سورة طٰه: 83,84۔

یعنی جلدی، تیزی اور پہلے آجانے کا مقصد ایک ہی تھا کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آدمی دینی معاملات میں رغبت وشوق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہل کرے اور اول وقت اس کے حضور سربسجود ہو۔ ایسے سچے اور باادب پر رب تعالیٰ کی نوازشات کیا ہوتی ہیں حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر خیر سے اس کا اندازہ لگائیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام اور رغبت

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے آپ بے اولاد تھے، خود بوڑھے ضعیف اور بیوی بانجھ تھی۔ اولاد کی بظاہر کوئی توقع نہ تھی مگر دل میں دبی ہوئی خواہش ضرور تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک وارث عطا فرمائے، آپ نے جب سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بے موسے پھل دیکھے اور پھر ان کا ایمان افروز جواب سنا کہ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ "وہ تو اللہ کی طرف سے ہیں۔" تو آپ کا ایمان تازہ ہوگیا یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم ولیہ کا جواب سن کر نبی علیہ السلام کا ایمان تازہ ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے کم وبیش 90 سال کی عمر میں دعا فرمائی۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ [1]

"اے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو بہترین وارث عطا کرنے والا ہے۔"

جب آپ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تو رب تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ اے زکریا! اب تو اولاد لینے کا وقت گزر چکا ہے اب تو شاخ مرجھا کر خشک ہو چکی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ

"ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیوی کو اس قابل کرتے ہوئے یحییٰ (نامی) بیٹا عطا فرمادیا۔" (سبحان اللہ)

قارئین کرام! مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بظاہر ایک نامکمل کام کو اپنے پیارے نبی سیدنا حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے ممکن بنادیا اور باوجود بڑھاپے اور بیوی کے

---

[1] سورۃ الانبیاء:89۔

بانجھ ہونے کے ان کو نیک سیرت بیٹا حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ خود ہی ان کا نمایاں وصف اور امتیازی خوبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ

''وہ نیکی کے کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے۔''

اور نیکی خیر و بھلائی کے کام بڑے ذوق وشوق، جذبے اور رغبت سے کیا کرتے تھے اور نیکی کے کاموں میں کوتاہی کا شکار نہ ہونے کے ساتھ ساتھ

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ، وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ [1]

''وہ رغبت وخشیت کیساتھ ہمیں پکارتے تھے (ان کی دعا، پکار اور التجا میں رغبت ہوتی تھی وہ حد درجہ شوق سے ہمیں آواز دیتے ہوئے خشیت سے) ہمارے سامنے جھک جاتے تھے۔''

معلوم ہوا! جو لوگ رغبت وخشیت سے اپنے رب کے سامنے جھکتے اور اس کو پکارتے ہیں رب تعالیٰ ایسے باادب لوگوں کے ناممکن کام بھی اپنی قدرت سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ آج ہم میں سے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کی نیک تمنا پوری ہو، اللہ تعالیٰ اس کی نیک آرزوؤں کو پورا فرما دیں۔ آیئے! اپنی دعاؤں کی قبولیت اور اپنے دلی جذبات کی تکمیل کے لیے آج ہی اپنی عبادات میں رغبت وخشیت شامل کریں، بے شمار فوائد کے ساتھ ساتھ ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ آپ کے بظاہر ناممکن کام بھی اپنی رحمت سے ممکن بنا دے گا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام میں من جملہ خصائص میں سے اہم خوبی یہ بھی تھی کہ وہ رغبت وخشیت کے پیکر تھے اور ان کی رغبت وخشیت درجہ کمال تک تھی۔ اللہ ہمیں بھی رغبت کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین!

سیدنا و امامنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رغبتِ عبادت

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت واطاعت میں رغبت، شوق اور حرص کا رنگ اس قدر نمایاں تھا کہ ساری زندگی لمحہ بھر بھی عبادت کے اوقات میں کمی بیشی یا تاخیر نہ کی۔

---

[1] سورة الانبياء:90۔

آپ ﷺ کو مکہ معظمہ میں اہل شرک کی طرف سے ہر قسم کی تکلیف پہنچی مگر آپ ﷺ ہر حال اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کے ہی مشتاق رہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ رغبت کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جا، یعنی کمال شوق اور رغبت سے ہمیں یاد کر، ہماری عبادت میں دل لگا کر عجز و نیازی کرتا رہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ تمام سختیوں کو آسانیوں میں بدلتے ہوئے مستقبل روشن فرما دیں گے اور آپ کی دعوت کا پرچم پوری دنیا پر غالب آئے گا۔

یہاں سے ایک لطیف اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ داعی، مبلغ اور عالم کو بالخصوص راغب الی اللہ ہونا چاہیے۔ وہ دنیاوی معمولی مصروفیات میں الجھ کر رب تعالیٰ کی جناب میں تاخیر سے حاضر نہ ہو۔ بلکہ اصل ترجیح عبادت کو بنائے، جو شخص بھی ہر شئے کو پیچھے ڈال کر عبادت کو ترجیح دیتا ہے اور رغبت وشوق سے حاضر ہوتا ہے رب تعالیٰ اس کے معاملات میں برکت بھی ڈالتے ہیں اور غیب کے خزانوں سے اس کی مدد بھی جاری رہتی ہے، آج ہماری بے سکونی اور بے قراری و بے برکتی کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہم عبادت کی بجائے دنیا کے کاموں میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں، عبادت کا وقت ضائع ہوتا ہے اور ادائیگی میں شوق کی بجائے سمجھ بوجھ کر نیکی کی جاتی ہے اور اسی وجہ سے ساری زندگی نور الٰہی سے محروم رہتے ہیں۔

قیام اللیل میں رغبت

دن بھر کی مصروفیت کے بعد رات کا قیام کرنا انتہائی مشکل ہے۔ لیکن جن کو معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے ان کے لیے رات کا قیام ایسے ہی ہے جس طرح پیاسے کے لیے پانی، جب تک پیاسا جی بھر کر پانی نہ پیے تو اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہنچاننے والا جب تک جی بھر کر رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیازی اور گریہ زاری کا اظہار نہ کرے تو اس کو دلی اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ رات کا لمبا حصہ عبادت میں مصروف رہتے اور قرآن پاک کے کئی پاروں کی تلاوت فرماتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ : يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ فَمَضَى ، فَقُلْتُ : يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَتَيْنِ فَمَضَى ، فَقُلْتُ : يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضَى ، فَافْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا ، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّةً بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ، ثُمَّ رَكَعَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَكَانَ قِيَامُهُ قَرِيبًا مِنْ رُكُوعِهِ ثُمَّ سَجَدَ فَجَعَلَ يَقُولُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ رُكُوعِهِ [1]

''میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ شروع فرمائی۔ میں نے کہا آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کریں گے۔لیکن آپ ﷺ نے تلاوت جاری رکھی، پھر میں نے کہا آپ ﷺ دوسو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد رکوع فرمائیں گے لیکن آپ ﷺ نے تلاوت جاری رکھی، پھر میں نے کہا آپ ﷺ ایک رکعت میں پوری سورۃ بقرہ پڑھیں گے مگر آپ ﷺ نے سورۃ بقرہ مکمل کرنے کے بعد سورۃ نساء کی تلاوت شروع کردی۔ اوراس کی مکمل قرأت کی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد سورۃ آل عمران کو شروع کیا اوراس کو پڑھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے تھے جب کسی ایسی آیت کی تلاوت فرماتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو اللہ کی تسبیح بیان کرتے ،اور جب کسی تعوذ والی آیت سے گزرتے تو اللہ سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ ﷺ نے

[1] سنن نسائی، قیام اللیل تسوية القيام والركوع:1665،صفة صلاة النبی، امام البانی:118۔

رکوع کیا اور رکوع میں سبحان ربی العظیم کہا۔ اور آپ کا رکوع بھی قیام کی ہی طرح لمبا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور سمع الله لمن حمده کہا، اس کے بعد آپ ﷺ کا قیام رکوع جتنا ہی تھا۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کا سجدہ رکوع کے قریب ہی تھا۔'' (الله اکبر)

قارئین کرام! یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی رغبت اور آپ ﷺ کا شوقِ عبادت اور اسی طرح آپ ﷺ کی رغبت کا اندازہ آپ کے سنن ونوافل سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نماز تہجد کے طویل قیام کے بعد، فجر کی دو رکعتیں ادا فرماتے اور پھر نماز فجر میں بھی طویل قرأت کرتے، اس کی بعد بھی ذکر و فکر کا سلسلہ جاری رہتا۔ نماز اشراق، نماز ضحیٰ، نماز اوابین، نماز ظہر کی سنتیں اور اس کے نوافل اس کے بعد نماز عصر سے قبل نوافل، مغرب سے قبل اور اس کے بعد نوافل، نماز عشاء سے قبل اور بعد نوافل اس کے علاوہ کم وبیش روازنہ 6 یا 7 پاروں کی تلاوت اور پھر ہر جگہ آتے جاتے دعاؤں کا اہتمام والتزام یہ سب کچھ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ حد درجہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب اور اس کی عبادت کے شائق تھے، آج ہماری زندگی میں اس کا عُشر عشیر (سوواں حصہ) بھی نظر نہیں آتا۔

کبھی سورج گرہن ہونے پر بھی لمبی قرأت کے ساتھ دو رکعات کی ادائیگی، کبھی صلاۃ الاستسقاء میں اپنے رب کے سامنے عجز و نیازی، کبھی عین تلواروں کے سائے تلے، نیزوں کی بوچھاڑ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی امامت، یہ سب کچھ بول کر بتلاتا ہے کہ عبادت کی لذت و رغبت کس طرح آپ کے انگ انگ میں سرایت کر چکی تھی اور شوق عبادت کس قدر آپ ﷺ کے لُوں لُوں میں رچ بس چکا تھا......؟

آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ ادب الٰہ کا اولین تقاضا ہی یہی ہے کہ اس کو الٰہ مان کر شوق، ذوق اور رغبت سے اس کے ہر حکم پر لبیک کہا جائے۔ آپ ﷺ کی رغبت کا عالم یہ تھا کہ جب عبادت کا وقت شروع ہوتا۔ دنیا کے سارے رشتے، ناطے اور تعلق پیچھے چھوڑ

دیتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوتے، باتیں جاری ہوتیں، واقعات سنے جاتے، لیکن جونہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذان کی آواز سنتے تو اس طرح اچانک ہم سے اٹھ کھڑے ہوتے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں جانتے ہی نہیں۔ لیکن ہماری صورت حال بالکل اس کے برعکس ہے رشتہ داروں اور دوستوں میں بیٹھے ہم نماز کی پرواہ تک نہیں کرتے ہیں اور کئی مہمانوں کی آمد پر جماعت کی سعادت سے محروم ہوجاتے ہین۔ حالانکہ ذاتِ الٰہ اور اس کی عبادت کو ہر چیز سے مقدم رکھنا چاہیے بلکہ جب وقت عبادت ہوتو عزیز، دوست اور مہمان کو بھی شریک عبادت کرنا چاہیے، تاکہ اس کے دل میں بھی عبادت کی اہمیت پیدا ہو۔

رغبت وخشیت والی نماز

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر عبادت میں رغبت وخشیت کا پہلو نمایاں ہوتا۔ لیکن بالخصوص جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا ارادہ فرماتے تو حد درجہ محبت، تذلل اور رغبت وخشیت سے لمبی رکعات پڑھتے، سیدنا حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری رات قیام فرمایا، حتیٰ کہ فجر کا وقت قریب آپہنچا۔

فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ صَلَاتِهِ جَاءَهُ خَبَّابُ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَقَدْ صَلَّيْتَ اللَّيْلَةَ صَلَاةً مَا رَأَيْتُكَ صَلَّيْتَ نَحْوَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (أَجَلْ! إِنَّهَا صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ، سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا ثَلَاثَ خِصَالٍ فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنْ لَا يُهْلِكُنَا بِمَا أَهْلَكَ بِهِ الْأُمَمَ قَبْلَنَا فَأَعْطَانِيْهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنْ لَا يُظْهِرَ عَلَيْنَا عَدُوًّا مِنْ غَيْرِنَا فَأَعْطَانِيْهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يَلْبِسَنَا شِيَعًا فَمَنَعَنِيْهَا) [1]

---

[1] سنن النسائی، قیام اللیل، احیاء اللیل: 1639، صحیح الجامع الصغیر: 2433۔

”جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز سے سلام پھیرا تو خباب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ ﷺ نے اس رات ایسی نماز پڑھی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو ایسے نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، یہ رغبت وخشیت والی نماز تھی۔ میں نے اپنے پروردگار سے تین باتوں کا سوال کیا اس نے مجھے دو عطا فرما دیں اور تیسری مجھ سے روک لی۔ ❶ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ ہم کو اس طرح ہلاک نہ کرے جس طرح ہم سے پہلے امتوں کو ہلاک کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمالیا۔ ❷ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ ہم پر غیروں میں سے کسی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ اس نے یہ بھی دعا قبول فرمائی ❸ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ ہمیں گروہوں میں تقسیم نہ کرے، اس نے اس دعا کی قبولیت کو مجھ سے روک لیا۔“

معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں گزارشات کرنے کے لیے حد درجہ رغبت وخشیت کا اظہار کرنا چاہیے۔

بڑھاپے میں رغبت جواں رہی

آپ ﷺ نے صرف غارِ حرا کو ہی عبادت کی زینت نہیں بخشی بلکہ بڑھاپے میں بھی آپ کی رغبت جواں رہی اور آپ ﷺ کی رغبت کا یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری وساری رہا، آپ ﷺ کے آخری ایام میں رغبت کا پہلو ملاحظہ فرمائیں اور اپنی بے رغبتی کا جائزہ لیں، آپ ﷺ کو اگرچہ بیماری نے نڈھال کر دیا تھا۔ آپ ﷺ چلنے پھرنے سے قاصر ہو گئے غشی وبیہوشی کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن جب بھی ذرہ برابر سکون محسوس کیا گھر والوں کے متعلق نہیں پوچھا، ازواج واولاد کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ اپنے رب کی طرف لپکے اور جماعت میں شرکت کے لیے وضو بنانا شروع کر دیا اور نماز کے متعلق سوال کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے......؟

دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثِيْنِى عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ : بَلٰى۔ ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : ((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) قُلْنَا: لَا ،هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((ضَعُوا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) قَالَتْ: فَفَعَلْنَا۔ فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ ﷺ : ((أَصَلَّى النَّاسُ ؟)) قُلْنَا : لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ: ((ضَعُوا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ))۔ قَالَتْ: فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ۔ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ؟))قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ۔ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ۔ فَقَالَ: أَبُوْبَكْرٍ۔ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا۔ يَا عُمَرُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ۔ فَصَلَّى أَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ۔ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ۔ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ۔ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ، وَأَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنْ لَا يَتَأَخَّرَ، قَالَ: ((أَجْلِسَانِيْ إِلَى جَنْبِهِ)) فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَجَعَلَ أَبُوبَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتَمُّ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ

بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ قَاعِدٌ۔ [1]

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی حالت آپ ہم سے بیان کرتیں، (تو اچھا ہوتا) انہوں نے فرمایا کہ ہاں ضرور سن لو۔ آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کی جی نہیں یارسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے ایک لگن میں پانی رکھ دو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے پانی رکھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر غسل کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھنے لگے، لیکن بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں حضور! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پھر) فرمایا کہ لگن میں میرے لیے پانی رکھ دو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے پھر پانی رکھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن (دوبارہ) پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہی فرمایا: کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کی کہ نہیں یارسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لگن میں پانی لاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر غسل کیا پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ہوش ہو گئے پھر جب ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کی کہ نہیں یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لیے بیٹھے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا حکم فرمایا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ بھیجے ہوئے شخص نے آ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ

---

[1] صحیح بخاری، الاذان، انما جعل الامام: 687۔

کو نماز پڑھانے کے لیے حکم فرمایا ہے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔آخر (بیماری کے) دنوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بخار کچھ ہلکا معلوم ہوا تو دو مردوں کا سہارا لے کر جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے ظہر کی نماز کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔جب انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارے سے انہیں روکا کہ پیچھے نہ ہٹو! پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں مردوں سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے بازو میں بٹھا دو۔ چنانچہ دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بٹھا دیا راوی نے کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے ادب شناس اور راغب الی اللہ اور اسی کی عبادت کا والہانہ شوق رکھنے والے عظیم مرشد و پیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور پر اربوں درود وسلام نازل فرمائے اور ہمیں بھی رغبت کی لذت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رغبت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر اللہ تعالیٰ کے باادب تھے اور ان نفوس قدسیہ نے کس طرح شوق اور رغبت سے اس کی عبادت کی اس کی تفصیل میں ایک مستقل ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے ہم یہاں نہایت اختصار سے چند واقعات واقوال تحریر کرتے ہیں آپ ان سے بھرپور روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قندیل رغبت ہی سے روشنی پائی اور ایسے راغب ،شائق اور منیب الی اللہ بنے کہ موسم

کی تلخی، حالات کی سختی، اپنوں کا ظلم اور غیروں کی طعن و تشنیع اس والہانہ جذبہ عبادت کو کم نہ کرسکی بلکہ وہ رات مصلّوں پر گزارتے اور دن کو اس کی وحدانیت کے لیے ننگے پاؤں ، ہاتھوں میں تلوار پکڑ کر میدانوں میں کود پڑتے۔ شادی کی خواہش ، بچوں کی محبت اور رشتے داروں کی قرابت بھی ان کی راہ میں حائل نہ ہوسکی۔ وہ نماز کو آتے تو صف اول کے لیے قرعہ ڈالنے کی تجویز بنائی جاتی۔ ایثار کی باری آتی تو سب کچھ لٹا کر بھی مطمئن نہ ہوتے۔ بہر حال وہ تو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے کہ جن کے ذکر پر میرا قلم فرطِ محبت سے جھوم جاتا ہے میں صرف ایک دو مثالوں سے ان کی رغبت وشوق کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وگرنہ رغبت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہی مجھے کئی صفحات چاہئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قیام اللیل میں رغبت

رات کے سخت اندھیروں میں جب پورا عالم محو استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف سناٹا اور ہُو کا عالم ہوتا ہے۔ انسان، چرند، پرند، درند غرض کہ ہر مخلوق اپنے آشیانے میں آغوش نیند میں ہوتی ہے۔ اس خاموش وقت میں بھی راغبون الی اللہ اپنے نرم وگرم بستر چھوڑ کر خالقِ حقیقی کی محبت میں سرشار قیام اللیل میں کمر بستہ ہوجاتے ہیں۔ یہ لوگ آسمانی مخلوق کے سامنے اس طرح روشن ہوکر جگمگاتے ہیں جیسے زمین والوں کی نظر میں آسمان کے تارے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں خوش نصیبوں میں تھے خوابِ غفلت میں مدہوش نہ رہتے بلکہ خالق کائنات کے سامنے جھولی پھیلا کر اس سے محبت کی بھیک مانگتے۔ ہم لوگ تو نیند کو قیام اللیل پر ترجیح دیتے ہیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شوق کا یہ عالم تھا کہ پروانوں کی طرح شمع رسالت ﷺ کے ارد گرد جمع ہوجاتے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: قَدْ

رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ [1]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز ادا کی تو چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی پھر جب آپ ﷺ نے آئندہ رات نماز پڑھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کثیر تعداد میں آپ ﷺ کی اقتدا کی، جب تیسری یا چوتھی رات آئی تو آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف نہ لائے، صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو تم نے کیا میں نے دیکھ لیا اور میں صرف اس خدشے سے نہیں نکلا کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے۔''

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے شوق، رغبت اور خصوصی دلی لگن کی وجہ سے کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور بعد میں آنے والوں کے لیے تنگی ہو۔ بہر حال یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے راغب الی اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اور سنن النسائی میں الفاظ ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تشریف نہ لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس نہیں گئے، کہ چلو آج رات آپ ﷺ نماز کے لیے نہیں اٹھے ہم بھی جا کر آرام کرتے ہیں بلکہ رغبت و شوق کا عالم یہ تھا کہ فجعل بعضهم تَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اليهم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھنکارنا شروع کر دیا تاکہ آپ ﷺ آواز سن کر نماز کے لیے تشریف لائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اِنْتَفَخَتْ اَقْدامُهُم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاؤں پر لمبے قیام کی وجہ سے ورم آ جاتا لیکن ان کی رغبت میں فرق نہ آتا۔

قارئین کرام! یہی وہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے رب تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو رضا و رحمت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا۔

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار

[1] صحیح بخاری، التہجد، تحریض النبی ﷺ: 1129۔

سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اور رغبت

آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ہر نیکی میں پیش پیش رہتے اور حصول اجر وثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے، ایک دن میں کئی کئی حسنات کرتے آپ رضی اللہ عنہ کی رغبت وشوق عبادت جاننے کے لیے ایک حدیث ہی کافی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا)) قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَا قَالَ:((فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً)) قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَا قَالَ:((فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا)) قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَا قَالَ:((فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا))قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :((مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون تم میں آج روزہ دار ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون جنازہ کے ساتھ گیا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون آج مریض کی عیادت کو گیا تھا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب کام ایک شخص میں جب جمع ہوتے ہیں تو وہ ضرور جنت میں جاتا ہے۔''

یہ رغبت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ جامع جمیع الحسنات، تمام نیکیوں کو اکٹھا کرنے والے ہیں آپ کی صاحبزادی سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رغبت اور شوق عبادت ملاحظہ فرمائیں!

☆☆☆

[1] صحیح المسلم، الزکاۃ، فضل من ضم الی الصدقۃ: 2374۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رغبت

آپ رضی اللہ عنہا حد درجہ عبادت کی شائق تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں رہ کر عبادت کا شوق اور رغبت بہت بڑھ چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ بھی نماز تہجد پڑھتیں اور ذکرو اذکار میں مصروف رہتیں۔ نماز چاشت پابندی سے ادا فرماتیں۔ رمضان میں نماز تراویح کا اہتمام کرتیں اور قرآن پاک کے کئی پارے سماعت کرتیں۔ اکثر روزے کی حالت میں رہتیں بلکہ ایک مرتبہ سخت گرمی میں عرفہ کا روزہ رکھا اور طبیعت کافی نڈھال ہوگئی آپ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کون سا فرض روزہ ہے آپ اس کو توڑ لیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دو سال کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں میں اس عظیم فضیلت واعزاز سے کیسے محروم رہ سکتی ہوں [1] آپ رضی اللہ عنہا نے کثرت سے حج بھی کیے اور بیماری کے باوجود تعلیم وتعلم میں بھی میں مصروف رہتیں، اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو بھی ایسا شوق عبادت اور رغبت نصیب فرمائے۔

یہاں ایک تربیتی بات ضرور کرنا چاہتا ہوں عموماً بدعمل والدین یا نیکی سے راہِ فرار اختیار کرنے والے ماں باپ فوراً یہ جملہ کہتے ہیں کہ ہمارے اچھے کردار سے کیا ہوگا یہ رب کی مرضی ہے چاہے کافر باپ سے مؤحد بیٹا سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسا پیدا کرے اور مؤحد باپ سے بیٹا کافر بنادے حالانکہ اس طرح کی باتوں سے استدلال کرتے ہوئے بدعمل رہنا یہ حد درجہ حماقت ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک ہزاروں مثالیں ایسی ہیں کہ والدین نے جب صحیح معنوں میں رب تعالیٰ کو پہچان کر رغبت وخشیت سے اس کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولادوں کو بھی وقت کا امام اور محدث بنایا بلکہ تاریخ اسلامی سے آپ کوئی ایک مثال پیش کریں کہ باپ باعمل ہو اور بیٹا بھی انہیں دنوں پیدا ہوا ہو اور بڑا ہوکر بدعمل بنا ہو؟ یاد رکھیں والدین کی نیکی ، اخلاص اور اچھے جذبات کا اثر ضرور بالضرور ہوتا ہے جیسا کہ ابھی مثال گزری ہے کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ جس

---

[1] صحیح مسلم، الصیام، صوم یوم عرفة :2746 مسند احمد 128/1۔

قدر رغبت وخشیت کے پیکر تھے بیٹی صدیقہ رضی اللہ عنہا میں بھی وہ رنگ نمایاں تھا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیٹے ورع، زہد، تقویٰ وطہارت اور نیکی میں اپنے وقت کے امام بنے۔ اللہ ہمیں بھی اخلاص، رغبت وخشیت والی زندگی نصیب فرمائے اور ہماری اولادوں کو بھی اپنی عبادت کے لیے پسند کر لے۔ آمین!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور رغبت

آپ بھی حد درجہ عبادت کے شائق اور دلدادہ تھے آپ نے اپنے دورِ خلافت میں وزراء وامراء کو یہ حکم دیا تھا کہ تمہارا اول فرض نماز ہے اس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز تہجد ادا فرماتے ہیں اور اپنے اہل خانہ کو بیدار کرتے اور ساتھ قرآن مجید کی آیت تلاوت فرماتے:

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى [1]

”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس کی پابندی کیجیے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے وہ تو ہم خود تمہیں دیتے ہیں اور پرہیز گاری ہی کا انجام اچھا ہوتا ہے۔“

آپ رضی اللہ عنہ کو جب مجوسی غلام ابولؤلؤ نے شدید زخمی کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً جماعت کی فکر کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے مصلّٰی پر کھڑا کر دیا۔

وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهٗ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا اور نماز پڑھانے کے لیے آگے کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں کی نماز میں کوئی کوتاہی اور نقص واقع نہ ہو۔ چنانچہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی، پھر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سمیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رغبت عبادت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ نماز کے بعد سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت اور بے ہوشی کے عالم میں گھر لے کر گئے تو حضرت مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور آکر پہلے یہی سوال کیا کہ کیا امیر المومنین نے نماز

---

[1] سورة طٰه: 132۔ [2] صحیح بخاری، رقم الحدیث: 3700

ادا فرمالی ہے؟ بعض ساتھی کہنے لگے: اے مسعود! ذرا غور سے دیکھو کہ امیر المومنین کس قدر خون میں لت پت ہیں اور بے ہوشی کا عالم ہے سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ لوگ سب سے پہلے آپ کو ہوش میں لا کر نماز کا کہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوگی جب آپ کو معلوم ہوگا کہ میری نماز رہ چکی ہے، چنانچہ جب آپ ہوش میں آئے تو سب سے پہلے نماز ادا فرمائی۔

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رغبت

اکثر خواتین نماز کی ادائیگی میں سستی کا شکار ہوتی ہیں، گھریلو کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال ہمیشہ عبادت الٰہی میں آڑے رہتی ہیں۔ اور اکثر خواتین صحت وسلامتی اور تندرستی کے باوجود گھریلو مصروفیات اور بچوں کی دیکھ بھال کا بہانہ بنا کر ساری زندگی عبادت سے راہِ فرار اختیار کرتی ہیں۔ جب کہ ایسا کرنا دنیا و آخرت کا خسارہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ''اے ایمان والو! تم کو تمہارے کام کاج اور بچے اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال میں یادِ الٰہی سے غافل ہوگیا اس نے دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھایا۔ اس آیت کی روشنی میں ہماری اکثر خواتین خسارے کی زندگی بسر کرتیں ہیں اور مرنے کے بعد بھی خسارہ ہی ان کا مقدر ہوتا ہے۔ آنے والی سطور میں ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رغبتِ عبادت کا ذکر کیا جاتا ہے، کہ جسے دیکھ کر ہر مسلمان عورت کو اپنی غفلت دور کرنی چاہیے۔ اور یاد الٰہی میں جو چیز رکاوٹ بنے اس کو ہٹا دینا کامیاب عورت کا شیوہ ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دن بھر گھریلو کام کاج میں مصروف رہتیں ساتھ ساتھ فرضی نمازوں اور سنن ونوافل کا خصوصی اہتمام فرماتیں۔ مگر دن بھر کی عبادت سے آپ رضی اللہ عنہا کی پیاس نہ بجھتی رات کا لمبا حصہ اپنے اللہ کے سامنے قیام فرماتیں۔ اور جب لمبے قیام کی وجہ سے تھک جاتیں تو آرام کرنے کی بجائے رسی کا سہارا لے لیتی۔ اور اسی طرح رات کا اکثر حصہ اللہ کی عبادت میں گزار دیتیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى حَبْلًا مَمْدُوْدًا بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ فَقَالَ: (مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟) فَقَالُوْا: لِزَيْنَبَ تُصَلِّي، إِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ) [1]

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے دوستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی رسی کو دیکھا اور فرمایا یہ رسی کیا ہے.....؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ سیدہ زینب کے لیے ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور جب تھک جائیں تو اس کے ساتھ سہارا لیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کھول دو، تم میں سے ہر ایک ہشاش بشاش نماز پڑھے جب وہ تھک جائے تو وہ بیٹھ جائے۔''

امام سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اور رغبت

آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے علم و فضل کے پہاڑ تھے۔ تعلیمی وحدیثی صلاحیت کے ساتھ ساتھ صالحیت کے بھی عظیم پیکر تھے آپ عبادت میں لمحہ بھر بھی تاخیر نہ کرتے بلکہ اوّل وقت مسجد پہنچ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ فرماتے ہیں:

مَا أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ مُنْذُ عِشْرِيْنَ سَنَةً إِلَّا وَأَنَا فِي الْمَسْجِدِ [2]

''بیس سال سے مؤذن نے جب بھی اذان کہی تو میں مسجد میں ہوتا۔''

جماعت تو در کنار مؤذن کی اذان بھی مسجد میں سنتے۔ یہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں کہ جن کا ذکر مسلمانوں کے لیے باعث فخر ہے اور صدیاں گزر جانے کے باوجود ان پر رحمت و بخشش کی برسات کرتے ہیں۔ رحمه الله رحمة واسعة

یاد رہے! آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے تاجر تھے رزق حلال کے لیے مشغول رہتے، بیوی بچے بھی تھے دیگر ذمہ داریاں بھی ادا کرتے تھے مگر سب کچھ کے باوجود اذان سے قبل

---

[1] سنن النسائی، قیام اللیل الاختلاف علی عائشة فی احیاء اللیل 1644۔ ابن ماجه: 1371۔

[2] سلاح الیقظان: 210۔ بعض روایات میں 30 اور بعض میں 40 کا ذکر ہے۔ سیر اعلام النبلاء: 4221

مسجد میں پہنچ جاتے اور مسلسل 20 سال تک یہی طریقہ رہا ہے ہم میں سے شاید کسی نے یہ سعادت 20 دن تو کیا 20 نمازوں کے لیے بھی حاصل نہیں کی ہوگی۔

امام بشر بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اور رغبت

آپ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ محدث ہیں علم و فضل میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ''صفی'' کے لقب سے موسوم کیا جاتا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ

يَلْزَمُ الصَفَّ الاوّلَ فِيْ مَسْجِدِ الْبَصرَةِ خَمْسِيْنَ سَنَةً

''کہ بصرہ میں مسجد میں پچاس سال تمام نمازیں صف اول میں پڑھتے رہے۔'' [1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے باادب ہوتے ہیں اور ساری زندگی ادب الٰہی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں رب تعالیٰ پھر ساری خدائی سے ان کا ادب کرواتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بشر بن حسن بصری صفی کہا جاتا تھا، ساری زندگی اہل علم و فضل کی آمد کا مرکز رہے اور کئی طلباء حدیث نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علم کا نور حاصل کیا اور آج بھی آپ کا ذکر خیر زندہ اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

امام محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ اور رغبت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ''عابدُ اهلِ الْمَدِيْنَةِ'' کے اقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رغبت اور شوق عبادت کی ایسی مثال قائم کی کہ شاید ہی کوئی اس کا مقابلہ کر سکے۔ دن بھر کی علمی و عملی مصروفیات کے بعد رات کو عبادت کے لیے والدہ اور ہمشیرہ کے ساتھ مل کر ایسا نظام الاوقات بنایا کہ رات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلا حصہ ہمشیرہ ذکر، تلاوت اور نوافل میں مصروف رہتی اور جب دوسرا حصہ شروع ہوتا تو وہ والدہ کو بیدار کر دیتی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ رات کے دوسرے حصے میں جی بھر کر عبادت کرتی اور اپنی پیاس بجھاتی جب تیسرا حصہ شروع ہوتا تو وہ اپنے عظیم فرزند وقت کے محدث و امام

[1] تهذيب التهذيب، ترجمه بشر بن حسن: 226/1

محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بیدار کر دیتی۔ پھر آپ فجر تک توبہ و استغفار اور نوافل میں مصروف رہتے اور اسی طرح ساری رات گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہتا۔ ایک گھڑی بھی ایسی نہ گزرتی جس میں رب تعالیٰ کا ذکر نہ ہوتا۔ (سبحان اللہ)

اللہ کی مرضی ہمشیرہ فوت ہوگئیں پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والدہ سے مل کر رات کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ایک حصہ والدہ اللہ کے سامنے سربسجود رہتی اور دوسرا حصہ خود اللہ کے سامنے عجز و نیازی کرتے اور بالآخر جب والدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں تو آپ اکثر رات بیدار رہتے اور عبادت الٰہی سے اپنی پیاس بجھاتے۔

قارئین کرام! آج ہر شخص بے چین، بدسکونی کا شکار اور رحمت و برکت سے محروم ہے اور سکون کی دولت لینے کے لیے صوفیا کرام سے تعویز کرواتا ہے، ان کی پھونکوں سے اپنی تقدیر تبدیل کروانا چاہتا ہے جب کہ اس بے ادب کو یہ علم نہیں کہ میرے گھر میں دن رات عریانی، فحاشی، ناچ گانا چلتا ہے، رحمت کہاں سے آئے گی......؟ میرے گھر غیبتوں، گالیوں اور ہر قسم کی آوارگیوں کا پہرہ اور سایہ ہے، برکت کہاں سے آئے گی......؟ جوان بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کیبل نہ دیکھیں تو رات نہیں گزرتی ۔۔ بتاؤ روحانیت کہاں سے آئے گی......؟

لوگو! آج ہی اپنے گھروں کو ظاہری و باطنی نجاستوں، غلاظتوں اور گندگیوں سے پاک کرو اور شوق عبادت کی خوشبو سے گھروں کو معطر کرو اور باادب بن کر جیو! بہت جلد رحمت اور برکت نصیب ہوگی۔ سایہ جادو اور دیگر خرافات میں سے کسی چیز کا بھی نام ونشان تک نہیں رہے گا۔ دعا ہے مولا آج ہمیں اپنے عظیم ولی حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ اور رغبت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وحیثیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ثقہ محدث اور عابد وزاہد تھے اصل نام سلیمان تھا کہ اللہ کے حضور رو رو کر آنکھوں کا نور بالکل مدھم ہوگیا تھا اسی

لیے آپ کو ''اعمش'' کہا جاتا اور اسی لقب سے مشہور ہوئے۔آپ رحمہ اللہ بھی حد درجہ راغب ،شائق اور منیب الی اللہ تھے۔40 سال میں صرف ایک نماز بغیر جماعت کے پڑھی۔فرماتے ہیں:

لَمْ تَفُتْنِی الصلاۃُ مع الجماعۃِ مَا یقربُ مِنْ اَرْبَعِینَ سنۃً الا مرّۃً وَاحِدَۃً حِیْنَ مَاتَتْ وَالِدَتُہُ اشْتَغَل بِتَجْهِیزِهَا [1]

''تقریباً چالیس سال میں صرف ایک مرتبہ نماز بغیر جماعت کے پڑھی جس کی وجہ بھی یہ بنی کہ والدہ محترمہ فوت ہوگئی اور میں ان کے کفن دفن میں مصروف رہا اور جماعت سے محروم ہوگیا۔'' (اللہ اکبر)

آج کل بلاوجہ دکان پر بیٹھے،دوستوں کی محفل سجائے،بچوں میں ہنستے کھیلتے اور دیگر معمولی مصروفیات کے پیش نظر جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ! ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے راغب وشائق لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوة [2]

''کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو تجارت اور کاروبار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز کی ادائیگی اور زکوٰۃ کے ادا کرنے سے غافل نہیں کرتے۔''

کئی لوہار اور زرگر ایسے بھی گزرے ہیں کہ چیز تیار ہونے کے لیے صرف ایک ضرب کی ضرورت ہوتی کہ وہ اذان سن کر آزار،ہتھیار اور ہتھوڑا پیچھے ہی پھینک دیتے اور مسجد کو چلے جاتے۔اور نیک لوگ صرف جماعت رہ جانے کے غم سے بیمار ہوجاتے۔سلام اللہ علیہم

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عبادت کا شوق،جذبہ اور رغبت نصیب فرمائے اور اپنا با ادب بندہ بنائے۔آمین! یارب کریم!

[1] سلاح الیقظان:210 [2] سورۃ النور:37۔

یاد رہے! رغبت وشوق کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ دنیا چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرلیں، بلکہ رغبت کا مطلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو فوراً اس پر عمل پیرا ہوں۔ کاروبار کریں مگر بوقت عبادت مسجد کی طرف جائیں۔ یہ نہ ہو کہ اول وقت تو درکنار سارا وقت ہی گزر جائے مگر آپ دکانداری میں مصروف رہیں یا دیگر معاملات میں الجھے رہیں، رغبت عبادت کا بنیادی جوہر ہے وگرنہ وقت گزار کر بے وقتی عبادت قدر کھودیتی ہے اور جب رغبت کی جگہ غفلت لے لے تو عبادت کا نور ختم ہو جاتا ہے۔ دنیا کے کاموں میں رغبت اور عبادات میں غفلت برتنے والے سکونِ زندگی اور جوہر بندگی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں بلکہ رب تعالیٰ کے محبوب ولی نے فرمایا:

لَا تَجَالِسُوْا الْمَوْتٰی فَتَمُوْتَ قُلُوْبُکُمْ قِیْلَ مَنِ الْمَوْتٰی قَالَ اَلْمُحِبُّوْنَ لِلدُّنْیَا الرَّاغِبُوْنَ فِیْهَا [1]

''مُردوں کے پاس نہ بیٹھو تمہارے دل مردہ ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا حضرت مردوں سے کیا مراد ہے؟ فرمانے لگے: دنیا سے محبت و پیار پا کر اسی میں رغبت رکھنے والے اور عبادات میں غفلت کا شکار ہونے والے۔''

☆☆☆

خشیت

اللہ تعالیٰ کا باادب جب مکمل شوق سے اس کی جناب میں حاضر ہوتا ہے تو پھر کامل توجہ اسی کی طرف رکھتا ہے یکسوئی کے ساتھ مناجات کے درجات طے کرتا ہے، دنیا کی کوئی چیز اس کی توجہ میں رکاوٹ نہیں بنتی، بلکہ وہ اس کیفیت سے متوجہ رہتا ہے گویا کہ اپنے رب کو سامنے دیکھ رہا ہے، پھر اس توجہ، یکسوئی اور انہماک سے ذات الٰہ کے تصور سے اعضاء پر جو لرزش، ہیبت اور کپکپی طاری ہو اس کو عربی میں خشیت کہتے ہیں، یعنی خالق کائنات کے سامنے آواز کا پست ہونا، نگاہ کا جھک جانا، دل کا لرز جانا اور وجود کا کانپ جانا

[1] سلاح الیقظان :214

یہ سب کچھ خشوع اور خشیت کے مفہوم میں شامل ہے، رب تعالیٰ کی عظمت ہیبت اور جلالت کو دیکھ کر جو بے بسی، آہ وبکاہ، گریہ زاری، عاجزی وانکساری اور تذلّل کے جذبات پیدا ہوتے ہیں وہ خشیت کے ہی مظاہر ہیں اور یہی ادب کا جوہر ہے نیز خشوع اور خشیت دونوں قریب المفہوم ہیں۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ خشیت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْخَشْيَةُ خَوْفٌ يَشُوْبُهُ تَعْظِيْمٌ

''خشیت ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس میں تعظیم ملی ہوئی ہو۔''

یعنی ڈر ہی نہیں بلکہ عقیدت بھرا ڈر، فرطِ محبت میں بے ساختہ دل سے نکلنے والی آہ! خشیت کا اصل مرکز دل ہے، دل جب تعظیم بھرے جذبات سے لرزتا ہے تو سارے وجود پر خشیت کا نور پھیل جاتا ہے۔

میرے پیارے قارئین! سوچنے کی بات ہے کیا یہ نعمت خشیت ہمارے پاس ہے......؟ کیا ادب کا یہ اہم تقاضا ہم پورا کر رہے ہیں......؟

مقام غور ہے......! زندگی گزر گئی اس کی جناب میں حاضر ہوتے ہوئے کیا حاضری کے وقت یہی کیفیت رہتی ہے......؟ ذرا سوچیں! دل کو ٹٹولیں ماضی کی عبادت پر نظر ڈالیں......! شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات۔ خشیت کا مفہوم یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی جب کسی بڑے افسر کے پاس آفس میں جاتا ہے تو بڑی توجہ سے بیٹھتا یا کھڑا ہوتا ہے مکمل توجہ بھی افسر صاحب کی طرف ہوتی ہے اور دل میں تعظیم بھرا ایک خوف بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی ایسی ویسی حرکت خلاف شان ہوگئی تو مقصد حل ہونے کی بجائے سزا کا مستحق ٹھہرادیا جائے گا۔ لوگو! اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہے......؟ کہ انسان اپنے جیسے انسان کے سامنے تو خشیت کا اظہار کرے اور ذات اللہ سے بے پرواہی برتے۔

سیدنا امام سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا:

لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ

''اگر اس کے دل میں عاجزی ہوتی تو سارے وجود پر خشوع ہوتا۔''

اکثر نمازی نماز میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور وہ اسے خشوع سمجھتے ہیں جب کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا جائز نہیں، بلکہ نگاہ سجدہ کی جگہ اور تشہد میں شہادت کی انگلی پر ہونی چاہیے۔

امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی دعائے رکوع سے بھی خشیت کا یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ آپ ﷺ رکوع میں فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ اَنْتَ رَبِّي خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي [1]

''اے اللہ! رکوع تیرے لیے، ایمان تجھی پر، اطاعت تیری ہی تو ہی میرا پرودگار ہے۔ میرے کان، میری آنکھیں، میرا دماغ، میری ہڈیاں میرا گوشت (پٹھے) تیرے لیے عاجزی اختیار کیے ہوئے ہیں۔''

یعنی تیرے تعظیم بھرے ڈر سے کپکپا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہی کیفیت نصیب فرما کر اپنا کمال ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن اور خشیت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اکثر مقامات پر جہاں عبادت کا ذکر فرمایا ساتھ اس ادب کو بھی بیان کر دیا۔ قرآنی اسلوب۔ سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ عبادت وہی قابل قبول ہے جو اس ادب کو ملحوظ خاطر رکھ کر کی جائے بصورت دیگر بدذوقی اور بے پرواہی سے محض جسمانی حرکات وسکنات کرتے رہنا مؤجب سزا ہے۔

قرآن نے خشیت والے کی کیفیت یوں بیان فرمائی:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ

[1] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، صلاۃ لالنبی ﷺ و دعاءہ:1812۔

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ [1]

''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے اور بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ جن سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس (قرآن) کے ذریعے راہ راست پر لے آتا ہے جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔''

کامیاب مومن کون؟

کامیابی انہیں خوش نصیب اہل ایمان کے لیے ہے جن کے پاس خشیت کی دولت ہے وگرنہ اس دولت سے محروم دنیا و آخرت میں ناکام رہے گا۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ [2]

''تحقیق ایسے ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔''

یعنی با ادب کھڑے ہوتے ہیں، ادھر اُدھر نہیں دیکھتے، اپنے کپڑوں کو سنوارتے ہیں نہ بالوں سے کھیلتے ہیں، نہ ہی توجہ ہٹاتے ہیں بلکہ مکمل خشیت کے ساتھ دست بستہ اس کی جناب میں کھڑے رہتے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور عبادت کی قبولیت کی دلیل ہے۔

کیا ابھی خشوع کا وقت نہیں آیا......؟

زندگی کا لطف اسی میں ہے کہ مسلمان کا دل ہر وقت اسی کی جانب متوجہ رہے، دنیا کی میل کچیل سے دل کو غبار آلود نہ کرے اور اگر دنیا کا گرد و غبار دل پر جم جائے تو زندگی

---

[1] سورۃ الزمر:23 [2] سورۃ المومنون:2-1۔

بدمزہ ہو جاتی ہے جب کہ خشیت وخضوع ہی زندگی میں رونق لاتے ہیں۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ○ [1]

"جو لوگ ایمان لائے کیا ان کے لیے ایسا وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر سے اور جو حق نازل ہوا ہے اس سے ان کے دل پسیج جائیں؟ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔"

آج یہی حالت ہے کہ دل سخت اور آنکھیں خشک ہو گئیں کبھی یادالٰہی سے دل لرزا اور نہ ہی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئیں، جبکہ دل کی سختی اور آنکھوں کی خشکی بہت بڑی نعمت سے محرومی ہے۔

معرفت الٰہی سے خشیت آتی ہے

جس شخص کو جس قدر زیادہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوگی اور جس قدر وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو جاننے والا ہوگا اسی قدر اس کے دل میں تعظیم بھرا خوف پیدا ہوگا اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا [2]

"صرف اللہ کے بندوں میں سے خشیت انہی پر طاری ہوتی ہے جو جاننے والے ہیں۔"

یعنی جو اس کی عظمت وقدرت اور جمالات وکمالات اور عمدہ صفات کو جانتے ہیں چاہے وہ کسی کالج یا مدرسہ کے فارغ نہ ہی ہوں۔

---

[1] سورۃ الحدید:16 [2] سورۃ الفاطر:28

یاد رہے علماء سے مراد اصطلاحی علماء مراد نہیں ہیں جو درس نظامی فاضل عربی یا قرأت وتجوید پڑھ کر علماء کہلاتے ہیں بلکہ وہ بھی اس آیت کے مصداق اسی صورت میں ہوں گے جب ان میں خشیت کمال درجہ کی ہوگی۔آج کل عموماً اکثر اصطلاحی علماء میں خشیت کا پہلو نمایاں نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان کی بداعمالیاں، دنیا کی حرص وہوس عام لوگوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے جبکہ کئی ناظرہ پڑھے، معمولی سطح کے مزدور قسم کے لوگ تقویٰ وخشیت کے پیکر ہوتے ہیں۔

قرآن کا بہترین قاری کون......؟

آج خشیت وحقیقت کی جگہ تکلف، تصنع اور بناوٹ نے لے لی ہے۔ بڑے بڑے قراء کرام کانوں میں انگلیاں دے کر الٹے سیدھے ہو کر اس قدر زور لگاتے ہیں کہ جس کا شریعت میں تصور تک نہیں، آج ایسے قراء جب محفل قراءت میں تشریف لاتے ہیں تو ان کا خرچہ لاکھوں میں ہوتا ہے اور بدعملی کی انتہا یہ ہے کہ نہ لباس شریعت کے مطابق اور نہ ہی چہرے پر سنت رسول اور نہ قراءت میں خشیت بلکہ اکثر قراء کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہمیں سانس کے وقفے پر داد ملے۔قرآنی محفل کو بھی تکلفات کے سانچوں میں ڈال کر موج میلہ بنا دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس امت کو ہدایت نصیب فرمائے!

رحمت ورغبت اور خشیت کے عظیم پیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول! بیان فرمائیں قرآن مجید کا سب سے بہتر قاری کون ہے......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً یہ نہیں فرمایا جس کا سانس لمبا ہو یا جو زور زیادہ لگائے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ قِرَآءَۃً اَلَّذِیْ قَرَءَ

''تم میں سے قرآن مجید کا سب سے بہتر قاری وہ ہے جو قرآن کی تلاوت کررہا ہو......وَیَخْشَی اللّٰہَ اور اس پر خشیت طاری ہو۔ [1]

[1] اخبار اصبھان: 58/2، سلسلة صحيحه 4/111۔1583

یعنی قرآن مجید کی تلاوت ایسا اثر دکھلا رہی ہو کہ اس کا دل محبت و تعظیم بھرے ڈر کے جذبات سے بھر جائے اور اس پر حد درجہ رقت طاری ہو، مگر آج کل حالات اس کے برعکس ہیں زور حد درجہ لگایا جاتا ہے مگر قرآن حلق سے نیچے نہیں جاتا۔

احادیث مبارکہ اور خشیت

ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنے ارشاداتِ عالیہ میں خشیت، خشوع اور تعظیم بھرے ڈر کو دل میں رکھنے کی حد درجہ تلقین فرمائی۔ کہیں صاحب خشیت کو بشارت سنا کر اور کہیں دنیا میں اٹکے ہوئے غافل دل کو وعید سنا کر، سیدنا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَسُجُوْدَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَغْفِرَلَهٗ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ [1]

’’پانچ نمازوں کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا۔ جس نے ان کے لیے اچھا وضو کیا اور ان کو ان کے وقت پر پڑھا اور ان کے رکوع، سجود اور خشوع کو پورا کیا اس کے لیے اللہ پر عہد ہے کہ ان کو معاف کر دے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اللہ کے ذمے کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے دے۔‘‘

اس حدیث میں جہاں دیگر فرائض کو پورا کرنے کا ذکر ہوا، ساتھ خشوع کو پورا کرنے کی بھی تلقین کی گئی کہ آدمی پوری دل جمعی، اطمینان اور کامل توجہ سے ڈرتے ہوئے فریضہ نماز ادا کرے وگرنہ غافل نمازی کی بخشش کا کوئی ذمہ نہیں۔

---

[1] سنن النسائی، الصلاۃ، المحافظۃ علی الصلوات 462، صحیح الترغیب اتمام الصلاۃ: 400

دیگر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے امور کی نشاندہی فرمائی ہے جن سے خشیت نہیں رہتی، بول و براز اور بھوک پیاس کو روک کر نماز میں کھڑا ہونا، یا حد درجہ غلبہ نیند ہو ایسی شکلوں میں توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہو سکتی، یہ موانع خشیت ہیں اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: قضاء حاجت پہلے کرو، کھانا پہلے کھاؤ، پھر تسلی سے نماز کے لیے جاؤ۔ اسی طرح ایسے امور کو بھی بڑی تفصیل سے بیان فرمایا: جن سے خشیت میں اضافہ ہوتا ہے مثلاً سادگی اپنانا نقش و نگار سے بچنا، مکمل طہارت اور خوشبو وغیرہ کا استعمال کرنا جس سے جسم و جان کو تازگی و راحت نصیب ہو اور آدمی مکمل یکسوئی، کامل انہماک اور پوری توجہ سے اس کی جناب میں کھڑا ہو۔

خشیت سے خالی دعا

ویسے تو قادرِ مطلق وقت پر ہر قسم کی سنتا اور قبول کرتا ہے مگر خشیت، تواضع اور خشوع سے قبولیت کی توقعات مزید بڑھ جاتیں ہیں جس دعا میں گریہ زاری، آہ و بکا اور دل کی حضوری جتنی زیادہ ہوگی وہ دعا اسی قدر زیادہ لائق قبولیت ہوگی قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً [1]

''اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ غافل اور لاپرواہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔''

خشوع کا نہ رہنا

جب دنیا کی حرص دین کی محبت پر غالب آجائے تو خشوع اٹھ جاتا ہے، بندہ خشیت کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ آدمی بدعملی کے نتیجہ میں امور خیر سے محروم ہو جاتا

---

[1] سورۃ الاعراف:55 [2] جامع ترمذی، الدعوات:3479، سلسلة صحیحه:594۔

ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جوں جوں حرص وہوس بڑھی کئی نعمتوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ شَیْءٍ یُرْفَعُ مِنْ هٰذِهِ الاُمَّةِ الْخُشُوْعُ حَتّٰی لَا تَرٰی فِیْهَا خَاشِعًا [1]

''اس امت سے سب سے پہلے خشوع اٹھالیا جائے گا حتی کہ کوئی خشوع کرنے والا نہیں ملے گا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ مرکزی مسجد میں سینکڑوں نمازی ہوں گے مگر خشوع والا کوئی نہیں ہوگا۔ (اللہ اکبر)

اس حدیث طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر شخص کو اپنی نمازوں میں خشوع وخشیت کا جائزہ لینا چاہیے کیا میری نماز خشیت سے خالی تو نہیں......؟ اگر خالی ہے تو اپنی نمازوں کی اصلاح کریں۔ بسا اوقات ترجمہ وتشریح نہ جاننے کی وجہ سے بھی آدمی خشیت کی دولت سے محروم رہتا ہے دیکھیں آپ کو نماز، مشہور دعائیں اور قرآن پاک کا ترجمہ آتا ہے......؟ اگر نہیں آتا تو آج ہی اپنی آخرت سنوارنے کے لیے وقت نکالیں اور خشوع وخضوع سے بھری نماز ادا کرنے کی فکر کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا وقت غفلت، بے توجہی اور لا پرواہی میں گزر جائے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی ملاقات کرتے ہوئے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خشیت کی عظیم نعمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

خشیت سے نکلنے والے آنسو کی قدر و قیمت

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے خشیت الٰہی سے نکلنے والا ایک قطرہ اس قدر قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ بندے کی آنکھ سے بوجہ خشیت نکلنے والے آنسو کو بڑے پیار سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آنسو کا قطرہ زمین پر بعد میں گرتا ہے مگر رب تعالیٰ سابقہ زندگی کے گناہ پہلے معاف فرما دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ سچا قطرہ ہو اس میں توبہ وندامت کے

---

[1] صحیح الترغیب والترهیب، الصلاة، الترهیب من عدم اتمام الرکوع: 354۔

کیمیکل ہوں ، اسی طرح وہ جہنم کی آگ کہ جس کو سات سمندروں کا پانی ٹھنڈا نہیں کرسکتا ،مگر اس ایک قطرے میں کتنی طاقت وقوت ہے اس نکلنے والے آنسو کی فضیلت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں اور جی بھر کر ایسے آنسو بہائیں۔

1 سب سے زیادہ پسندیدہ قطرہ

خشیت الٰہی سے نکلنے والا قطرہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے زیادہ پسند ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ: قَطْرَۃٌ مِنْ دُمُوْعٍ فِی خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃُ دمٍ تُھْرَاقُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَثَرٌ فَرِیْضَۃٍ مِنْ فَرائِضِ اللّٰہ [1]

”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں ۔خشیت الٰہی سے نکلنے والے آنسوؤں کا قطرہ اور اللہ کی راہ میں بہائے گئے خون کا قطرہ ،دو نشان ،اللہ کی راہ میں لگنے والا نشان (چوٹ وغیرہ) اور اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادائیگی میں بننے والا نشان (ماتھے یا پاؤں وغیرہ پر)

2 قیامت کے دن عذاب سے نجات

جس کی آنکھ سے خشیت الٰہی سے آنسو بہہ پڑے اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن عذاب نہیں دیں گے۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ ذَکَرَاللّٰہَ فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یُصِیْبُ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِہٖ لَمْ یُعَذِّبْہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ [2]

---

[1] جامع ترمذی فضائل الجهاد، ماجاء فی فضل المرابط:1669اسناده حسن۔

[2] مستدرك حاكم ، كتاب التوبه باب فضيلة الذكر الله:369۔له شواهد

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر زمین پر پہنچ گئے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں دیں گے۔''

3 عرش کا سایہ

بلکہ ایسے خوش نصیب کو عرش کی پیاری بہاریں نصیب ہوں گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات خوش نصیبوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا: قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان خوش بختوں کو اپنے عرش کا سایہ نصیب کریں گے ان میں ساتواں خوش نصیب وہ ہوگا۔:

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِصًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ [1]

''ایسا شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔''

4 آگ میں نہیں جائے گا

جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے محفوظ رہے گا، سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ [2]

''خشیت الٰہی سے رونے والا آگ میں نہیں جائے گا یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ آئے۔''

مطلب یہ کہ نہ دودھ تھن میں واپس لوٹ سکتا ہے اور نہ وہ آگ میں جا سکتا ہے۔

5 آگ نہیں چھوئے گی

آگ میں جانا تو درکنار خشیت الٰہی سے آنسو بہانے والا خوش نصیب آگ کی

---

[1] صحیح بخاری، الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین: 1423۔

[2] جامع ترمذی، فضائل جہاد، باب ماجاء فی فضل الغبار: 1633۔صحیح الترغیب: 1269

تپش بھی نہ پائے گا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ [1]

''دوآنکھیں ان کوآگ نہیں چھوئے گی ایسی آنکھ جواللہ کی خشیت سے روپڑی اور ایسی آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں چوکیداری کرتے ہوئے رات گذاری۔''

اے اللہ! ہمیں بھی ایسی آنکھ نصیب فرما جو پانچوں سعادتیں حاصل کرے اور یہ سارے اعزازات اسی وقت ہیں جب خشیت سے آنسو جاری ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سب بہاریں نصیب فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خشیت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خشیت صرف عبادت تک محدود نہ تھی بلکہ ہر لمحہ ہر لحظہ اور ہر گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک دل تعظیم بھرے خوف سے لبریز رہتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اللہ کی عظمت،جلالت،شان بزرگی اور شہنشاہی کے سامنے بے بسی،گریہ زاری آہ وبکاہ اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے رہتے تھے۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ جب کبھی تیز ہوا چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خشیت طاری ہو جاتی،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم جاتے اور اسی وقت ضروری سے ضروری کام چھوڑ کر اس کے سامنے سجدہ میں گر جاتے خیر کی بھیک مانگتے اور مصیبت سے پناہ طلب کرتے۔

تلاوت قرآن میں خشیت عالم کیا ہوتا تھا اس کا اندازہ آپ اس حدیث سے کر سکتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ [2]

---

[1] جامع ترمذی، فضائل الجهاد باب ماجاء فی فضل الحرس:1639صحیح بالشواهد۔

[2] جامع ترمذی، تفسیر القرآن3297،سلسلة احادیث صحیحه:955۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے بال پکنے لگے، آپ بوڑھے ہو رہے ہیں
آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۃ ھود، واقعہ، مرسلات النبا، تکویر نے بوڑھا کر دیا۔

یعنی ان سورتوں کو پڑھ کر جو خشیت مجھ پر طاری ہوتی ہے اس نے مجھے جسمانی طور پر ضعیف کر دیا ہے۔

حرمت رسول کے پاسبانو! بڑے افسوس کی بات ہے وہ سورتیں جن کی تلاوت نے آپ ﷺ کو بوڑھا کر دیا، آپ کے جسم اطہر کو کمزور کر دیا آج تمہیں یہ علم بھی نہ ہو کہ یہ سورتیں قرآن پاک کے کس پارے میں ہیں۔ آیئے! کم از کم ان سورتوں کو پڑھیں اور انہیں پڑھ کر جو روحانی نور نصیب ہوتا ہے اس سے اپنے قلوب واذہان کو منور کریں۔ خشیت الٰہی کی وجہ سے اکثر آپ ﷺ پر رقت طاری ہو جاتی آپ ﷺ کا سارا وجود لرز جاتا اور داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی:

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي [1]
''اے میرے پروردگار! انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جس نے میری پیروی کی وہ تو مجھ سے ہے۔''

اور اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [2]
''اگر تو ان کو عذاب دے وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو بلاشبہ تو ہی غالب حکمت والا ہے۔''

آپ ﷺ یہ دونوں آیات پڑھنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف

---

[1] سورۃ ابراہیم:36۔ [2] سورۃ المائدہ:118۔

اٹھانے کے بعد فرمانے لگے: اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ ''اے اللہ! میری امت اے اللہ! میری امت'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار امت کی بخشش کا سوال کرتے رہے فبکی حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے'' اور اس قدر خشیت بھرے آنسو نکلے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور کہا: جاؤ میرے حبیب سے پوچھو مَا یُبْکِیْكَ ''تجھے کس چیز نے رُلایا دیا......؟'' حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تو جبرائیل علیہ السلام فرمانے لگے: اللہ فرماتے ہیں: آپ غم نہ کریں ہم تجھے تیری امت کے متعلق راضی کردیں گے۔ (سبحان اللہ)

آنکھیں بہہ پڑتیں

تلاوت کرتے وقت، نماز پڑھتے وقت رونا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا جب بھی قرآن پڑھتے سنتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِقْرَأْ عَلَیَّ قُلْتُ: اَقْرَأُ عَلَیْكَ وَعَلَیْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ: فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ، فَقَرَأْتُ عَلَیْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰی بَلَغْتُ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَآءِ شَهِیْدًا قَالَ: اَمْسِكْ، فَاِذَا عَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ [1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کہا کہ مجھ پر قرآن مجید کی قراءت کرو، میں نے کہا: کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قراءت کروں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو قرآن نازل ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں آج دوسرے سے قرآن کی قراءت سننا پسند کرتا ہوں، چنانچہ میں نے سورۂ نساء شروع کر دی حتی کہ اس آیت پر پہنچا (اس وقت کیا حالت ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور تجھے اس امت پر گواہ بنا لایا جائے گا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت سن کر

[1] صحیح بخاری، التفسیر، فکیف اذا جئنا من کل شیء: 4582۔

فرمایا: عبداللہ رک جاؤ! میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔"

ایک روایت میں ہے کہ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عبداللہ! بس کرو رسول اللہ ﷺ کو دیکھو تو سہی وہ کیسے رو رہے ہیں۔ (اللہ اکبر)

ہنڈیا کی آواز کی طرح

رسول اللہ ﷺ کی خشیت اور سسکیوں کا بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّی وَفِیْ صَدْرِهٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الرَّحٰی مِنَ الْبُکَاءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ [1]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا آپ ﷺ کے سینہ اطہر سے ایسی آواز آتی جس طرح چکی پیستے وقت چکی سے آواز آتی ہے یا اس ہنڈیا کی طرح جو آگ پر ابالے کھا رہی ہو۔" (اللہ اکبر)

کیا آج ہماری نماز ایسی ہی ہے.....؟ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ نماز ایسے پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھا، ہمیں بھی اسی طرح خشیت سے سربسجود ہونا چاہیے اور ادب الٰہی کا اہم ترین تقاضا بھی یہی ہے کہ نمازی کا دل تعظیم بھرے ڈر سے اللہ کی جناب میں حاضر ہو۔ آپ ﷺ رات کا طویل حصہ قیام، رکوع اور سجدے میں گزارتے رو، رو کر داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی، پاؤں پر ورم آ جاتا اور یہی سلسلہ تواتر سے رہا ایک روز خدمت گزار بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اے اللہ کے رسول! آپ اس قدر لمبا قیام، اس قدر گریہ زاری کیوں کرتے ہیں.....؟ آپ تو گناہوں سے ویسے ہی پاک ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں.....؟"

قارئین کرام! آپ ﷺ تو ساری زندگی شکر ہی ادا کرتے رہے، کیا طائف کی

[1] سنن ابوداود، الصلاۃ، البکاء فی الصلاۃ: 904، مختصر الشمائل المحمدیہ، للترمذی: 170

گلیوں میں شکر کا حق ادا نہ ہوا تھا؟ احد کے میدان میں زخمی دانت شکر کے لیے کافی نہ تھے؟ کیا دن بھر کے فرائض ونوافل شکر کے لیے مناسب نہ تھے؟ آپ ﷺ تو ساری زندگی خشیت بھری تہجد پڑھ کر شکرادا کرتے رہے، کیا کبھی ہم نے بھی شکر ادا کیا.....؟ اگر کیا تو کس انداز سے.....؟ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں خشیت کی دولت نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کے اسوہ پر مکمل عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

خشیت ہی کے ذریعہ نجات

جو شخص اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت پہچان کر خشیت کے زیور سے آراستہ وپیراستہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مشکل میں اس کی خاص مدد فرماتے ہیں۔ جس کا وجود ظاہر وباطن میں رب تعالیٰ کے حضور لرزاں اور ترساں رہے رب تعالیٰ اس کو دنیا اور دنیاداروں میں شرمندہ نہیں کرتے۔ بلکہ ایسا باادب نعمت خشیت کی بدولت تمام آفات وبلیات اور پریشانیوں سے بچالیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ : خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ [1]

''تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں، ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔''

یعنی ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ سے تعظیم بھرے جذبات کے ساتھ ڈرنے والا کامیاب ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے مسائل اپنی خاص مدد سے حل فرمادیتے ہیں اور، اس کی خصوصی نصرت ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خشیت

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی تربیت فرمائی کہ ان کے دل سے دنیا کی حرص نکال کر آخرت کی طمع اور اللہ کی ملاقات کی آرزو پیدا فرمادی۔ وہ ساری زندگی دنیا کی آلودگی سے دور رہے اور ہمہ وقت ان پر خشیت الٰہی طاری رہی۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حد درجہ رقیق القلب اور خوف خدا سے لرز جانے والے تھے۔ صحیح بخاری میں

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة: 1802، صحيح الجامع الصغير: 3039۔

خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ رَجُلٌ رَسِیْفٌ بڑے نرم دل آدمی تھے وَکَانَ بَکَّآءً اور بہت زیادہ رونے والے گریہ زاری کرنے والے تھے۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ رات کا اکثر حصہ اللہ کے حضور روتے رہتے اور فرماتے اے دنیا تو بہت مکار ہے مجھ سے دور ہو جا تیرا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صاحب خشیت شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ نماز میں ادھر اُدھر نہیں دیکھتا اور مسلمان بھائیوں کے حق میں حد درجہ نرم ہوتا ہے۔'' [1]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا تو فرمایا: آج پہرا کون دے گا......؟ دو صحابی تیار ہوئے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو مہاجر تھے اور دوسرے انصار سے تعلق رکھنے والے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وادی کے کنارے جس رخ پر دشمن ہے وہاں کھڑے ہوکر پہرہ دو چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ سو گئے اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے لگے، دشمن نے جب انہیں کھڑے دیکھا تو سمجھا یہ کھڑا پہرہ دے رہا ہے تو اس نے تاک کر تیر چلایا تو وہ حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گیا انہوں نے نماز ہی میں تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز پڑھتے رہے اس طرح یکے بعد دیگرے دشمن نے دو تیر پھینکے اور وہ بھی ان کے جسم میں پیوست ہو گئے حضرت عباد رضی اللہ عنہ انہیں جسم سے نکالتے رہے اور نماز جاری رکھی، پھر انہوں نے رکوع کیا اور سجدہ کیا نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اٹھایا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور دشمن نے سمجھا کہ وہ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو خون میں لت پت دیکھا تو فرمایا: سبحان اللہ تم نے پہلا تیر نکالنے پر مجھے اٹھایا کیوں نہیں......؟ حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ کہف پڑھ رہا تھا میں نے پسند نہ کیا کہ اسے چھوڑ دوں۔ [2]

رغبت وخشیت کا یہ عظیم کمال اصحاب رسول کو حاصل تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ بھی ان

---

[1] کتاب الزھد، امام وکیع: 599/2۔

[2] صحیح ابن خزیمہ، جماع الابواب، ذکر الخبر الدال علی ان خروج الدم رقم 36، 24/1

کی اس عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [1]

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر تو سخت (مگر) آپس میں رحم دل ہیں تم جب دیکھو انہیں رکوع وسجود کرتے ہوئے اور اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے (کثرت) سجدہ کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر امتیازی نشان موجود ہیں۔''

سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اور خشیت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام علی بن حسین ہے ساری زندگی ایسی رغبت وخشیت اور حسن سے عبادت کی کہ لقب ہی زین العابدین پڑ گیا (عبادت گزاروں کی زینت) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سُمِّيَ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ لِكَثْرَةِ عِبَادَتِهٖ ، کثرت سے عبادت کی وجہ سے زین العابدین نام رکھا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بلا حساب اللہ کی راہ میں غرباء ومساکین پر خرچ کرتے اور اس قدر خلوص سے خرچ کرتے کہ رات کے اندھیرے میں ضرورت مندوں تک غلہ اناج پہنچا دیتے اور ان کو خبر تک نہ ہوتی، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم نیکی کا علم اس وقت ہوا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا: اور فقراء کے گھروں میں غلہ آنا بند ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے۔ إِذَا تَوَضَّأَ اصْفَرَّ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهٗ جب آپ وضو بناتے تو چہرے کا رنگ تبدیل ہو کر زرد ہو جاتا، لوگوں نے سوال کیا حضرت آپ اس قدر سہم کیوں جاتے ہیں.....؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

أَتَدْرُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ أُرِيْدُ أَنْ أَقُوْمَ [2]

''کیا تم جانتے ہو.....؟ میں کس (عظیم شہنشاہ) کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔'' (سبحان اللہ)

[1] سورۃ الفتح:29۔ [2] حلیۃ الاولیاء:229 ترجمہ زین العابدین:133/3۔

قارئین کرام! جو وضو اس قدر کامل توجہ اور خشیت سے کیا جائے، اس وضو سے کیا جانے والا سجدہ کس قدر اعلیٰ ہوگا......؟ اس قیام، رکوع اور تشہد کی کیا ایمانی کیفیت ہوگی......؟ آپ رحمہ اللہ حد درجہ خاشع انسان تھے ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ نے حج کے لیے احرام باندھا اور لَبَّیْكَ کہنے لگے تو جسم کانپنے لگا، لَبیك کہنے کی سکت نہ رہی اور فرمانے لگے مجھے ڈر ہے کہ میرے لبیک کے جواب میں رب تعالیٰ یہ نہ کہہ دیں لا لبیک ''تیری حاضری مجھے قبول نہیں'' اسی طرح لرزتے لرزتے آپ رحمہ اللہ نے فریضہ حج ادا کیا۔ رحمة الله واسعة (ترجمه کتب تاریخ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی رات کا اکثر حصہ عبادت میں رغبت وخشیت کے ساتھ مصروف رہتے، جب رات تاریکی کی چادر کو کائنات پر پھیلا دیتی، جب لوگ آغوش نیند میں ہوتے، آپ رحمہ اللہ عمدہ لباس پہن کر، خوشبو لگا کر قیام اللیل میں مشغول ہو جاتے اور نہایت عاجزی وخشیت کے ساتھ گڑگڑا کر دعائیں مانگتے اور بار بار یہ آیت پڑھتے:

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ [1]

''بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔''

خشیت الٰہی سے داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی، آپ رحمہ اللہ جب سورۃ الزلزال پڑھتے تو آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی، اور داڑھی کو ہاتھ میں پکڑ کر کہتے اے ذرہ برابر نیکی وبدی کا بدلے دینے والے قیامت کے دن اپنے بندے نعمان بن ثابت کو معاف فرما دینا۔ (الله اکبر)

شارح صحیح البخاری امام ابن حجر رحمہ اللہ آپ کا ذکر خیر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَمَنَاقِبُ الْإِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ کَثِیْرَةٌ جِدًّا فَرَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عنه وَاَسْکَنَهُ الفِرْدَوْسَ، آمین [2]

[1] سورۃ القمر: 46 [2] تہذیب التہذیب: 230/4۔

احادیث اور تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے روشن ہیں مقصد انکا احاطہ نہیں صرف بطور نمونہ یاد دہانی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے باادب لوگوں نے کس طرح رغبت وخشیت کا خیال رکھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

رغبت وخشیت کی عبادت میں اہمیت

کمال شوق سے عبادت کے لیے آنا اور حد درجہ خشیت سے اس کی جناب میں کھڑے ہونا یہ عبادت کا جوہر ہے اس کے بغیر محض جسمانی حرکات وسکنات کا فائدہ نہیں ہوتا، پھول کا جوہر خوشبو ہے اگر پھول خوشبو نکال لیں تو پتیاں قدر کھو جاتی ہیں۔ دودھ کا جوہر ملائی یا کریم ہے اگر یہ جوہر دودھ سے نکال دیں تو اس کما حقہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے عبادت کے بنیادی جوہر رغبت وخشیت کا ساری زندگی خیال رکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی عبادت اس جوہر سے خالی نکلے اور قیامت کے روز ضائع کر دی جائے۔

رغبت وخشیت کا خلاصہ

شوق اور ڈر کا مختصر مفہوم یہی ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کے حضور، حاضر ہونے ،کھڑا ہونے اور پیش ہونے کا کامل شوق بھی ہو، اور دل میں خشیت بھی ہو کہ میرے اعمال اس قابل کہاں کہ میں اس کی جناب کے تمام آداب بجا لاسکوں۔ یعنی ملاقات الٰہی کا شوق بھی ہو اور ساتھ ڈر بھی ہو کہیں بے ادبی کی وجہ سے عالی جناب سے جھڑک نہ پڑ جائے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح معنوں میں اپنی شایان شان رغبت وخشیت نصیب فرمائے اور ساری زندگی اپنا باادب بن کر رہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین!

قُلُوْبٌ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالذِّكْرِ تَعْمُرُ
وَأَوْجُهُهُمْ بِالْقُرْبِ وَالْبِشْرِ تَزْهُدُ
يُنَاجُوْنَ مَوْلَاهُمْ بِفَرْطِ تَضَرُّعٍ
وَاَوْمَعُهُمْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَقْطُرُ

اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں پیدا فرمایا اور وہی اپنے بندوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتا ہے، ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اس کی ہر عطا اور فضل پر دل و جان سے راضی ہو جائیں اور وہ جو شان، عزت، مقام، عالی منصب اور جمال و کمال عطا فرمائے اس کی نسبت بھی ہم اسی کی طرف کریں کہ اس سب کچھ میں میرا کوئی کمال نہیں، یہ ساری کی ساری اسی کی رحمت اور اسی کا کمال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر کام میں آدمی کی محنت بھی شامل ہوتی ہے لیکن آپ نے دیکھا کہ اکثر محنت کرنے کے باوجود کچھ ہاتھ نہیں آتا، اس لیے کہ رزق کی فراوانی، اچھی ملازمت کا حصول اور دیگر نوازشات کو اسی ہی کا احسان سمجھ کر اسی کی طرف منسوب کرنا کمال اور ادب کی نشانی ہے۔

باادب لوگ اپنے محسن حقیقی کو کبھی نہیں بھولتے بلکہ وہ حد درجہ کمال پر پہنچ کر کمال کی نسبت محسن حقیقی ہی کی طرف کرتے ہیں، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ کا محسن باپ یا مشفق استاذ آپ کے پاس موجود ہو اور کوئی خوبی آپ کی طرف منسوب کی جائے تو آپ فوراً کہتے ہیں جی اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ ساری والد گرامی یا استاذ صاحب کی مہربانیاں ہیں آپ ادب کا تقاضا سمجھتے ہوئے اپنی تمام خوبیوں کو والد یا استاذ کی مرہون منت قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ اس ادب کا والد اور استاذ سے بھی زیادہ حقدار ہے کہ اسی کو یاد رکھا جائے اور اسی کی طرف نسبت کی جائے۔ اعلیٰ مقام پاکر تکبر کرنا یا اس کی نسبت غیروں کی طرف کرنا حد درجہ بے ادبی اور احسان فراموشی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عظیم حوصلہ

رزق، اولاد، بارش، صحت اور بیماری یہ تمام ایسے امور ہیں جن پر مکمل اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ کوئی دوسرا رزق دے سکتا ہے نہ اولاد، بارش بھی صرف اسی کے اذن سے ہوتی ہے دنیا میں بڑے بڑے دواخانے ہیں مگر شفا خانے پر صرف اسی کا قبضہ

ہے اس میں کوئی نبی یا ولی اس کا شریک نہیں۔ قرآن وحدیث بلکہ پوری انسانیت کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ اس نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کو فاقوں میں رکھا، کئی برگزیدہ انبیاء ورسل علیہم السلام کو باوجود مطالبہ کے ساری زندگی اولاد نہ دی۔ کئی دفعہ ان کے دور میں قحط کا غلبہ رہا، اور اسی طرح انبیاء ورسل علیہم السلام شدید بیمار رہے صحت یابی کے لیے دوا بھی کی دعا بھی کی، مگر سب کچھ کے باوجود بیماری کی شدت میں دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ساری نعمتوں پر اختیار صرف اسی کا ہے اور وہی اپنی مرضی کے مطابق ان نعمتوں میں سے کچھ حصہ عطا کرتا ہے تو ہمیں یہ نعمتیں اس عالی ذات سے پا کر غیروں کے کھاتے میں نہیں ڈالنی چاہئیں۔ کئی مسلمان اولاد ملنے پر واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگوں کی نظر کرم، یا یہ فلاں پیر صاحب کی عطا ہے بلکہ کئی تو نام رکھ دیتے ہیں عموماً ''پیراں دِتہ''۔

اسی طرح کئی اچھے کاروباری صریحًا کہتے ہیں: یہ سارا انہیں کا دیا ہوا ہے بزرگوں کی مہربانی ہے۔ یعنی علی الاعلان رب تعالیٰ کو بھول کر سب کچھ پیر صاحب کی طرف منسوب کر دینا یہ حد درجہ بے ادبی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی نیک ، ولی یا نبی دعا کرے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ واضح الفاظ میں نعمت کی نسبت اس کی طرف کر دی جائے اور حقیقی خالق و مالک کو یاد نہ رکھا جائے ، ایسی بے ادبی سے قرآن وحدیث اور اولیاء کرام رحمہم اللہ نے خود منع فرمایا ہے۔ علی ہجویری رحمہ اللہ جن کو داتا گنج بخش کہا جاتا ہے جب کہ یہ کہنا ہرگز جائز نہیں۔ وہ اپنی کتاب میں اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اے علی! لوگ تجھ کو گنج بخش کہتے ہیں مگر تیرے پاس کسی کو دینے کے لیے کوڑی بھی نہیں۔ تو اس پر فخر نہ کر کیونکہ گنج بخش اور رنج بخش صرف اللہ کی ذات ہے۔'' [1]

حضرت انسان کا اس فرمان کے بعد رب تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی طرف اپنے

---

[1] کشف المحجوب (شیخ علی ھجویری)

کمالات کی نسبت کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ کی بے ادبی اور جرم عظیم ہے۔ یہ عقیدہ کہ مجھے انہیں کی وجہ سے سب مل رہا ہے اور انہیں کا دیا ہوا ہے یہ شرک ہے۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَّةِ عَلٰی أَثْرِ سَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ، فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ......؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ: قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ کَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ، فَذَالِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ کَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا، وَکَذَا، فَذَالِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز حدیبیہ میں ایسی رات پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے تمہارے، پروردگار نے کیا کہا ہے......؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اللہ نے فرمایا: آج صبح بہت بندے مومن ہوئے اور بہت سے کافر، جس نے کہا کہ بارش اللہ کے فضل و کرم سے ہوئی ہے وہ مومن ہے اور جس نے کہا بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے وہ کافر ہے۔"

معلوم ہوا ستاروں اور غیروں کی طرف نسبت کرنا اور اللہ کو بھلانا یہ بے ادبی ہی نہیں کفر بھی ہے، افسوس! کہ آج کلمہ گو مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود اپنے ہر کمال کو اولیاء اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے جو کہ اس کے لیے قطعاً روا نہیں ہے۔

یاد رہے! کچھ جاہل یا متجاہل یہاں دھوکہ میں مبتلا کرتے ہیں کہ دون اللہ اور اولیاء اللہ میں فرق ہے، دون اللہ سے مانگنا شرک اور ان کی طرف نسبت حرام ہے،

[1] بخاری، الاذان، الذکر بعد الصلاۃ: 846۔

اولیاء اللہ سے مانگنا بھی جائز ہے اور ان کی طرف نسبت بھی درست ہے۔ جبکہ اس فرق کی بنیاد پر شرک کے چور دروازے کھولنا درست نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں اولیاء اللہ کا مقام بہت بلند ہے مگر مانگنا اسی سے چاہیے جس سے وہ مانگتے رہے نسبت اس کی طرف جس کی طرف وہ کمالات کی نسبت کرتے رہے اور وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

قارئین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کوئی اللہ کا ولی ہو سکتا ہے......؟ اس امت کے سب سے پہلے اولیاء اللہ وہ اصحاب رسول ہیں تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے پیروکار تابعین نے مانگا......؟ کیا کوئی تابعی کسی زندہ یا فوت شدہ صحابی کی قبر پر رزق، اولاد وغیرہ لینے گیا......؟ اگر نہیں گیا تو ہمیں بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ یاد رہے! سورہ نوح آیت 23 میں جن پانچ ناموں کا ذکر ہے وہ بھی اولیاء اللہ ہی تھے اور یہ پانچوں قوم نوح علیہ السلام کے اولیاء اللہ کے نام تھے جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے عقیدت مندوں کو کہا کہ ان کی تصویریں بنا کر تم گھروں اور دکانوں میں رکھو تا کہ ان کی یاد تازہ رہے اور ان کے تصور سے تم بھی نیکیاں کرتے رہو۔ جب یہ تصویریں بنا کر رکھنے والے فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی نسلوں کو یہ کہہ کر شرک میں مبتلا کر دیا کہ تمہارے آباؤ اجداد تو ان کی عبادت کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ [1]

بہر حال یہ تفصیل کا موقع نہیں، عقلمندوں کے لیے یہی بات کافی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر خوبی، کمال اور بلندی کی نسبت اپنی طرف ہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

جو شخص خود کو عاجز سمجھ کر رب تعالیٰ کو غالب جان کر ہر خیر کو اسی کی رحمت کا نتیجہ کہے رب تعالیٰ سے پھر کمی نہیں آنے دیتے۔ اعتراف نعمت اور ادب اللہ کا اولین تقاضا یہ بھی ہے کہ شان ملنے کے بعد یہی کہا جائے کہ ساری میرے پروردگار ہی کی مہربانی ہے میرا اس میں کوئی کمال نہیں۔ اور حقیقت میں وہی ہے جس نے ایسے اسباب اور مواقع پیدا فرمائے

---

[1] صحیح بخاری، سورۃ نوح۔ 4920۔

کہ ہمیں زمانے بھر کا معزز بنا دیا وگرنہ بڑی بڑی عقلوں والے دھکے کھا رہے ہیں۔

مگر افسوس! کہ آج کا انسان اس طرح غرور کرتا ہے کہ گویا رب نام کی کوئی شئے نہیں سب کچھ پانے میں صرف اسی کا کردار ہے جب کہ ہمارے اسلاف اور جتنے بھی باکمال انبیاء ورسل علیہم السلام اور باعمل مسلمان بادشاہ اور امراء گزرے انہوں نے عزت وعظمت پا کر یہی کہا: یہ صرف اللہ کا فضل ہے صرف اسی کی توفیق وعطا ہے۔ اوران کے سنہرے جملے آج بھی قرآن کی زینت ہیں اور تاریخ کے اوراق ان سے روشن ہیں اور جن احسان فراموشوں کو یہ حقیقت سمجھ نہیں آئی ان کا بدتر انجام بھی سب کے سامنے ہے۔ آیئے چند مثالوں سے اس ادب کی تفصیل کا مطالعہ کریں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

سیدنا یوسف علیہ السلام اور کمال کی نسبت الی اللہ

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے قابل قدر اور صاحب شرف بیٹے کا نام یوسف ہے آپ علیہ السلام حسن وجمال کے پیکر، صبر واستقلال کے پہاڑ، عفوودرگزر کے پتلے اور عاجزی وانکساری کے مجسمے تھے۔ آپ علیہ السلام کی عظمت وشان اور عالی مقام کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پوری سورت قرآن مجید میں نازل فرمائی اور اس سورت مبارکہ میں جو علم وحکمت اور آداب وسائل کے موتی بیان فرمائے ان کو ''احسن القصص'' سے تعبیر فرمایا۔ سوتیلے بھائیوں کی کارستانی آپ جانتے ہیں اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ سوتیلے بھائیوں کے شر سے بمشکل ہی بچا جا سکتا ہے بہرحال آپ علیہ السلام جس عزیز مصر کے گھر تھے اس کی اہلیہ نے آپ کو برائی پر اکسایا، قرآن مجید کا بیان ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَاللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ [1]

---

[1] سورۃ یوسف:23۔

''تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر لیے۔ کہنے لگی: اے یوسف! جلدی آؤ! انہوں نے کہا: اللہ پناہ میں رکھے، میرے رب نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا ہے وہ ظالموں کو کامیاب نہیں کرتا۔''

آپ علیہ السلام نے جب اس گناہ سے بچنے کا ذکر کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ میری ہمت ہے کہ میں بچ گیا، دیکھا میرا کمال کیسے میں بچا! بلکہ آپ علیہ السلام نے حد درجہ تواضع اور گناہ سے بچنے کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1]

'' اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس تو اکثر برائی پر اکساتا رہتا ہے مگر جس پر میرے پروردگار کی رحمت ہو یقیناً میرا رب معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

یعنی آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی، نفس کا کام تو برائی کے کاموں پر اکسانا ہی ہے، لیکن یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اللہ گناہ سے بچا دیتا ہے اور اسی پروردگار نے اپنی رحمت سے مجھے بچایا۔

آج ہمیں بھی چاہیے کہ جب گناہ سے بچیں تو یہی کہیں کہ میرے رب نے مجھے محفوظ فرمایا یہ ساری میرے رب کی مہربانی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، اگر اس کی خاص توفیق اور مدد شامل حال نہ ہو تو شیطان کے مکر آدمی کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اللہ کے فضل وکرم سے ہی آدمی گناہوں سے بچتا ہے جب اس کے فضل وکرم سے بدی سے بچتا ہے تو پھر حق بھی یہی ہے کہ نسبت اسی کی طرف کی جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے صاف ظاہر ہے اور ادب الٰہی کا بھی یہی تقاضا ہے۔

---

[1] سورۃ یوسف:53۔

دوسرا موقع اور کمال کی نسبت اللہ کی طرف

اسی طرح آپ علیہ السلام آزمائش کے تمام مراحل بخوبی پورے کرتے ہوئے تختِ مصر پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ علیہ السلام نے سوتیلے بھائیوں کو شرمندہ کرنے کے لیے اور اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے کوئی ایسا بول نہیں بولا جس میں عزت وعظمت اور کامیابی کی نسبت اپنی طرف ہو، حالانکہ ایسے مواقع پر آدمی بڑے بڑے بول اپنی زبان سے کہہ جاتا ہے آپ علیہ السلام نے ایسے خوبصورت کلمات اپنی زبان سے ادا کیے کہ شکریہ کا حق ادا کرتے ہوئے سارے کمالات واعزازات کی نسبت اللہ ہی کی طرف کی اور بھائیوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ [1]

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا، کیونکہ جو کوئی اس سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔"

یعنی آپ علیہ السلام نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کا احسان قرار دیا اور فرمایا: یہ اس کی نظرِ کرم ہے کہ اس نے کنویں کی گہرائیوں سے نکال کر تختِ مصر کی بلندیاں عطا فرمائیں، آج ہمیں بھی اپنا منصب، عہدہ اور مقام پا کر اس احسان کو یاد رکھنا چاہیے اور زبانی اس کا اقرار کرتے ہوئے ساری زندگی اس کے سامنے سربسجود رہنا چاہیے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور نسبت کمال

سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ نے کئی کمالات میں آپ علیہ السلام کو امتیازی شان عطا فرمائی آپ علیہ السلام کی دعا:

رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ

"اے پروردگار! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔"

[1] سورۃ یوسف:90۔

رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما کر ایسی شان وشوکت اور بادشاہت سے نوازا کہ بعد میں وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ لیکن آپ علیہ السلام نے ہر نعمت، عظمت اور کمال پانے کے بعد کسی چیز کی نسبت اپنی طرف نہیں کی بلکہ کمال ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝ [1]

''اے لوگو! ہم پرندوں کی بولیاں سکھلائے گئے ہیں اور ہمیں ہر نعمت دی گئی ہے اور بلاشبہ یہ (اللہ ہی کا) واضح فضل وکرم ہے۔''

اس آیت کریمہ سے دو واضح اصول سامنے آئے۔

(1)۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے وسعت علم کا عالم یہ تھا کہ پرندوں کی چہ میگوئیاں بھی اچھی طرح سمجھتے تھے اور شاید آدمیت میں کوئی ایسا شخص نہ گزرا ہو جو پرندوں کی باتیں اچھی طرح سمجھنے والا ہو۔ اس قدر ممتاز شان کے باوجود اپنے علم پر ناز نہیں کیا، اپنی بڑائی کا نعرہ نہیں لگایا بلکہ فرمایا: یہ میرے رب ہی کا عظیم فضل ہے کہ اس نے مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔

آج علماء کرام اور سکالرز حضرات کا بھی یہی انداز ہونا چاہیے کہ وسعتِ مطالعہ کو فضل الٰہی سمجھ کر اس کی نسبت بھی اسی کی طرف کریں، کہ جو چند الفاظ میری زبان سے ادا ہوئے ہیں یہ محض اسی کی عنایت، توفیق اور کرم وفضل کا نتیجہ ہے اس میں میرا کوئی شخصی کمال نہیں۔ جب حاملین علم وفضل کی یہ سوچ ہوگی تو پھر تکلفات غالب نہیں آئیں گے اور آج کل ہم عقیدۃً سلفی علماء کرام کے درمیان بھی جو ایک دوسرے کو زیر کرنے، زچ کرنے اور غیر اخلاقی سخت الفاظ میں تنقید وتردید کرنے کی وبا پھیل رہی ہے ان شاء اللہ کافی حد تک کم ہوگی۔

یاد رہے! نرم لب ولہجہ اور احترام بھرا اندازِ تحریر ہی بتلاتا ہے کہ یہ عالم علم کو اپنی

[1] سورۃ نمل: 16۔

دہلیز کی لونڈی یا ذاتی جاگیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھتا ہے۔

2۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں ہر نعمت دی گئی ہے نبوت و رسالت، بادشاہت و سلطنت، صحت و سلامتی، علم و فضل، مقام و مرتبہ گو کہ ہر طرح کی عظمت و عزت سے ہمیں نوازا گیا ہے اور یہ سب کچھ میری محنت، ذہانت اور قربانی کا نتیجہ نہیں بلکہ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ بلکہ یہ اسی پروردگار کا واضح کرم و فضل ہے۔

ہمیں بھی چاہیے کہ فراوانی و آسانی اور کامیابی پاکر ہر ملنے والے کو یہی نہ کہتے رہیں جناب یہ میری محنتوں کا نتیجہ ہے، سر آپ ہی کی دعاؤں کا صلہ ہے۔ بلکہ یہی کہیں یہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اسی کی کمال رحمت کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی آپ کی محنت و کوشش اور دعا کا صلہ اور اجر و ثواب عطا فرمائے۔ آمین! مگر افسوس! کہ لوگوں کا ادب کرتے ہوئے ان کو خوش کرنے کے لیے کامیابی و آسانی کی نسبت فوراً ان کی طرف تو کر دیتے ہیں اور محسن حقیقی کو فراموش کر جاتے ہیں یہی بے ادبی ہے وگرنہ باادب اعلیٰ مقام پاکر ہمیشہ اپنے خالق حقیقی کی تعریف کو ہی مقدم رکھتے ہیں۔

کائنات کا منفرد کارنامہ اور نسبت الی اللہ

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب ہُد ہُد کو غائب پایا تو فرمایا: اگر حاضری پر اس نے معقول دلیل پیش نہ کی تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا، تھوڑی دیر کے بعد ہد ہد حاضر ہوا اور کہا: میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جو آپ کے علم میں نہیں ہے چنانچہ ہد ہد نے سارا ماجرا بیان کیا آپ علیہ السلام نے ہد ہد کا بیان سن کر مکمل تحقیق کی تو بات سچی نکلی آپ علیہ السلام نے ملکہ سبا کے تخت کے متعلق فرمایا:

يَا اَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ [1]

''اے سردارو! تم میں سے کون ہے جو ملکہ سبا کا تخت اس کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس لے آئے؟''

[1] سورۃ نمل: 38۔

چنانچہ ایک طاقتور جن نے کہا:

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ

''میں آپ کو آپ کی مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں۔''

کہا: کہ میں یہ ذمہ داری ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔

وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○

''یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔''

تخت کے جواہرات میں خیانت نہیں کروں گا۔ دربار میں موجود ایک مومن نے عرض کی:

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ

''میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔''

اور واقعی بلقیس کا تخت تھوڑی دیر میں یمن سے بیت المقدس پہنچ گیا جب آپ علیہ السلام نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ قف لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ط وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ [1]

''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری۔ شکر گزار اپنے ہی نفع کے لیے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ اور بزرگ ہے۔''

اسے نہ شکر کرنے والوں کی ضرورت ہے نہ کافروں کی ناشکری سے اس کا کچھ بگڑتا ہے۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنی جماعت کے ایک جانثار کا جب یہ عظیم کارنامہ دیکھا، کہ لمحہ بھر میں اس نے اپنا دعویٰ پورا کر دکھلایا تو فوراً فرمانے لگے: ''یہ صرف میرے رب

---

[1] سورۃ نمل:40۔

کا فضل ہے۔'' ہم جیسا کمزور ایمان ہوتا پہلے تو اپنے اس مقتدی کی مٹھیاں بھرتا، پھر اس کی مدح وستائش کے پل باندھتا، پھر جی حضوری کرتے ہوئے سوال کرتا جناب آپ کے پاس کون سا نوری علم ہے......؟ آپ نے تو کمال کر دی۔ آپ جیسا با کمال مستحق ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیا بات ہے آپکی...... واہ جناب......

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سب سے پہلے اس عظیم کارنامے کی نسبت اپنے خالق ومالک کی طرف کی اور فرمایا: اس میں کسی کا کوئی کمال نہیں یہ اس کی عطا اور صرف اس ہی کا فضل ہے۔ اور ادب کی بلندی بھی اس میں ہے کہ محنت آدمی کرے، کوشش بندہ خود کرے، دھکے کھائے، قربانی خود پیش کرے۔ لیکن جب کامیابی، بلندی اور عزت نصیب ہو تو سچے دل سے یہی کہے! هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ

اللہ تعالیٰ پھر ایسے باادب بندے پر حد درجہ خوش ہی نہیں ہوتے بلکہ اپنی نوازشات کے سارے دروازے کھول دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ مَیں مَیں نے ہمارا بیڑہ غرق کر دیا ہے بندے کی صرف یہی کوشش ہوتی ہے صرف میری تعریف ہو اور ہر خوبی وکمال کی نسبت بھی میری طرف ہی کی جائے۔

قارئین کرام! جب من میں خودی کی حرص وہوس اس قدر پیدا ہو جائے تو زندگی کا سکون برباد ہو جاتا ہے اس لیے ہمیشہ اپنے خالق ہی کی تعریف کریں اور اسی کو لائق شکر سمجھ کر ہر کمال وجمال کو اسی کی طرف منسوب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

سیدہ مریم علیہا السلام اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کا سرپرست بنایا آپ علیہ السلام رشتے میں ان کے خالو بھی تھے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو عبادت کے لیے خاص کمرہ دیا گیا تھا جس میں وہ رغبت وخشیت سے عبادت میں مشغول رہتیں اور اس کمرہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کے سوا سب کا داخلہ ممنوع تھا۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو سامان اکل وشرب بھی آپ علیہ السلام ہی پہنچایا کرتے تھے ایک بار اچانک کیا دیکھا کہ ابھی سامان اکل

وشرب لے کر داخل ہوئے ہیں کہ آپ علیہا السلام کے پاس تر وتازہ کھانے پینے کا سامان موجود ہے آپ علیہ السلام نے حیرانی سے پوچھا:

يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هٰذَا

"اے مریم! یہ تیرے لیے کہاں سے آیا......؟"

آپ علیہا السلام نے فوراً اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ [1]

"وہ میرے اللہ کی طرف سے ہے۔" (اس سے زیادہ میں نہیں جانتی ہوں)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ غائبی مدد کا ظہور ہونے پر اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم کہہ کر اسی طرف منسوب کر دینا چاہیے۔ یہی احسان اور ادب کا تقاضا ہے لیکن ہمارے ہاں اس کے برعکس خواتین عقیدہ میں حددرجہ کمزور ہوتی ہیں آسانی وفراوانی اور رزق ملنے پر ان کی زبان پر یہی ہوتا ہے کہ "میرے تے میرے پیراں دا کرم اے" انہوں کی طفیل سب کچھ مل رہا ہے، سیدہ مریم علیہا السلام نے جواباً یہ تو نہیں فرمایا: تھا کہ خالو جان آپ پوچھ رہے ہیں رزق کہاں سے آیا......؟ خالو جان یہ آپ کی طفیل تو سب کچھ مل رہا ہے۔ بلکہ واشگاف توحید بھرے جملہ میں یوں فرمایا: ھو من عند اللہ۔ رزق کو اپنی نیکی کا نتیجہ کہا، نہ ہی کسی کو اللہ تعالیٰ کی عطا میں شریک کیا اور یہی ادب الٰہی کا تقاضا ہے۔

حضرت ذوالقرنین اور نسبت کمال اللہ کی طرف

ذوالقرنین ایک ایسا حکمران تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت حکومت اقتدار اور اسباب ووسائل کی فراوانی سے نوازا تھا آپ کا دورِ حکمرانی 539 قبل از مسیح ہے آپ کے اقتدار اور ساز وسامان کا رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا:

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا [2]

"ہم نے انہیں زمین پر اقتدار دیا اور ہر قسم کے وسائل مہیا کیے۔"

---

[1] سورۃ آل عمران: 37 [2] سورۃ الکہف: 85۔

آپ مشرقی و مغربی ممالک کو فتح کرتے ہوئے ایک ایسے پہاڑی درّے پر پہنچے کہ جس کی دوسری طرف یاجوج اور ماجوج تھے وہاں کے لوگوں نے آپ سے ایک مطالبہ کیا، جس کا ذکر رحمٰن نے یوں فرمایا:

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ۝ [1]

”انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج و ماجوج اس سرزمین میں فساد کرنے والے ہیں تو کیا ہم تیری کچھ آمدنی طے کر دیں اس شرط پر کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے۔“

بادشاہ ذوالقرنین نفس پرست اور مال و دولت کا حریص نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا اور آخرت پر ایمان رکھنے والا مومن شخص تھا۔ اس نے جوابًا کہا:

مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ۝ [2]

”جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہ بہت بہتر ہے، اس لیے تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو میں تمہارے اور ان درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔“

ذوالقرنین نے فوراً اپنی خدمات پیش کی اور تعمیراتی سامان مزدوروں سمیت طلب کیا اور فرمایا:

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا [3]

”تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ، یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کا درمیانی حصہ برابر کر دیا تو کہا: آگ تیز جلاؤ

---

[1] سورۃ کہف:94 [2] سورۃ کہف:95 [3] سورۃ کہف:96

یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنا دیا تو کہا: لاؤ میرے پاس پگھلا ہوا
تانبا میں اس کو اس پر انڈیل دوں۔"

جب گرم چادروں پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا گیا تو وہ ایسا لمبا مضبوط بند بن گیا کہ یاجوج ماجوج اس کو پار کرنے یا اس میں نقب زنی کرنے سے عاجز آ گئے۔ حد درجہ مضبوط اور لمبی چوڑی دیوار قائم کر دی اور اس عظیم کارنامے کو سرانجام دیکر اپنی زبان سے ایسا تاریخی جملہ کہا کہ ساری کوشش ومحنت اور ہنرمندی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی اور رب تعالیٰ نے اس پیارے جملے کو قرآن بنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرما دیا۔
حضرت ذوالقرنین نے فرمایا:

هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا [1]

"یہ میرے رب کی رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آ گیا وہ اسے
زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سچا ہے۔"

سیدنا ذوالقرنین کے مثالی جواب سے تین باتیں سامنے آئیں۔

1۔ ہمیں نیکی، اچھائی اور احسان کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قدر مقام عطا فرمایا ہے کہ ہماری توجہ، سفارش یا راہ نمائی سے کسی غریب کا بھلا ہو سکتا ہے تو ہمیں اول فرصت اس سے تعاون فرما کر اپنا اللہ تعالیٰ سے اجر لینا چاہیے۔ اس کے برعکس کسی ساتھی، مقتدی یا شاگرد کا کام کرنے سے پہلوتہی کرنا، جھوٹے وعدے دے کر اس کو پریشان کرنا یا کام کرنے کے لیے تکلفات کا مظاہرہ کرنا رشوت کا مطالبہ کرنا، ایسا کردار کسی دنیادار جاہل کا تو ہو سکتا ہے خدا خوف مسلمان یا باعمل عالم دین کا نہیں ہو سکتا۔

2۔ نیکی کا کام سرانجام دیکر اپنی صلاحیتوں اور کارناموں کی داستان کھولنے کی بجائے، اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق کہہ کر اسی کی طرف منسوب کر دینا چاہیے

[1] سورۃ کہف:98۔

اکثر دنیادار تو درکنار دینی ذوق رکھنے والے معمولی سا کارنامہ انجام دے کر اترانا شروع کر دیتے ہیں جب تک تعمیر کروائی ہوئی مسجد پوری اپنے تسلط میں نہ کرلیں خودی کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی، جی یہ میری محنتوں کا نتیجہ ہے، یہ ادارہ میری وجہ سے چل رہا ہے یا کسی بھی پروگرام میں اللہ تعالیٰ ان سے کام لے لے وہ شکر، تواضع اور نسبت الی اللہ کی بجائے فخر وغرور اور گھمنڈ کا شکار ہو جاتے ہیں جب کہ ایسا کرنا عمل ضائع کرنے کے برابر ہے۔

3۔ اپنی مضبوط سے مضبوط بلڈنگ، کوٹھی اور بنگلے پر بھی نازاں نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے عارضی جانتے ہوئے، توجہ آخرت کی طرف کرنی چاہیے آج لوگ پانچ مرلہ مکان یا بیس مرلہ کی کوٹھی بنا کر فکر آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں اور ان کی ساری توجہ مکان، دکان اور کوٹھی تک محدود رہتی ہے۔ سیدنا ذوالقرنین نے کام بھی کیا اس سے اللہ کی قوت اور غلبے کی طرف اشارہ بھی فرمایا اور اس سے آخرت کی طرف لطیف اشارہ بھی ملتا ہے کہ یہ مضبوط ترین دیوار بالآخر فنا ہوگی۔ حضرت ذوالقرنین کا یہ فرمان حد درجہ قابل توجہ ہے دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہمیں بھی انہی جذبات سے سرشار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہر نعمت کی نسبت الی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی رحمتوں، برکتوں اور معجزات سے بھری پڑی ہے جب بھی کوئی عام معمول سے ہٹ کر معاملہ پیش آتا یا معجزے کا ظہور ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اس کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کر دیتے۔ کبھی فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کبھی فرماتے یہ اسی کے فضل سے ہے اور کبھی بَرَكَةٌ مِنَ اللّٰهِ فرما کر سارے کمالات اسی طرف منسوب فرما دیتے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معمول کی دعائیں بھی حد درجہ تواضع پر مبنی ہوتیں اور ان میں بھی کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی مندرجہ ذیل چار دعائیں ایسی ہیں کہ ان میں ہر نعمت عطا، خوبی اور کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

1 صبح وشام کی ایک دعا

آپ ﷺ یہ دعا صبح وشام پڑھتے اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس کو صبح پڑھا اس نے رات کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس کو شام کے وقت پڑھا اس نے دن کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ [1]

”اے اللہ! میں جس نعمت پر بھی صبح کی وہ صرف تیری ہی طرف سے ہے تیرا کوئی شریک نہیں، تو اکیلا ہے اور ہر قسم کی تعریف اور شکر تیرے ہی لیے ہے۔“

یعنی ہر نعمت تیری ہی عطا ہے اس میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ اس دعا میں ایسا کوئی جملہ نہیں، جس میں ہو کہ یا اللہ! جو نعمت تو نے مجھے فلاں کی طفیل دی یا فلاں کے وسیلے سے عطا فرمائی اس پر اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ بلکہ بغیر طفیل، وسیلہ کے محض اپنے فضل وکرم سے تو نے عطا فرمائی۔

2 سوتے وقت ہر عطا کی نسبت الی اللہ

سارا دن آدمی خود محنت، مزدوری اور کام کرتا ہے بظاہر کھانے پینے اور سونے کے تمام لوازمات خود جمع کرتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آرام کے لیے لیٹتے تو تمام احسانات وعنایات کی نسبت اللہ جل جلالہ کی طرف کرتے، کہ یا اللہ! میں کچھ نہیں سب کچھ آپ نے اپنی کمال رحمت سے کیا ہے آپ ﷺ بستر پر لیٹتے یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ [2]

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور وہ ہمیں کافی

---

[1] سنن ابوداود، الادب، مایقول اذا اصبح: 5073۔

[2] صحیح مسلم، الذکر والدعاء، الدعا عند النوم۔

ہو گیا اور ہمیں جگہ دی ورنہ کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ کوئی جگہ دینے والا۔"

اس دعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکر بھری زندگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر حق باری تعالیٰ کے شاکر تھے اور نعمت وعطا کو اسی کی طرف منسوب کر کے بستر پر لیٹتے۔

3 لباس پہنتے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس پہن کر بھی یہی کہتے: یہ میرے رب نے مجھے اپنی رحمت سے ہی عطا فرمایا اس کے حصول میں میری کوئی بڑائی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لباس پہنتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھتا ہے رب تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ [1]

"ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے جس ذات نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری کسی کوشش اور طاقت کے بغیر مجھے عطا فرمایا۔"

اس حدیث طیبہ میں دعا پڑھنے کی جو عظیم فضیلت بیان ہوئی ہے اس کی بنیادی وجہ اور حکمت بھی یہی ہے کہ بندہ سب کچھ کی نسبت اپنے پیارے پروردگار کی طرف کرتا ہے اور رب تعالیٰ اپنے بندے کے عظیم عقیدے اور جذبے کو دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ محنت خود کرتا ہے کوشش وکاوش کے تمام مراحل خود طے کرتا ہے مگر جب اچھا لباس زیب تن کرتا ہے تو کہتا ہے یا اللہ! میں نے کچھ نہیں کیا یہ سب کچھ تو نے ہی پہنایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے توحید بھرے، شکر بھرے عظیم کلمات سن کر اس کی عنایات میں اضافہ فرماتے ہوئے اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر

طاقتور، صحت منداور تندرست انسان شاید یہ سمجھتا ہو کہ میری توانائی ورعنائی کی

---

[1] مستدرك حاكم، اللباس الدعا عندفراغ الطعام:7486۔صحيح الترغيب :2042۔

وجہ یہ ہے کہ میری خوراک اچھی ہے میں ورزش میں کوتاہی نہیں کرتا یا میں اچھی ادویات استعمال کرتا ہوں اس لیے بیماری میرے قریب نہیں آتی۔ یہ سوچ ہرگز درست نہیں بڑی بڑی خوراکوں، ورزشوں اور ناز نخرے میں پلنے والے معذور، اپاہج اور دائمی مریض بن جاتے ہیں گو کہ اچھی خوراک اور ورزش کا اثر ضرور ہوتا ہے مگر اصل میں کرم فرما ذات وہ اوپر ہے اس کو ہر چیز سے پہلے یاد رکھنا چاہیے اچھی صحت کی نسبت خوراک یا ورزش کی طرف کرنے کی بجائے اسے یاد رکھا جائے کہ میری صحت و طاقت کا اصل راز قدرت کی عطا ہے اس کی مہربانی کہ اس نے مجھے صحت جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ یاد رہے! صحت خوراک، ورزش یا اچھی ادویات استعمال کرنے سے ہی نہیں مل جاتی بلکہ منظوری اوپر سے ہوتی ہے کیوں نہ ہو کہ جس کی طرف سے اصل منظوری ہوتی ہے اس کو سب سے پہلے یاد رکھا جائے اور ہر قسم کی عافیت کو اسی کا کمال قرار دیا جائے۔ آپ ﷺ مصیبت زدہ اور بیماری میں مبتلا شخص کو دیکھ کر ایک دعا پڑھتے اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی معذور شخص کو دیکھ کر مندرجہ ذیل دعا پڑھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ساری زندگی اس مرض اور مصیبت سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلاً [1]

"ہر قسم کا شکر اسی اکیلے اللہ کی ذات کا جس نے مجھے اس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت بخشی۔"

غرض کہ آپ ﷺ قدم قدم پر ملنے والی خیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے کبھی بھی کسی کمال کو اپنی شخصیت و ذات کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔ بلکہ صدیقہ کائنات ؓ آپ ﷺ کا معمول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَأٰى مَا يُحِبُّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَاِذَا رَأٰى مَا يَكْرَهُ قَالَ:

---

[1] جامع ترمذی، الدعوات، ماجاء مایقول اذا رای مبتلی: 3431، ابن ماجہ، تعبیر الرؤیا مایدعو به الرجل۔ صحیح الجامع الصغیر: 555۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ [1]

رسول اللہ ﷺ جب کوئی ایسا منظر دیکھتے جو آپ ﷺ کو اچھا لگتا آپ ﷺ فرماتے: ہر قسم کا شکر اور تعریف اسی اللہ کی جس کی نعمت سے اچھے کام مکمل ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جب کوئی ناپسندیدہ معاملہ دیکھتے تو فرماتے: ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

معلوم ہوا! ہر قسم کے کمال کو باکمال ذات، ذاتِ الٰہی کی طرف ہی منسوب کرنا چاہیے یہی ادب الٰہ کا تقاضا ہے مگر اکثر لوگ اکثر مقامات پر اس ادب کو بھول جاتے ہیں اور غیر کے قصیدے ان کے منہ پر ہوتے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت ہر نعمت ہر خوبی اور کمال کو اپنی ذات کی منسوب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نسبت............

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شان وشوکت اور عظمت کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی ایمانی قوت کا ذکر کرتے ہوئے رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: جس گلی سے میرا عمر رضی اللہ عنہ گزر جائے شیطان بھی وہ گلی چھوڑ دیتا ہے، یعنی شیطان ایمان عمر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جرأت و بہادری اور بے باکی کے جوجواہر عطا فرمائے تھے تاریخ ان سے بھری پڑی ہے مگر اس قدر طاقتور، جواں ہمت امیر المومنین کا ہر تواضع اور خوبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، طارق بن شہاب کہتے ہیں:

خَرَجَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اِلَى الشَّامِ وَمَعَنَا اَبُو عَبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ فَأَتَوْا عَلَى مَخَاضَةٍ، وَعُمَرُ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ، فَنَزَلَ عَنْهَا وَخَلَعَ خُفَّيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَلَى عَاتِقِهِ وَأَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَتِهِ فَخَاضَ بِهَا الْمَخَاضَةَ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: يَا أَمِيرَ

[1] سنن ابن ماجه، الادب فضل الحامدين 3803۔

الْمُؤْمِنِيْنَ! أَنْتَ تَفْعَلُ هٰذَا؟ تَخْلَعُ خُفَّيْكَ وَتَضَعُهُمَا عَلٰى عَاتِقِكَ، وَتَأْخُذُ بِزِمَامِ نَاقَتِكَ وَتَخُوْضُ بِهَا الْمَخَاضَةَ؟ مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ أَهْلَ الْبَلَدِ اسْتَشْرَفُوْكَ۔ فَقَالَ عُمَرُ: أَوْهِ لَوْ يَقُلْ ذَا غَيْرُكَ أَبَا عُبَيْدَةَ جَعَلْتُهُ نَكَالًا لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبِ الْعِزَّ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللّٰهُ۔ [1]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ علاقہ شام کی طرف نکلے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ دریائی گزرگاہ پر آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے آپ رضی اللہ عنہ اس سے اترے اور اپنے موزوں کو اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور اپنی اونٹنی کی لگام پکڑ کر اس کے ساتھ دریائی گزرگاہ میں داخل ہو گئے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ اس طرح کرتے ہیں......؟ آپ نے موزوں کو اتار کر کندھوں پر رکھ لیا ہے اور اونٹنی کی لگام پکڑ کر آپ دریائی گزرگاہ میں داخل ہو گئے ہیں......؟ مجھے اچھا نہیں لگا کیونکہ علاقہ والوں نے آپ کو حددرجہ عزت دی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے درد بھری آواز سے کہا: اے ابوعبیدہ! اگر یہ بات تیرے علاوہ کوئی اور کہتا تو میں ایسی سزا دیتا کہ امت محمدیہ ﷺ کے لیے مقام عبرت بنا دیتا۔ ہم زمانہ کے گھٹیا لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بذریعہ اسلام عزت بخشی اگر ہم نے عزت اسلام کا راستہ چھوڑ کر تلاش کی تو اللہ تعالیٰ ہمیں پھر ذلیل کر دے گا۔''

أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ایسا تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا، جو امت مسلمہ کے لیڈران کے لیے قیامت تک نمونہ ہے کہ ہمیں عزت، مقام اور شان و شوکت ظاہری

[1] مستدرك حاكم، الايمان قصة خروج عمر الى الشام:214۔

تکلفات کی بنا پر نہیں ملی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس نے یہ عظمت بذریعہ اسلام ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اگر یہی حقیقت آج امت مسلمہ کے ذمہ داران حکمران کو سمجھ آ جائے تو اسلامی انقلاب کی راہیں لمحہ بھر میں ہموار ہو جائیں۔

مگر افسوس! کہ اقتدار کے نشے اور کرسی کی ہوس نے ان کو اندھا کر دیا اور انہوں نے اسلامی اقتدار روایات سے پہلو تہی کرتے ہوئے علی الاعلان اسلام سے غداری کا ثبوت دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جن کو یہ ادب سمجھ نہ آیا

جن لوگوں نے اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ پا کر خالق حقیقی کو بھلا دیا اور کمال کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کی بجائے اپنی طرف کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آئندہ نسلوں کے لیے مقام عبرت بنا دیا اور دنیا ہی میں ایسی سخت سزا دی کہ وہ دوبارہ کسی کو منہ نہ دکھا سکے۔

کاتب کی پکڑ

امتیازی خوبی بہت بڑی نعمت بھی اور آزمائش بھی ہے اکثر احباب اچھی آواز اعلیٰ تعلیم، اونچی ملازمت اور بلند مقام پا کر اپنی حیثیت اور اوقات کو بھول جاتے ہیں انہیں یاد نہیں رہتا کہ یہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل اور حسن انتخاب ہے اور عارضی ہے مجھے اس کے ذریعے خلق خدمت اور رضائے الٰہی تلاش کرنی چاہیے اور اس کی عطا کو اسی کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ انہی حقائق کو ایک کاتب بھی نہ سمجھ سکا اس کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔ امام بن حبان ﷫ نقل فرماتے ہیں:

> ''علاقہ خراساں میں ایک کاتب تھا خطی خوبصورتی کے علاوہ اس کے قلم میں برق رفتاری کا عالم یہ تھا کہ تین دن کے اندر پورا قرآن مجید لکھ لیتا تھا، جب کہ بظاہر ایسا ممکن نہیں، (اگرچہ کمپیوٹر کا دور ہے مگر کوئی ایسا کمپوزر نہیں جو تین دن میں پورا قرآن کمپوز کر لے۔ بہر حال یہ رب تعالیٰ کی خصوصی

عطا تھی) اس کاتب صاحب سے کسی نے پوچھا حضرت! آپ اتنی جلدی پورا قرآن کیسے لکھ لیتے ہیں ..... ؟ وہ جاہل نسبت الی اللہ کرنے کی بجائے اپنی تین انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فاخرانہ لہجے میں کہنے لگا: كَتَبْتُهُ فِي ثَلَاثَةٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ میں نے اس کو تین دن میں لکھا ہے اور مجھے ذرہ بھر تھکاوٹ نہیں ہوئی حالانکہ و ما مسنا من لغوب رب تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ کلمات تفاخرانہ انداز سے کہنے کی دیر تھی، فَجَفَّتْ اَصَابِعُهُ الثَّلَاثُ اس کی تینوں انگلیاں اسی وقت خشک ہو گئیں اور ان میں حرکت، سکت بالکل ختم ہو گئی۔ [1]

یعنی اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، مِنْ تَوْفِيْقِ اللّٰهِ کہنے کو بھول گیا اور اپنی بڑائی کو جتاتے ہوئے مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ کہہ دیا اور اسی وقت اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا شکار ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں نعمتوں، خوبیوں اور کمالات سے مالا مال فرمائے اور ہر خوبی کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرنے کی توفیق بخشے۔

قارون کی بربادی کیوں ہوئی ......؟

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک تاجر تھا جو قارون کے لقب سے مشہور تھا رب تعالیٰ نے اس کو مال و دولت کا بے تاج بادشاہ بنا دیا، ہر چیز کے انبار اس کے اردگرد تھے اور عطاء الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں بمشکل ایک طاقتور جماعت اٹھاتی تھی مگر اس بدبخت کو شکر اور نسبت الی اللہ کی توفیق حاصل نہ ہوئی۔ ایک روز قوم کے صلحاء نے اس کو بڑے ہی بلیغانہ اور ناصحانہ انداز سے کہا:

وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ [2]

---

[1] كتاب الثقات 11/8۔ [2] سورۃ قصص: 77۔

''جو مال و دولت اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو اور لوگوں سے ایسے ہی احسان کرو جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

تو وہ جواباً، سمجھنے کی بجائے گھمنڈ میں آیا اور کہنے لگا:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ [1]

''وہ کہنے لگا: ''یہ تو جو کچھ مجھے ملا ہے اس علم کی بدولت ملا ہے جو مجھے حاصل ہے'' کیا اسے یہ معلوم نہیں۔ کہ اللہ اس سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے سخت اور مال و دولت میں اس سے زیادہ تھے؟ اور مجرموں کے گناہوں کے متعلق ان سے تو نہ پوچھا جائے گا۔''

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ

قارون نے یہ جواب تفاخرانہ جملہ کہہ کر کمال کی نسبت اپنی طرف کی اور کہنے لگا کہ کسب و تجارت کا جو فن میرے پاس ہے یہ دولت اسی کا نتیجہ ہے اللہ کے فضل و کرم کا اس میں کیا دخل......؟ آج کل کئی تاجر حضرات بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں وہ رزق کی فراوانی کو اپنا اور اپنے ملازمین کا کمال سمجھتے ہیں اور نسبت الی اللہ کرنی بھول جاتے ہیں جب کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک دفعہ مجھے اوکاڑہ فیکٹری میں جانا ہوا ،فیکٹری مالک توحید پرست اور صالح مزاج تھا۔ میرے ساتھی نے ان سے کہا آپ کا مال دوسروں کی نسبت بہت زیادہ فروخت ہوتا ہے محسوس ہوتا ہے آپ کی مشینری بھی اعلیٰ ہے اور ملازمین بھی محنت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

---

[1] سورة قصص:78۔

مالک سن کر کہنے لگا: حضرت صاحب سچی بات یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے پاس مشینری بھی اعلیٰ ہے اور ملازمین بھی ہم سے کئی حصہ زیادہ محنتی ہیں بات مشینری یا ملازمین کی نہیں، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اسی کی عطا ہے۔

قارئین کرام! ہمیشہ ادب الٰہ کا یہ اہم تقاضا پورا کریں اور ہر قسم کے کمال کو اسی کی عطا سمجھ کر اسی کی طرف منسوب کریں زندگی رونقوں سے دوبالا ہوگی، اللہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

ایک حقیقت اور اس کا تقاضا

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو تمام کمالات کی نسبت اللہ کی طرف کرنا ادب بھی ہے اور فرض بھی۔ کیونکہ تمام انعامات واعزازات دینے والا صرف وہی ہے اور عطا میں اس کا کوئی شریک نہیں جب دینے والا وہی اور دینے میں اس کا شریک بھی کوئی نہیں، تو پھر یہ واجبی ادب ہے کہ اعلیٰ مقام اور اونچی شان پا کر اس کو یاد رکھا جائے اور نسبت صرف اسی کی طرف کی جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ [1]

''تمہیں جو نعمت بھی مل رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کے آگے چیخ و پکار کرتے ہو۔''

جب سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے تو پھر حق بھی یہی بنتا ہے کہ سب کچھ اسی کی طرف منسوب کیا جائے جیسا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اور باکمال لوگوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب الٰہ کا یہ اہم تقاضا پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین!

[1] سورۃ نحل: 52۔

دعا فطرت انسانی ہے ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ کچھ مانگے، سوال کرے اور اس کی مرادوں کو پورا کیا جائے اور اسی طرح یہ مقصد شریعت بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ''دعا ہی عبادت ہے'' اسلام کے جتنے اصول عبادت ہیں وہ سب دعا ہی کے مظہر ہیں کوئی ایسی عبادت نہیں جس میں دعا نہ ہو۔ آپ ﷺ کی سیرت بھی دعاؤں کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی تشکیل دعا کے اضطرار میں گزری یا تکمیل دعا کے انتظار میں گزری، دین پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے جسے مانگنا نہیں آیا اس نے کچھ نہیں پایا۔

جب دعا کو زندگی میں اس قدر اہمیت حاصل ہو تو پھر اس کے آداب و مسائل کو جاننا نہایت ضروری ہے اور سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دعا صرف دو جہانوں کے خالق و مالک اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہی کرنی چاہیے کیونکہ اس کے سوا کائنات میں کوئی ایسا دوسرا نہیں جو ہر دعا سننے اور قبول کرنے کی اہلیت وقدرت رکھتا ہو۔

دعا کے حوالہ سے اپنے سچے اللہ کی تین نمایاں خوبیاں ملاحظہ فرمائیں! جن میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

1۔ جانوروں اور پرندوں و چرندوں کے علاوہ پوری دنیا میں جو انسان زبانیں بولتے ہیں ان کی تعداد تقریباً 2964 ہے اور یہ تحقیق کویت سے شائع ہونے والے عالمی ماہانہ عربی جریدے ''اُمتی'' نے پیش کی ہے۔ کیا اس کائنات میں کوئی ایسی سرکار ہے جو 36 کم تین ہزار زبانوں پر عبور رکھتی ہو.....؟ بلکہ شاید دنیا میں کوئی ایسا انسان ہو جو بیک وقت 29 زبانوں پر عبور رکھتا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیروں میں کوئی اتنی اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ زبانیں سمجھ سکے وہ انسانوں سمیت دیگر مخلوقات کی صدائیں، التجائیں اور دعائیں کیسے سن کر قبول کر سکتا ہے.....؟

2۔ بیک وقت ہر مخلوق اس سے مانگے ،تو وہ ہر ایک کی سنتا ہے، قبول کرتا ہے اور عطا بھی کرتا ہے کیا اس کے سوا کوئی ہے.....؟ جو بیک وقت سب کی سنے، سمجھے اور قبول کرے .....؟ غیروں کی بے بسی کا عالم تو یہ ہے کہ بیک وقت ایک زبان میں دس بندے بولیں تو کوئی سمجھ نہیں سکتا......

3۔ وہ ایسا شہنشاہ دوجہاں ہے کہ ہر ایک کو ہر نعمت دے کر بھی غنی رہتا ہے اس کی عنایات ونوازشات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ دن رات لوگوں کے خالی دامن بھرتا ہے مگر اس کے خزانوں میں ذرہ بھر کمی واقع نہیں ہوتی ،اور اپنی اس بے نیازی کو رب تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان فرمایا کہ:

لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِیْ ، فَأَعْطَیْتُ کُلَّ اِنسَانٍ مَسْأَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرُ [1]

''بلاشبہ اگر تمہارے پہلے ،پچھلے ،جن وانس ایک میدان میں کھڑے ہوکر مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کا مطالبہ پورا کردوں ،مگر ایسے جس طرح سمندر میں سے سوئی ڈبو کر نکال لی جائے۔''

اور ایک روایت کے مطابق:

یَنْزِلُ اللّٰهُ الی السَّمَاءِ الدُّنْیَا کُلَّ لَیْلَةٍ حِیْنَ یَمْضِیْ ثُلُثُ اللَّیْلِ الأَوَّلِ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَالَّذِیْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَسْأَلُنِیْ فَأُعْطِیَهٗ [2]

''ہر رات جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں اور آواز دیتے ہیں میں ہی بادشاہ ہوں کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون سوال کرتا ہے اس کو عطا کروں۔''

---

[1] صحیح مسلم، البر والصلة ، تحریم الظلم:6572۔

[2] جامع ترمذی ، الصلاۃ ، ماجاء فی نزول الرب:446۔صحیح الجامع الصغیر:1865

جو رب کائنات اس قدر کریم، رحیم اور بے نیاز ہو کہ دے کر خوشی محسوس کرے اور اس کے خزانے جوں کے توں رہیں، اب مرضی انسان کی ہے کہ وہ اسے گھڑی گھڑی پکارے یا کبھی کبھی پکارے۔ اور یاد رہے! رب تعالیٰ سب کو دیتے ہیں فرمانبرداروں کو بھی اور نافرمانوں کو بھی، اپنوں کو بھی بیگانوں کو بھی، صرف فرق اتنا ہے کہ پیارے کو قریب بلا کر دیتا ہے اور دشمنوں کو محفل سے اٹھا کر دیتا ہے۔ شیطان نے بھی نافرمانی کے بعد رب ہی کو پکارا، وہ جانتا تھا کہ باوجود نافرمانی کے میری فریاد سننے والا صرف وہی ہے۔ آپ بحیثیت انسان اور مسلمان دعا کی عفلات اپنے دل میں جاگزیں کریں دل صاف ہو، ضمیر روشن ہو، نیت پاکیزہ ہو، نقطہ نظر مبارک ہو تو دعا لمحہ بھر میں عرش تک پہنچتی ہوئی شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔

دعا اور ادب الٰہ

ہمارے الٰہ کی شان وشوکت اور عظمت سب سے زیادہ ہے اس لیے اس کے وقار وآداب کا خیال رکھ کر ہی اپنی درخواست اس کے حضور پیش کرنی چاہیے جو شخص جتنے ادب سے التجا کرتا ہے اس کی پکار کو اتنی ہی جلدی سن کر قبول کر لیا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ادب کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ دعا کرتے ہوئے کم از کم دو امور کا خیال رکھا جائے جو شخص ان دونوں امور کا خیال نہ رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کا بے ادب ہے۔

1 اعتدال

میانہ روی، توازن اور اعتدال ہر چیز کا حسن ہیں، بالخصوص اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے تیزی ہو نہ مطالبے میں غلو ہو۔ یعنی بڑے تحمل، آرام اور سلیقہ سے اس کو پکارنا چاہیے مکمل یکسوئی، حسن ظن، کامل توجہ اور انہماک یہ اعتدال کے مفہوم میں شامل ہو اور پھر مطالبہ جائز حلال اور بھلائی والا ہو، ناجائز، فضول اور مبنی بر ظلم دعا ہرگز جائز نہیں بلکہ یہ بات 100% بے ادبی کے زمرہ میں آتی ہے کہ رحمٰن ورحیم اور کریم ذات سے کیسا مطالبہ کیا جا رہا ہے......؟

2 تواضع

اعتدال کے ساتھ ساتھ انداز ولب ولہجہ حددرجہ عاجزی وانکساری والا ہونا چاہیے جو شخص جس قدر خشوع وخضوع اور بے بسی و بے وقعتی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنی درخواست پیش کرے اور اتنی جلدی اس کو شرف قبولیت عطا کیا جاتا ہے ادب اللہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کے سامنے درماندگی وعاجزی کا اظہار کیا جائے۔مگر اس کے برعکس ہمارا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری دعاؤں میں غلو اور ہٹ دھرمی کا پہلو غالب ہوتا ہے کئی جاہل تو دعا ہی ناجائز اور حرام کاموں کی کرتے ہیں اور کئی مطالبہ جائز کرتے ہیں مگر فوراً پورا نہ ہونے کی صورت میں رب تعالیٰ کے گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں بلکہ کئی نمازوں کی پابندی یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، ہم نے نماز پڑھ کر کیا لینا ہے؟ جب کہ جلد باز انسان یہ بھول جاتا ہے کہ کچھ دعاؤں کے قبول نہ ہونے میں بھی بہتری ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کچھ دعائیں فوراً قبول کر لیتے ہیں اور کچھ کے ذریعے سے آنے والی آفات وبلیات سے محفوظ کرتے ہیں اور کئی دعائیں روز قیامت احسنات اور اجر وثواب میں اضافے کا باعث ہوں گی۔''

ویسے بھی دعا کرتے ہوئے یہ سوچنا کہ میں نے منوا کر چھوڑنا ہے نہ مانی گئی تو سرکشی پر اتر آنا، ایسا جاہلانہ رویّہ شان رحمٰن کے خلاف ہے کسی دعا کو قبول کروانے کی ضد کر جانا بصورت دیگر نافرمان بن جانا حددرجہ بے ادبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے باادب لوگ اس قدر اعتدال اور تواضع سے دعا کرتے تھے کہ ایک محدث فرماتے ہیں میں نے ساری زندگی یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! اِفعل کَذَا ''اس طرح کردے'' بلکہ یہی کہتا ہوں میرا معاملہ تیرے سامنے ہے جس طرح آپ بہتر سمجھتے ہیں اس طرح کردیں، فرماتے اس بات کا اثر میری زندگی میں ایسا مرتب ہوا کہ ساری زندگی مجھ کو شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ (سبحان اللہ)

کسی بھی دعا میں معاملہ کی بہتری کو سپرد رحمٰن کیا جائے تو فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی حکیمانہ بصیرت کے سامنے ہماری سوچ کی کوئی حیثیت نہیں۔ یاد رہے! جب معاملہ کی بہتری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ڈال دی جائے تو خیر و برکت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں ہماری سب سے بڑی کمزوری و بے ادبی یہ بھی ہے کہ ہم عملاً اپنے آپ کو زیادہ دانا و سمجھدار گردانتے ہیں اور اپنی سوچ میں آنے والے فیصلے کو ہی حرف اخیر سمجھتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مداخلت کو اہمیت نہیں دیتے اور نتیجہ معاملہ بگڑ جاتا ہے اور پھر ہم یہ کہہ کر جھولی جھاڑ دیتے ہیں ''اچھا چلو جی اللہ کی مرضی'' پیارے بھائی! آخر میں اللہ کی مرضی.... ٹھیک کہا ہے۔ کیا یہ زیادہ بہتر نہیں تھا کہ پہلے ہی اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا.... ادب الٰہ کا تقاضا بھی یہی تھا۔ اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَن كَانَ لَهٗ قَلْبٌ۔

انبیاء ورسل علیہم السلام قربت الٰہی کی معراج پر ہوتے ہیں اور ان پر دعا کی حقیقت مکمل آشکارہ ہوتی ہے آئندہ صفحات میں چند اہم مثالیں تحریر کی جاتی ہیں جس سے بآسانی اندازہ ہوسکتا ہے کہ انبیاء ورسل علیہم السلام نے کس قدر اپنی دعاؤں میں اعتدال اور تواضع کا خیال رکھا اور کس طرح ساری زندگی اکیلے اللہ سے خیر کی بھیک مانگتے رہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا سیدنا آدم علیہ السلام اور تواضع

سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے کس قدر متواضع الفاظ سے رب تعالیٰ سے دعا کی، فرماتے ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [1]

---

[1] سورۃ اعراف:23۔

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

سیدنا آدم علیہ السلام نے بظاہر دعا میں چند الفاظ استعمال کیے ہیں مگر اقرار نسیان، اعتدال، تواضع اور ذات الٰہ پر حسن ظن اور اعتماد کی انتہا کر دی۔ آپ علیہ السلام کی دعا میں چار باتیں نمایاں نظر آتی ہے۔

1۔ ربنا اے ہمارے رب! سب سے پہلے اپنا پروردگار تسلیم کیا، گو کہ غلطی ہوئی، وقتی طور پر بھول ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت ربوبیت کو پھر بھی مقدم رکھا اور فرمایا اے ہماری پرورش فرمانے والے، قدم قدم پر ہمیں نوازنے والے، ہماری مکمل دیکھ بھال اور تربیت فرمانے والے۔ معلوم ہوا کہ غلطی و گناہ ہو جانے کے بعد اس کی عظمت ربوبیت کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے بلکہ توبہ کرتے ہوئے سب سے پہلے منہ سے یہی الفاظ ادا ہونے چاہئیں ''ربنا اے ہمارے رب! دعا سے قبل رب کا لفظ بولنا کمال ادب کی علامت ہے۔

2۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے رب کہہ کر سب سے پہلے اقرار ظلم کیا کہ یا اللہ غلطی اور بھول مجھ سے ہوئی اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ آپ نے تو میری مکمل راہنمائی فرمائی لیکن میں اپنی کوتاہی ہی کی وجہ سے فرمان الٰہی کو یاد نہ رکھ سکا۔ اس دعا میں ادب کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ قصوروار ذات الٰہ کو نہیں ٹھہرایا۔ جیسا کہ اکثر لوگ نادانیاں خود کرتے ہیں جہالت اور ظلم اپنی طرف سے ہوتا ہے اور ساری بات اللہ تعالیٰ کے ذمہ ڈال دیتے ہیں کسی واقعہ میں اپنے آپ کو بری سمجھنا اور ذات الٰہ کو موردِ الزام ٹھہرانا حددرجہ بے ادبی ہے اس لیے سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اقرار اس انداز سے کیا کہ قصوروار خود کو ٹھہرایا کہ یا اللہ ظلم آپ نے نہیں کیا ہم نے خود کیا ہے۔

3۔ پھر رحمت و بخشش کا سوال کیا اور انداز اس قدر عاجزانہ کہ فرمایا اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہمارا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا اور ہم سخت نقصان اٹھانے والوں سے

ہو جائیں گے۔ یعنی اس رحمت و بخشش ہی کو ذریعہ فلاح سمجھا۔ اور بے بسی اس قدر کہ فرمایا الٰہی معافی کے بغیر چارہ ہے نہ ہمارا گزارہ ہے۔ اپنے آپ کو رحمت الٰہی اور بخشش خداوندی سے بے پرواہ نہیں جانا کہ معاف کر دیا تو ٹھیک ورنہ دیکھ لیں گے۔ بلکہ آپ علیہ السلام نے عاجزی، درماندگی، انکساری اور تذلل کی انتہا کر دی اور کہا اے پروردگار! تیری رحمت و بخشش کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور یہی اس کی عظمت اور ادب کا تقاضا ہے۔

4۔ معلوم ہوا، جو لوگ غلطی اور بھول چوک کے بعد فوراً باادب ہو کر اس کو رب مان کر اپنے جرم کا اقرار کر لیں اور اس کی رحمت کے سچے سوالی بن جائیں تو پھر وہ رحمت و بخشش کے سارے دروازے کھول دیتا ہے اور اپنے بندے کی بڑی سے بڑی تقصیر، زیادتی اور غلطی معاف کر دیتا ہے۔

سیدنا خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور دعا میں ادب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں صدائیں اور التجائیں اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو اَوَّاہٌ مُّنِيْبٌ کے لقب سے یاد فرمایا، کہ آپ علیہ السلام میرے سامنے بہت زیادہ عاجزی کے ساتھ جھکنے والے اور رونے والے تھے۔ آپ علیہ السلام جب وطن سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے، تو منزل کا تعین ہرگز نہیں مگر سوال پر ایسا خوبصورت توکل بھرا جواب دیا کہ کوزے میں سمندر بند کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ

''میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں۔ وہی میری راہنمائی کرے گا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کیا جیسا کہ باادب بندوں کا وتیرہ ہوتا ہے اور پھر ہمیشہ اسی طرح آپ علیہ السلام نے جب مشرکین کو اپنے سچے الٰہ کا تعارف کروایا تو تعارف کرواتے بھی ادب الٰہ کا خصوصی خیال رکھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْن

''جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔''

وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ

''وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی مجھے شفا دیتا ہے۔''

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ

''وہی مجھے مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔''

وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ

''اور جس سے میں بھرپور توقع رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطائیں معاف کردے گا۔ [1]

مندرجہ بالا تعارف میں ادب کے حوالہ سے دو باتیں نہایت قابل توجہ ہیں۔

1۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری راہنمائی کرتا ہے اور وہی کھلاتا، پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاؤں، بیماری کے وقت یوں نہیں کہا کہ جب وہ مجھے بیمار کرتا ہے حالانکہ حقیقتہً بیمار بھی وہی کرتا ہے لیکن حِفْظًا لِاَدب اللہ عَزَّ وَجَلَّ اللہ تعالیٰ کے ادب کا خیال کرتے ہوئے فرمایا جب میں اپنی غلطی، بدپرہیزی یا بے توجہی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام کا وَاِذَا اَمْرَضَنِیْ نہ کہنا بھی آپ کے حد درجہ مؤدب الٰہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

2۔ آپ علیہ السلام نے آخر اپنی معافی کا مطالبہ بھی حد درجہ باادب الفاظ سے کیا کہ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ جس سے میں لالچ رکھتا ہوں بھرپور امید رکھتا ہوں یوں نہیں فرمایا جو ہر حال میں مجھے معاف کرے گا حالانکہ آپ علیہ السلام نے ساری زندگی تبلیغ میں قربان کردی آپ علیہ السلام کہہ سکتے ہیں کہ جو مجھے لازما معاف کرے گا۔ لیکن عاجزی، اعتدال

[1] سورۂ شعراء: 77-82۔

اور ادب کی معراج دیکھیں کس قدر جچے تلے ادب بھرے الفاظ سے معافی کی التجا فرمائی۔ آپ علیہ السلام کی تمام دعاؤں سے ادب کا پہلو بیان کرنا مطلوب نہیں ہے، اشارۃ دو مثالیں ذکر کی ہیں صاحب ذوق اگر اپنی اجتہادی بصیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی طرف مرکوز فرمائیں تو ادب کے ساتھ ساتھ بہت کچھ حاصل ہوگا اگر زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ الرحمٰن آپ علیہ السلام کی دعاؤں میں جو علم وعمل کے موتی پوشیدہ ہیں ان کو قارئین کے گلے کی مالا بنایا جائے گا۔ اللہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دعا میں ادب

آپ علیہ السلام جب آٹھ دن کی لمبی مسافت طے کرنے کے بعد مدین کے کنوئیں پر آئے وہاں دیکھا کہ جانوروں کو پانی پلانے کے لیے کافی لوگ جمع ہیں اور ایک طرف دو لڑکیاں کھڑی ہیں آپ علیہ السلام نے آگے بڑھ کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور پھر ایک سائے دار جگہ پر جا بیٹھے۔ وہاں بیٹھے آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی جو میرے مطالعہ کے مطابق جامعیت اور ادب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ دعا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ [1]

''اے میرے پروردگار! جو بھلائی میری طرف نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں۔''

آپ علیہ السلام نے تھکے ماندے اور بھوک سے بے تاب ہو کر اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا تو ایسا ادب واحترام اور تواضع بھرا انداز اختیار کیا جس سے آپ کی پیغمبرانہ شان اور ادب میں عالی مقام خوب واضح ہوتا ہے۔ اس دعا میں پنہاں پانچ عظیم نکات قابل توجہ ہیں:

1۔ آپ علیہ السلام نے اپنا مقصد بیان کرنے سے قبل ''رب'' کہا یقین جانیے بے بسی کے عالم میں جب بے ساختہ منہ سے رب نکلتا ہے اس وقت مومن بندہ جو روحانی لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے وہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ رب کہنے میں بڑا امان پیار

[1] سورۃ قصص: 24۔

اور وقار ہے آپ بھی اپنی حاجات میں رب کا کثرت سے ورد کریں اور اسی کو اپنا سب کچھ سمجھ کر رب کہہ کر دعا کا آغاز کریں۔ رب کا مکمل مفہوم اردو میں چاشنی سے منتقل نہیں کیا جا سکتا جس طرح عربی میں اس کا مقام ہے آسان لفظوں میں وہ ذات جو پیدائش سے لے کر درجہ کمال تک پہنچائے اور لمحہ لمحہ نگرانی و مہربانی کرے اس کو ''رب'' کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی شان کوئی نہیں رکھتا۔

2۔ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا اے اللہ! مجھے کھلاؤ پلاؤ میں دھکے کھا کھا کر بے بس ہو چکا ہوں بلکہ بڑے ادب اور حوصلہ سے فرمایا: اے میرے رب جو بھلائی خیر اور بہتری آپ نے میرے مقدر فرمائی ہے مجھے اس کی ضرورت ہے میں اس کا محتاج ہوں یعنی اے پرودگار! جو کچھ بھی میرے نصیب کا ہے مجھے اس کی حاجت ہے۔ آگے یہ نہیں کہا، کہ فوراً مجھے دے دو، صرف انہیں الفاظ پر اکتفا کیا کہ مجھے اس بھلائی کی حاجت وضرورت ہے...... اب دینا یا نہ دینا یہ آپ کی مرضی و حکمت پر منحصر ہے میں بہر حال اس وقت اس بھلائی کا محتاج ہوں جو آپ نے میری طرف نازل کی ہے۔ مختصر کہ آپ علیہ السلام نے بڑی عاجزی سے اپنی حاجت و ضرورت کا اظہار فرمایا ضرورت کا تعین کیے بغیر اجمالی محتاجی بیان کی اور فیصلہ رب کی سپرد کر دیا اور یہی...... کمال ادب ہے۔

3۔ آپ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ''فقیر'' کہا منصب نبوت و رسالت پا کر بھی ذہن، سوچ یہی ہے کہ میں اس کے در کا فقیر ہوں وہ نہ دے تو مجھے کوئی نہیں دے سکتا۔ آپ علیہ السلام جلیل القدر رسول ہو کر اس قدر عاجزی کا اظہار فرما رہے ہیں ہمارے ملک میں کئی نام نہاد اولیاء ایسے بلند و بالا دعوے کرتے ہیں جس طرح کہ رب تعالیٰ نے اب سارے اختیارات انہیں ہی کو دے دیے ہیں اس دعا میں جہاں ادب ہے وہاں عقیدہ توحید کی عظمت بھی نمایاں ہے۔ یاد رہے! توحیدی رنگ میں رنگی دعا بڑا اثر رکھتی ہے۔

4۔ آپ کی دعا پوری ہمت، کوشش اور محنت کے بعد ہے آپ نے مسلسل آٹھ دن کا طویل سفر جاری رکھا یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہر دفعہ صرف دعا ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ ساتھ محنت و کوشش اور قربانی بھی ہونی چاہیے۔ مثلاً سالانہ امتحان میں صرف

دعا پر کامیابی حاصل کرنا قانون فطرت کے عین مطابق نہیں بلکہ پہلے طالب علم کو کتابیں خرید کر محنت کرنا ہوگی پھر دعا میں برکت وقبولیت ہوگی، اس لیے اپنی ہمت، بساط اور طاقت کے مطابق جدوجہد جاری رکھیں اور ساتھ دعا سے نور علیٰ نور ہوگا۔ انشاء اللہ۔

5- رزق کی کشادگی وفراخی کے لیے یہ دعا حد درجہ مفید ہے بلکہ ہر نعمت کے حصول کے لیے یہ دعا عام دعاؤں میں ممتاز درجہ رکھتی ہے اکثر اس کو سمجھ کر پڑھتے رہیں اور ایک تجربہ کے مطابق اول درود ابراہیمی، تین مرتبہ سورۃ الضحیٰ پھر 113 مرتبہ یہی دعا رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْر اور آخر میں پھر درود ابراہیمی جمیع نعمتوں کے حصول کے لیے لاجواب، محبوب وظیفہ ہے۔

سیدنا ایوب علیہ السلام اور دعا میں ادب

آپ علیہ السلام کا صبر بطور مثال پیش کیا جاتا ہے آپ علیہ السلام ابتدائی زمانہ میں حد درجہ مال دار اور خوشحال تھے ہر نعمت وافر مقدار سے آپ علیہ السلام کے پاس موجود تھی مگر ایک وقت آیا کہ ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی حتی کہ بیماری نے آپ علیہ السلام کو لاغر کر دیا (خطبائے کرام آپ علیہ السلام کی بیماری بیان کرتے ہوئے حد درجہ غلو اور مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ آپ کو کوڑھ کا مرض تھا، کیڑے پڑ گئے وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ زری افسانہ گوئی ہے حقیقت اس طرح نہیں ہے) بہرحال راجح روایات کے مطابق آپ علیہ السلام کا دورِ ابتلا 12 سال پر مشتمل تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے اللہ سے دعا فرمائی تو اس میں شکوہ شکایت کی کوئی بو نہ تھی بلکہ انداز ایسا معتدل اور متواضع تھا جیسے کوئی حد درجہ صابر و شاکر، قانع اور خوددار شخص اپنے مالک کو کوئی بات یاد کروا رہا ہے اور اپنے مالک کی توجہ کا خواہش مند ہے آپ علیہ السلام کی مبارک زبان سے نکلنے والے مثالی الفاظ کچھ یوں ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

''اے میرے پروردگار! مجھے بیماری نے چھوا ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

آپ علیہ السلام نے رب کہہ کر پکارا اور اپنی صورت حال بیان فرمائی اور کہا آپ جیسا رحم کوئی نہیں کر سکتا، غور فرمائیں کیا خوب حسن ادب ہے۔ گلہ شکوہ نہ اعتراض اور نہ ہی مانگنے میں جارحانہ انداز بلکہ عاجزانہ جھلک آپ علیہ السلام نے صرف شفا ہی نہیں مانگی بلکہ فرمایا آپ ارحم الراحمین ہیں۔ آپ علیہ السلام سمجھتے تھے رحم ہو جائے تو ہر نعمت مل جاتی ہے ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، رحم نصیب ہو گیا گویا دنیا و مافیھا کی تمام نعمتیں نصیب ہو گئیں۔ اسلامی تصوف کے عظیم علمبردار امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی محتاجی کا ذکر فرمایا اور صفت رحمت کا وسیلہ دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

قَدْ جُرِبَ اَنَّهُ مَنْ قَالَهَا سَبْعَ مَرَّاتٍ وَلَا سِيمَا مَعَ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ ، كَشفَ اللّٰهُ ضُرَّهُ [1]

"تجربہ کیا گیا ہے جو پوری معرفت کے ساتھ یہ دعا سات مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف، بیماری اور تنگی دور فرما دیتے ہیں۔" (سبحان اللہ)

سیدنا ایوب علیہ السلام کی یہ دعا ادب الٰہ کا عظیم شاہکار ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ادبِ دعا

آپ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ روز قیامت سوال کریں گے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [2]

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے

---

[1] سورة الفوائد:189۔ [2] سورة المائدة:116۔

''اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنالو۔ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے: ''اے اللہ تو پاک ہے میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تو جانتا ہے لیکن جو تیرے دل میں ہے اس کو نہیں جان سکتا۔ تو تو چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

آپ علیہ السلام کے جواب میں عاجزی وادب کا پہلو حد درجہ نمایاں ہے آپ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان فرمائی اور فرمایا اے مالک ومولا! جس بات کا مجھے حق ہی نہیں تھا وہ بات میں کیسے کہہ سکتا ہوں.....؟ اتنی حیثیت تھی نہ ہی مجھ میں اس قدر جسارت۔ لیکن پھر بھی اگر میں نے ایسا کہا ہے تو آپ بہتر جانتے ہیں کیونکہ آپ کو میرے متعلق مکمل علم ہے اور آپ ہر ڈھکی چھپی بات کو جاننے والے ہیں آپ علیہ السلام ادب وعاجزی کے حسین امتزاج پر مشتمل جواب دینے کے بعد پھر فرمائیں گے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ [1]

''میں نے تو انہیں صرف وہی کچھ کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور جب تک میں ان میں موجود رہا ان پر نگران رہا۔ پھر جب تو نے مجھے واپس بلا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا اور تو تو ساری چیزوں پر شاہد ہے۔''

یعنی میں تو آپ کے حکم کا پابند تھا اور صرف اسی دعوت کی تبلیغ کی جو آپ نے مجھے حکم فرمایا عموماً لوگ الزامات سن کر سیخ پا ہوجاتے ہیں مگر آپ کی برداشت، تواضع اور ادب پر غور فرمائیں کس قدر احترام سے اپنی بے بسی، اطاعت اور برأت کا تذکرہ کر رہے

[1] سورۃ المائدہ: 117۔

ہیں اور آخر میں ایسا عظیم دعائیہ جملہ کہا کہ ادب الٰہ کی انتہا کردی اور آپ علیہ السلام کے یہ لمحات امام المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر پسند آئے کہ آپ راتوں کو اٹھ کر بار بار پڑھتے اور اللہ کے حضور روتے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [1]

''اگر تو انہیں سزا دے تو تیرے بندے ہی ہیں اور اگر تو انہیں معاف فرمادے تو بلاشبہ تو غالب اور دانا ہے۔''

دعا میں سارا معاملہ سپرد رحمٰن کردیا اور ساتھ معافی کی درخواست کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفت غلبہ اور صفت حکمت کو بیان فرمایا کہ اگر آپ صرف نظر کردیں تو آپ غالب ہیں کوئی آپ کو پوچھ نہیں سکتا کہ معافی کیوں دی اور معافی کس بنیاد پر دینی ہے آپ حکمت و دانائی کے پیکر ہیں اور بہتر جانتے ہیں۔ سبحان اللہ

ہمارے ہاں بے ادبی کا عالم یہ ہے کہ کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے کہ ہمارے پیر صاحب کی بیعت کرنے سے جنت لازم ہوجائے گی ہمارے حضرت صاحب کے زبان ہلانے سے یہ ہوگا وہ ہوگا نہ جانے یہ لوگ کس بنا پر بلند و بالا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ انبیاء و رسل علیہم السلام جو بالاتفاق تمام انسانوں سے افضل و اعلیٰ ہیں وہ ہر وقت خائف، لرزاں و ترساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ذات الٰہ کا صحیح ادب نصیب فرمائے۔ آمین!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دعا میں اعتدال اور تواضع

سب سے زیادہ جامع، معتدل متواضع اور مؤثر دعائیں امام الانبیاء علیہ السلام کی ہیں، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں بیان نہ فرمائیں ہوں زیادہ سے زیادہ مسنون دعائیں ہی یاد کرنی چاہئیں۔ مسنون دعاؤں کی جامعیت، تاثیر اور برکت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلنے والی ہر دعا باعث رحمت و برکت اور شفا ہے اور جو روشنی مسنون دعاؤں میں ہے بعد والے

---

[1] سورۃ المائدہ: 118۔

اس کے عشر عشیر کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے ،تکلفات ،قافیہ بندی اور سجع کو خیر آباد کہہ کر آپ ﷺ کی دعاؤں کو اوڑھنا بچھونا بنائیں جہاں آپ ان کے ذریعہ ذات اللہ کے مؤدب بنیں گے وہاں دنیا و آخرت کی ہر مراد حاصل کریں گے ۔انشاء اللہ ۔

نمونہ کے طور پر پانچ دعائیں تحریر کرتے ہیں جن میں ادب ،تواضع اور عاجزی وانکساری اور بے بسی کی انتہا ہے ۔

1۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَنْشُدُكَ عَھْدَكَ وَوَعْدَكَ ،اللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدَ بَعْدَ الْیَوْمِ [1]

''اے اللہ ! بے شک میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں ،اے اللہ ! اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا نہ رہے ۔''

چشم بصیرت رکھنے والے اس دعا سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ ﷺ ذات اللہ کے کس قدر باادب اور اس کے سامنے عاجزی وانکساری کرنے والے ہیں ۔مندرجہ بالا دعا کا پس منظر اور ادب اللہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں ۔
آپ ﷺ رمضان 2 ہجری کو مدینہ طیبہ سے 80 میل دور مقام بدر پر اپنے 313 ساتھی لے کر پہنچے ۔آپ ﷺ کے جانثار تعداد میں کم تھے مگر ایمان میں اللہ کی زمین میں ان کا ثانی کوئی نہیں تھا ۔آپ ﷺ کے مقابلہ میں سامان حرب وضرب سے مسلح مشرکین کی فوج تھی ۔آپ ﷺ نے جواں مردی ،ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقام بدر پر اپنے ڈیرے لگائے اور آپ ﷺ نے اپنے خیمہ مبارک میں بیٹھ کر دعا کی ۔دعا میں کوئی شکوہ ،شکایت یا مطالبہ نہیں کیا بلکہ صرف یہی اشارہ فرمایا اے میرے اللہ ! میں آپ کو آپ کا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں ۔دعا میں ادب اور جامعیت دیکھیے ،لمبے چوڑے مطالبے نہیں کیے حتی کہ واضح لفظوں میں فتح بھی نہیں مانگی ،صرف یہی کہا اے مولا و آقا ! میں آپ کو آپ کا عہد یاد کرواتا ہوں ۔اللہ تعالیٰ کو اس کا عہد یاد کروانا گویا کہ سب کچھ مانگ لینا ہے اس مختصر ،جامع کلمات میں سب کچھ آگیا اور فرمایا اے اللہ ! میری

[1] صحیح بخاری ،التفسیر سیھزم الجمع: 4875۔

بصیرت یہی کہتی ہے کہ اگر آج یہ مٹھی بھر مجاہد بھی شہید ہو گئے تو شاید تیری زمین پر تیری واحدانیت کا پرچم اٹھانے والا کوئی نہ رہے گا کیونکہ 15 سال محنت کر کے میں تیری توحید کے یہی شیدائی تیار کیے ہیں۔ (اللہ اکبر)

ادب، اعتدال کے ساتھ ساتھ تواضع اور آہ بکا کا عالم ایسا مثالی تھا کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ رہا آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑا اور فرمایا:

حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ

''اے اللہ کے رسول بس کیجیے! آپ نے تو اپنے پروردگار سے دعا کرنے میں حد کر دی۔'' (سبحان اللہ)

یعنی سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے حبیب اللہ تعالیٰ اس قدر مؤدب اور عاجزی کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا، دعا ختم فرما دیں آج دشمن کامیاب نہیں ہو سکتا۔

قارئین کرام! شاید ایسا مؤدب اور متواضع لیڈر وچشم فلک نے آج تک نہ دیکھا ہو، کہ جو زندگی کی جمع پونجی لے کر میدان میں اتر آیا...... اور اس قدر ادب واحترام اور عاجزی سے اپنے الٰہ کو مخاطب کیا، الٰہ حقیقی نے بظاہر ناممکن فتح کو اپنی قدرت ونصرت سے عین ممکن نہیں بلکہ حقیقت بنا دیا۔ (سبحان اللہ)

2 - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ ، لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ [1]

''اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے سے تیری ناراضی سے اور تیری عافیت کے ذریعے سے تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا تو ویسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر سے گم پایا تو تلاش کرتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں نہایت گریہ زاری

[1] سورۃ ابرھیم:486۔

اور عاجزی وانکساری سے مندرجہ بالا دعا پڑھ رہے ہیں:

3۔ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ [1]

''اے میرے پروردگار! تیرے نام کیساتھ میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تیرے نام ہی کے ساتھ اسے اٹھاؤں گا۔ اگر تو نے میری روح قبض کر لی تو اس پر رحم فرمانا اور اگر لوٹا دی تو اس کی حفاظت فرمانا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

4۔ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [2]

''اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، پس لمحہ بھر بھی تو مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کر اور میرے تمام معاملات کی اصلاح فرما دے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

5۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّهٗ وَ تَرْضٰى [3]

''اے اللہ! اسی کام کی ہمیں توفیق دینا جس کو تو پسند کرتا ہے اور (جس سے) راضی ہوتا ہے۔''

اس مختصر دعا کو تمام دعاؤں میں جامعیت حاصل ہے کہ توفیق ہی ایسے اعمال کی مانگی جو الٰہ حقیقی کو پسند ہوں اور جن پر وہ راضی ہو جائے۔ غرض کہ ادب اللہ کا اہم ترین تقاضا یہی ہے کہ اسے پکارتے ہوئے عاجزی واعتدال اور حسن ظن کا مکمل لحاظ رکھا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام دعاؤں میں یہ پہلو مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، الدعوات، التعوذ والقراءۃ عند المنام: 6320۔ [2] سنن ابی داود، الادب مایقول اذا اصبح 5090 [3] کتاب السنۃ 164/1، رقم: 373 فی اسنادہ جہالۃ ولکن لہ شواھد

اللہ تعالیٰ سے پسند کی نعمت مانگنا

کسی پسندیدہ معین نعمت کا سوال معیوب نہیں۔ آپ دین اور اپنی پاکیزہ سوچ کے مطابق جن کاموں میں خیر سمجھتے ہیں ان کے مانگنے کی آپ کو مکمل اجازت ہے۔ آپ ادب و اعتدال اور عاجزی کے دائرہ میں رہ کر ہر حلال نعمت مانگ سکتے ہیں البتہ نعمت مانگتے ہوئے یہ کہنا کہ یا اللہ! فلاں چیز عطا فرمادے اگر اس میں میری دنیا و آخرت کی بہتری ہے تو اس اضافے سے انشاء اللہ مزید برکت ہوگی اور اگر بالفرض آپ کا مطالبہ پورا نہیں ہوا تو ذاتِ الٰہ پر ناراض نہ ہوں کیونکہ دعا صرف مطلب لینے کے لیے ہی نہیں کی جاتی۔

دعا کا فلسفہ اور روح

دعا صرف مطالبات پورے کروانے کے لیے نہیں کہ جب دعا کے مطابق ملتا رہا، بڑے خوش رہے اور جب دعا کے مطابق قبولیت نہ ہوئی دعا کرنا ترک کر دی، آپ نے سنا ہوگا کہ اکثر لوگ یوں بھی کہتے ہیں دعا کرنے کا کیا فائدہ قبول تو ہوتی نہیں......استغفر اللہ۔ یا جب انسان سخت مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو رو رو کر لمبی دعائیں کرتا ہے اور جونہی اس کی بے بسی پر رحم و کرم کی بارش ہوتی ہے تو وہ دنیا میں دل لگا کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کو پکارنے سے غافل ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید انسان کی اس حالت کو یوں بیان فرماتا ہے:

لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ○ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ○ [1]

[1] سورۃ حم سجدہ:51-49۔

''انسان (اپنے لیے) بھلائی کی دعا کرنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس اور دل شکستہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو کہنے لگتا ہے کہ ''میں اسی کا مستحق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت بھی آئے گی اور اگر مجھے اپنے پروردگار کے پاس جانا ہی پڑا تو وہاں بھی میرے لیے بھلائی ہی ہوگی'' ہم ایسے کافروں کو ضرور بتادیں گے کہ وہ کیا کرتے تھے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو پھیر کر چل دیتا ہے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔''

انسان کو قطع نظر اس سے کہ دعا قبول ہوئی ہے یا نہیں ہوئی حقیقت میں دعا کا فلسفہ سمجھنا چاہیے کہ دعا کی روح کیا ہے تو دعا کا اصل مقصد یہی ہے کہ اللہ کو پکارتے ہوئے اپنی محتاجی کا احساس رہے کہ میں محتاج ہوں اور اللہ میرا عطا کرنے والا داتا ہے، دعا کا مقصد یہی ہے کہ بندے کو اپنا فقر یاد رہے اس کے دل میں کبھی یہ سوچ نہ آئے کہ میں ذاتِ الٰہ سے بے نیاز ہوں بلکہ ہمہ وقت دل و دماغ میں یہی احساس رہے کہ میں آسمان کی بلندیوں پر پہنچ جاؤں یا زیرِ سمندر موتیوں کو پالوں، ہر حال میں اس کا محتاج ہوں اور وہی میری سننے والا ہے، جس کو دعا مانگتے یہ احساس نہ ہوا وہ دعا کی لذت وحلاوت سے محروم رہا۔

حافظ شیرازی کیا خوب کہتے ہیں:

حافظ وظیفہء تو دعا گفتن است وبس
در بند ایں مباش کہ نشنید یا شنید

''حافظ تیرا کام بس دعا کرنا ہے اس فکر میں نہ پڑ کہ سنی گئی ہے یا نہیں سنی گئی''

انشاء اللہ وہ وقت بھی آئے گا کہ قادرِ مطلق ہماری طلب کے سارے جام بھر دے گا اور ہم کو اپنے فضل سے غنی فرمادے گا۔

ہوائے رحمت پروردگار آئے گی
بہار آئے گی بے اختیار آئے گی

لیکن قبولیت کو ہی سب کچھ نہ سمجھیں۔ اپنا رشتہ بذریعہ دعا اپنے خالق سے پہچاننے کی کوشش کریں۔ کہ وہ کس قدر غنی و بے نیاز ہے اور میں قدم قدم پہ کس قدر اس کا محتاج ہوں۔ یاد رکھنا! بارگاہِ عالی میں ہمیشہ کا سوالی بننا بھی لذت و برکت سے خالی نہیں۔ انشاء اللہ۔

ہمارے لیے باعثِ سعادت ہے کہ ہمارا خالق و مالک ہر لمحہ ہماری نگرانی کرتا ہے، ہر لحظہ اس کی نگرانی میں گزرتا ہے اور کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ وہ دیکھ نہ رہا ہو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی قدرت اور علم کے تابع ہے۔

جو ہمارا اللہ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے، ہم اس کی نگرانی ونگہبانی میں ہیں تو ہمیں ہمیشہ ایسے اعمال وافعال کرنے چاہئیں جن کو دیکھ کر وہ خوش ہو اور ہمارے لیے برکت وسعادت کے تمام دروازے کھول دے۔ ادب اللہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس قدر عظیم مولا وداتا کی نگرانی میں کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جو اس کی شان کے خلاف ہو، ہمہ وقت تہذیب کے دائرہ میں رہنا، اچھی عادات اپنانا، سلجھی حرکات وسکنات کا مظاہرہ کرنا اور نہایت شائستگی وشگفتگی سے ہر کام کرنا یہ ادب اللہ کو ملحوظ خاطر رکھنے والوں کی بنیادی علامتیں ہیں، جب انسان ہمہ وقت یہ احساس رکھے کہ میرا خالق و مالک مجھے دیکھ رہا ہے تو یہ شعور اس کو عظیم مثالی انسان بنا دیتا ہے اور اس کی ہر ادا سے خیر کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے وہ شرافت وطہارت کے پیکر بن جاتے ہیں۔

بے ادب کا رویّہ

اکثر لوگ رب تعالیٰ کے حد درجہ بے ادب پائے گئے ہیں اس لیے ان کا ظاہر بڑا سنجیدہ اور پاک نظر آتا ہے مگر ان کا باطن، ان کی تنہائی اور خلوت فضولیات وسیئات سے بھری ہوتی ہے وہ جب دوست احباب اور ملنے والے ساتھیوں کے پاس آتے ہیں تو مصنوعی سنجیدگی اور وقار کا خول اپنے اوپر چڑھا لیتے ہیں اپنے ناپاک باطن کو دلفریب سلجھی اداؤں اور لچھے دار باتوں سے چھپاتے ہیں مگر علیحدگی یا اپنے بے تکلف مخصوص حلقہ ء احباب میں کبیرہ سے کبیرہ گناہ کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے اور آج یہ بے ادبی دنیاداروں سے پھیلتی ہوئی دین داروں میں بھی مکمل سرایت کر چکی ہے کئی علماء خطباء

کھلوانے والے جب اسٹیج سے اتر کر عوام کی نظروں سے اوجھل ہو کر حلقۂ یاراں میں آتے ہیں تو ان کی فحش بھری حیا سوز گفتگو سن کر محسوس نہیں ہوتا کہ یہ داعی الی الرحمٰن ہیں یا داعی الی الشیطان ہیں۔

یاد رہے! ایسا رویہ اور ظاہر و باطن کا تضاد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتا ہے اور ایسے شخص کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام نہیں رہتا جو لوگوں کا ادب وحیا کرتے ہوئے فضولیات ولغویات سے تو گریز کرے اور جب تنہائی میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے آداب کی تمام حدود کو پھلانگ کر لچر پن، بیہودگی اور گناہ پر اتر آئے۔

رب تعالیٰ کے باادب تو ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَّتِيْ

''اے اللہ! ہمارے باطن کو ہمارے ظاہر سے بہتر بنا دے۔''

اور ان کے ادب کا و اخلاص کا عالم یہ تھا کہ

كَانُوْا يَسْتُرُوْنَ عِبَادَاتِهِمْ وَكَانُوْا عَمَلُهُمْ كُلُّهُ سِرًّا

''اپنی عبادت کو چھپاتے اور سارے نیک اعمال تنہائی میں کرتے، جی بھر کر تنہائی میں روتے لیکن اِذَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ ''جب گھر سے باہر نکلتے'' غَسَلَ وَجْهَهٗ مِنْ اَثَرِ الدموع تو اپنے چہرے کو دھو لیتے تا کہ آنسوؤں کے نشانات نظر نہ آئیں۔ [1]

آجکل چونکہ ظاہر و باطن اور خلوت وجلوت کا تضاد ہماری پہچان بن چکا ہے تقریباً ہر شخص (الا ماشاء اللہ) ظاہر کا ہیرو اور باطن کا زیرو بن چکا ہے ہم سب سے پہلے قرآن پاک سے دس مقامات تحریر کرتے ہیں جن سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکارہ ہو کہ ہمارا رب ہر وقت ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم ہر لمحہ اس کی نگرانی ونگہبانی میں گزارتے ہیں اس لیے ہم اپنا باطن، تنہائی، علیحدگی اور خلوت بھی گناہوں سے پاک رکھنی چاہیے۔

1- رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ [1]

---

[1] سلاح الیقظان: 57۔

''اے ہمارے رب! تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔''

یعنی ظاہر و باطن اس کے سامنے روشن ہیں ہر ڈھکی چھپی کو خوب جانتا ہے کوئی قول و فعل اور ارادہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ (سبحان اللہ) جب ہمارا پروردگار اس قدر علم و قدرت والا ہے تو پھر ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اس کے سچے باادب بنیں اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کریں۔

2- يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْر [2]

''وہ (اللہ) آنکھوں کی خیانت اور دل کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

يُخْبِرُ تَعَالٰى عَنْ عِلْمِهِ التَّامِ الْمُحِيْطِ بِجَمِيْعِ الْاَشْيَاءِ، جَلِيْلِهَا وَحَقِيْرِهَا، صَغِيْرِهَا وَكَبِيرِهَا، دَقِيْقِهَا وَلَطِيْفِهَا، لِيُحَذِّرِ النَّاسَ عِلْمُهُ فِيهِمْ، فَيَسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، وَيَتَّقُوْهُ حَقَّ تَقْوَاهُ وَ يُرَاقِبُوْهُ مُرَاقَبَةَ مَنْ يَعْلَمُ اَنَّهُ يَرَاهُ فَاِنَّهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ خَبَايَا الصُّدُوْرِ مِنَ الضَّمَائِرِ وَالسَّرَائِرِ [3]

''اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے مکمل محیط علم کے بارے میں خبر دی ہے جو معمولی و غیر معمولی چھوٹی و بڑی باریک و موٹی اور کھلی اور چھپی تمام اشیاء کو گھیرے ہوئے ہے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس قدر شرمائیں جس قدر اس سے حیاء کرنے کا حق ہے اور کما حقہ اس سے ڈریں اور کسی وقت یہ خیال نہ کریں کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اس کو خبر نہیں بلکہ ہر وقت یقین کر کے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کا علم میرے ساتھ ہے اس کا لحاظ کرتا رہے اور اس کے روکے ہوئے کاموں سے ہمہ وقت رکا رہے کیونکہ جو آنکھ خیانت کے لیے اٹھتی

[1] سورۃ ابراھیم:38۔ [2] سورۃ مومن:19۔ [3] تفسیر القرآن العظیم 137/1۔

ہے بظاہر وہ امانت ظاہر کرے رب تعالیٰ اس کی حقیقت کو جانتے ہیں اور سینے کے جس گوشے میں جو خیال چھپا ہوا اور دل میں جو بات پوشیدہ ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں الخائنۃ الاعین سے مراد وہ آنکھ ہے کہ آدمی کسی خوبصورت عورت کو لوگوں سے چھپ کر دیکھے، جب لوگوں کی نگاہ اس پر پڑے تو اپنی نظر ہٹا لے کہ کہیں لوگوں کو میرے متعلق علم نہ ہو، ایسی آنکھ خائنہ ہے اور اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ [1]

اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ آدمی کی تنہائی، خلوت اور علیحدگی اور قلب ونگاہ کا ہر پوشیدہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روز روشن کی طرح واضح ہے اس لیے آدمی کو اس سے شرم کرتے ہوئے حرام کاموں کے ارتکاب سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

3۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ [2]

''کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں موجود ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں مشورہ ہو تو چوتھا وہ (اللہ) نہ ہو یا پانچ آدمیوں میں مشورہ ہو تو ان کا چھٹا وہ نہ ہو (مشورہ کرنے والے) اس سے کم ہوں یا زیادہ وہ یقیناً ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں پھر قیامت کے دن انہیں بتا (بھی) دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

[1] تفسیر القرآن العظیم: 137/7۔ [2] سورۃ مجادلۃ: 7۔

4۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ۔ وَهُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ [1]

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی، اسے بھی جانتا ہے اور جو نکلتی ہے اسے بھی (اسی طرح) جو چیز آسمان سے اترتی ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اسے بھی اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی حکومت اسی کی ہے اور سب معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کے راز تک جانتا ہے۔''

دونوں آیات کا مفہوم

دونوں مقامات سے جو آیات تحریر کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہی ہے کہ ہر قسم کے غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں، وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے کسی پتے کا گرنا بھی اس کے علم سے باہر نہیں، زمین کے اندھیروں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو اسی طرح

[1] سورۃ حدید:4،5،6۔

آسمان سے نازل ہونے والی بارش، اولے اور برف، تقدیریں اور احکام جو بذریعہ فرشتوں کے نازل ہوتے ہیں سب اس کے علم میں ہیں یاد رہے خدا کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو خدا کی بتلائی ہوئی جگہ میں پہنچا دیتے ہیں، آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اس کے وسیع علم میں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کی اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کیے جاتے ہیں وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارا نگہبان ہے تمہارے اعمال وافعال کو دیکھ رہا ہے، جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خواہ خشکی میں ہو خواہ تری میں ہو، راتیں ہوں یا دن ہوں، تم گھر میں ہو یا جنگل میں ہو، ہر حالت میں اس کے علم کے لیے برابر ہر وقت اس کی نگاہیں اور اس کا سننا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے تمام کلمات سنتا رہتا ہے، تمہارا حال دیکھتا رہتا ہے، تمہارے چھپے کھلے کا اسے مکمل علم ہے۔ جو چھپنا چاہے اس کا وہ فعل فضول ہے ظاہر و باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے اللہ سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے......؟ پوشیدہ باتیں، راتوں کو دن کو جو بھی ہوں سب اس پر روشن ہیں۔

مَعَکُمْ کی تفسیر

''وہ تمہارے ساتھ ہے'' سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمہارے ساتھ ہے یا اس کی ذات ہر جگہ ہے بلکہ اس سے مراد، اس کی قدرت اور علم ہے انسان کہیں بھی چلا جائے اس کی قدرت اور علم سے باہر نہیں جا سکتا اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَکَی غَیْرُ وَاحِدٍ الاجْمَاعَ عَلٰی اَنَّ الْمُرادَ بِھٰذِہِ الایۃِ معیۃُ عِلْمِ اللّٰہِ، فَھُوَ سُبْحَانَہٗ، مُطَّلِعٌ عَلٰی خَلْقِہٖ لَا یَغِیْبُ عَنْہُ مِنْ اُمُوْرِھِمْ شَیْءٌ [1]

''کئی اہل علم سے اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر القرآن العظیم: 42/8۔

کے علم کی معیت مراد ہے کہ اس کا علم ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو مخلوق کی مکمل اطلاع ہے ان کا کوئی معاملہ اس سے پوشیدہ نہیں۔''

اس ترقی یافتہ دور میں اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم قدرت کو سمجھنا مزید آسان ہے آپ نے سنا ہے کہ سٹلائٹ (Satlit) ایک آلہ ہے اس کے ذریعہ سائنسدان ذرہ ذرہ کی حرکت ونقل ہزاروں میل دور بیٹھ کر دیکھ لیتے ہیں یا آپ جاز کمپنی کا کنکشن دیکھ لیں، ہر جگہ وہ ساتھ ہوتا ہے اور آدمی کمپنی کے نیٹ ورک سے باہر نہیں نکلتا۔ جب عام دنیادار اس قدر ترقی کر چکے ہیں تو پھر خالق کائنات کے علم وقدرت کا احاطہ کس قدر وسیع ہوگا۔

(رہا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تو وہ قرآن مجید کی صریح آیت اور صحیح مسلم کی صریح حدیث اور دیگر دلائل کی رو سے واضح ہے کہ وہ عرش پر ہے اس کی قدرت ہر جگہ اور ذات عرش پر مستوی ہے)

5۔ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ○ [1]

''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان پوشیدہ معاملات اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے......؟ کیوں نہیں ہمارے فرشتے ان کے ہاں لکھ رہے ہیں۔''

یعنی فرشتے ان کی خلوت وجلوت کی مکمل فائل مرتب کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہورہا ہے۔

6۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ [2]

''نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں جب کہ وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ بڑا باریک بین ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

7۔ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ [3]

''نہیں کوئی جان مگر اس کے اوپر ایک حفاظت کرنے والا ہے۔''

---

[1] سورۃ زخرف: 80۔ [2] سورۃ انعام: 103۔ [3] سورۃ طارق: 4۔

8۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ [1]

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔"

یعنی ہمارا ہر فعل اس کی نگرانی میں ہوتا ہے وہ ہماری ہر حرکت ونقل کو دیکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اس قدر نگہبانی فرماتے ہیں کہ لمحہ لمحہ کی مکمل کیفیت اس کے علم میں ہے تو پھر ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم ہرگز ایسی حرکت نہ کریں جس سے اس کی بغاوت، سرکشی لازم آئے۔ آپ جانتے ہیں جب آدمی کسی دفتر میں داخل ہوتا ہے تو وہ چوکیدار کو یا کیمرے کو دیکھتا ہے کہ میری ایک ایک حرکت محفوظ ہو رہی ہے وہ اس ڈر سے چوری کرنا تو درکنار بے مقصد ہاتھ بھی نہیں ہلاتا کہ کہیں اس کی شخصیت میں فرق نہ پڑ جائے۔ جب ایک چوکیدار یا کیمرے کی نگرانی میں بے مقصد ہاتھ بھی حرکت نہ کرے تو پھر ہم اس عظیم شہنشاہ کی نگرانی میں کبیرہ گناہ کس منہ سے کرتے ہیں......؟

کیا ایک دفتر کا چوکیدار یا کیمرہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ مقام رکھتا ہے......؟ اپنی اس بے ادبی پر خصوصی غور فرمائیں۔

9۔ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى [2]

"تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔"

10۔ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ [3]

"کہہ دیجیے! سینوں کے بھیدوں کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ زمین وآسمان میں ہے وہ بھی جانتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

قارئین کرام! ان تمام آیات پر غور فرمائیں اور بتائیں......؟ اس شخص سے بڑھ کر زیادہ جاہل اور ظالم کون ہوسکتا ہے جو گنہگار لوگوں کا ادب کرتے ہوئے ان کے سامنے تو نازیبا حرکات نہ کرے مگر پروردگار عالم کے دیکھنے کے باوجود اس کی قدرت کے تابع رہ

---

[1] سورۃ نساء:1۔ [2] سورۃ علق:14۔ [3] سورۃ آل عمران:29۔

کہ اس کے علم کے احاطے میں رہ کر تنہائی میں جرائم و معاصی کا ارتکاب کرے......؟ اور ذرہ بھر ہچکچاہٹ بھی محسوس نہ کرے۔ معلوم ہوا وہ رحمٰن ذات کی نسبت غیروں کا زیادہ باادب اور ان سے زیادہ مرعوب ہے اور یہی سب سے بڑی ناانصافی اور بے ادبی ہے کہ سبحان ذات کا تو خیال نہ کیا جائے، اور جو گناہوں کی گٹھڑیاں اٹھائے ہوئے ہیں ان کے لیے ہر جتن ہو۔ یاد رہے! نیک لوگ اپنی تنہائیوں کو حد درجہ صاف ستھرا رکھتے تھے۔ اور وہ تنہائی میں اپنے سچے خالق و مالک کی عظمت و قدرت کے احساس کو سامنے رکھ کر ایسی لذت محسوس کرتے تھے جو بڑے بڑے شہزادوں کو ان کے محلات میں نصیب نہیں ہوتی، رب تعالیٰ ہمیں بھی یہی سرمایۂ زندگی نصیب فرمائے۔

احادیث طیبہ اور ذات الٰہ کا ہمہ وقت تصور

رسول اللہ ﷺ اللہ سے حیاء کرتے ہوئے پردے، ستر اور حجاب کا مکمل خیال رکھتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا اَرَادَ حَاجَةً لَا یَرْفَعُ ثَوْبَهٗ حَتّٰی یَدْنُوْ مِنَ الْاَرْضِ [1]

''نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین کے بالکل قریب ہو کر ازار اٹھاتے تھے۔''

اور ایک حدیث میں ہے:

رَاٰی رَجُلًا یَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا اِزَارٍ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَلِیْمٌ حَیِیٌّ سِتِّیْرٌ یُحِبُّ الْحَیَاءَ وَالسِّتْرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَتِرْ [2]

''آپ ﷺ نے ایک آدمی کو کھلے میدان میں بغیر ازار کے غسل کرتے

---

[1] ابو داود: الطھارۃ، کیف التکشف عند الحاجۃ: 14، سلسلہ صحیحہ: 1071۔

[2] سنن النسائی، الغسل والتیمم الاستتار عند الاغتسال: 403، الثمر المستطاب: 129

دیکھا تو آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ بردبار، شرم وحیاء اور پردے والے، شرم وحیاء اور پردے کو پسند کرتے ہیں جب تم میں سے کوئی غسل کرے وہ اچھی طرح پردہ کر لے۔"

نبی کریم حضرت محمد ﷺ چونکہ خود اس احساس کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی یہی تربیت فرمائی کہ ہمہ وقت اس کی جلالت، قدرت اور شان علم کا احساس رکھ کر عبادت کرو اور سو فیصد یقین رکھو کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے، ایک مقام پر آپ ﷺ نے احسان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ [1]

"تو اس طرح اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے (اگر ایسا نہیں کر سکتا) تو کم از کم یہ عقیدہ رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

اور اس وقت عبادت کے حسن کی انتہا ہو جاتی ہے جب آدمی اس عقیدہ سے سجدہ رکوع کرتا ہے کہ میرا خالق و مالک مجھے دیکھ رہا ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے وصیت کیجیے!

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ادب سکھلانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصی تربیت فرمائی ایک دفعہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اَوْصِنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ "اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمائیں" لفظ "وصیت" نصیحت اور ہدایت کے معنی میں بھی مستعمل ہے یعنی وہ آ کر کہنے لگا اے آقا مجھے نصیحت فرمائیں اور میری راہنمائی کریں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُوْصِيْكَ اَنْ تَسْتَحْيِيَ مِنَ اللّٰهِ ـ عَزَّ وَجَلَّ ـ كَمَا تَسْتَحْيِيْ رَجُلًا مِنْ صَالِحِيْ قَوْمِكَ [1]

[1] صحیح بخاری، الایمان، سؤال جبریل النبی ﷺ: 50۔

"میں تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کر جس طرح تو اپنی قوم کے نیک بندوں میں سے کسی آدمی سے شرماتا ہے۔"

یعنی جس طرح اس کی موجودگی میں تو وقار، سنجیدگی، متانت اور اچھائی کا مکمل خیال رکھتا ہے اسی طرح ہر وقت اپنے اللہ کے سامنے بھی انہیں خصائل کا خیال رکھ کہ ایسا نہ ہو کہ معزز آدمی کی موجودگی میں تو ان سے شرماتے ہوئے نازیبا حرکت کے قریب نہ جائے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر گناہ کرتا رہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بڑی بے باکی سے اپنے غلام کو مار رہے ہیں جب آپ ﷺ کا قریب سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو احساس دلایا کہ اللہ تجھ سے زیادہ قدرت والا ہے یہ بھی ذہن میں رکھ کہ وہ دیکھ رہا ہے اور ایک دن اس کے دربار میں حاضری ہوگی۔ [2]

ذات الٰہ کا تصور اس قدر باعث خیر ہے کہ آدمی ہر قسم کے گناہ اور ظلم سے بچا رہتا ہے بلکہ آدمی گناہ اور ظلم کرتا ہی اس وقت ہے جب بے ادب بن کر ذات الٰہ کے تصور قدرت سے غافل ہوتا ہے۔ اور اس کی لحاظ اور شرم ختم کر دیتا ہے۔

ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے کما حقہ حیاء کرو

اللہ تعالیٰ سے حقیقی حیاء یہی ہے کہ آدمی اپنے وجود کو اس کی فرمانبرداری میں لگا کر رکھے اور جسم کے کسی عضو سے اس کی نافرمانی نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا:

اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالَ ، قُلْنَا ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُلِلّٰهِ قَالَ ، لَيْسَ ذَاكَ وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ : اَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰى وَالْبَطْنَ

---

[1] شعب الایمان، الحیاء 424/13 رقم: 7343۔ سلسلة احادیث صحیحه 376/2

[2] صحیح مسلم، الایمان، صحبة الممالیك: 4306,4307۔

وَمَا حَوٰى وَ لْتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ ﴿1﴾

''اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جس طرح حیا کا حق ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ شرمانا نہیں، بلکہ کما حقہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا یہ ہے کہ آدمی اپنے سر اور جن اعضاء پر وہ مشتمل ہے، اپنے پیٹ اور جو اس کے اندر ہے اس کی حفاظت کرے (یعنی زبان سے اچھا بولے، نگاہ سے اچھا دیکھے، دماغ سے اچھا سوچے، اور پیٹ میں حرام نہ جانے دے) اور اپنی موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد کرے۔ جس نے آخرت کا ارادہ کیا اس نے دنیا کی زینت کو چھوڑ دیا۔ (بلکہ سادگی پسند بن گیا) جس نے اس طرح حفاظت کی، اس نے کما حقہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کیا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناجائز بولنے والے، برا سوچنے والے اور حرام کھانے والے، اللہ تعالیٰ کا بھی حیاء نہیں کرتے، بلکہ وہ حد درجہ بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی بے قدرتی کرتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور احساس شرم وحیا

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شرافت وصداقت اور حیاء کے عظیم پیکر تھے اور آپ ہمہ وقت ذات الٰہ کی قدرت وعظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے شرم وحیاء کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے، اور آپ رضی اللہ عنہ کے ادب کا عالم یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ: اسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ

﴿1﴾ جامع ترمذی، صفة القيامة، في بيان مايقتضيه الاستحياء: 2458، الكتاب المصنف في الاحاديث والآثار 16167-223/13، صحيح الجامع الصغير 222/1 رقم 935۔

''اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ سے شرم وحیاء کیا کرو۔''

میں تو جب قضاء حاجت کے لیے بھی کھلی فضا میں جاتا ہوں تو

مُقَنَّعًا بِثَوْبِيْ اسْتِحْيَاءً مِنْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ

''اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہوئے اچھی طرح اپنے کپڑے کو اوڑھ کر نکلتا ہوں اور قضا حاجت کرتا ہوں۔'' [1]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو چرواہے کا جواب

آج اکثر لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی ذات الٰہ کے تصور اور احساس شرم وحیاء سے عاری ہوتے ہیں جب کہ ایک بکریوں کا چرواہا، جاہل اوران پڑھ تھا مگر ذات الٰہ کے تصور اور احساس شرم وحیاء سے اس قدر شرسار تھا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ ایک بکری ہمیں دے دے قیمت لے لے اور مالک کو کہنا کہ بھیڑیا کھا گیا تھا تو فوراً کہنے لگا حضرت صاحب فَأَيْنَ اللّٰهُ، میں تو مالک کو مطمئن کر ہی لوں گا مگر مجھے یہ بتاؤ رب کہاں ہے......؟ سبحان الله (......سنده حسن)

یہی وہ عظیم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہوئے اوراس کی جناب کا حیا کرتے ہوئے گناہوں سے بچتے ہیں تنہائی میں اس کے تصور سے لذت پاتے ہیں جب یہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں تو جواب میں رب کہتا ہے اے میرے بندے اب مجھے تیرے ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (سبحان الله)

رب سے شرمانے والے کی بہادری

جب ذات الٰہ کا صحیح تصور اوراس سے شرم وحیاء کا سچا احساس دل ودماغ میں موجزن ہوجائے تو ایسے باادب بندے کے دل سے غیروں کا ڈر نکل جاتا ہے۔اسی طرح کا جواب حضرت شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کو ایک نیک ولی نے دیا۔حضرت شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَرَجْنَا فِيْ لَيْلَةٍ مَخُوْفَةٍ، فَمَرَرْنَا بِأَجَمَةٍ فِيْهَا رَجُلٌ نَائِمٌ، وَ

[1] كتاب الزهد، ص 211، مكارم اخلاق فضيلة الحياء وجسيم خطره۔

قَيَّدَ فَرَسَهُ فَهِيَ تَرْعِي عِنْدَ رَأْسِهِ فَأَيْقَظْنَاهُ ، فَقُلْنَا لَهُ : تَنَامُ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَكَانِ؟ قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ إِنِّي أَسْتَحْيِي مِنْ ذِي الْعَرْشِ أَنْ يَعْلَمَ أَنِّي أَخَافُ شَيْئًا دُوْنَهُ ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ [1]

''ہم ایک خوفناک رات نکلے اور گھنے گنجان درختوں کے پاس سے گزرے تو اچانک دیکھا کہ ایک آدمی جھاڑی میں اپنا گھوڑا باندھے ہوئے سویا ہے اور گھوڑا اس کے سر کے پاس چر رہا ہے ہم نے اس کو بیدار کیا اور کہا تو اس طرح کی جگہ پر سویا ہوا ہے......؟ اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ مجھے عرش والے سے شرم آتی ہے کہ اس کو علم ہو کہ میں اس کے علاوہ کسی غیر سے ڈرتا ہوں، شقیق کہتے ہیں اتنی بات کہہ کر اس نے سر رکھا اور سو گیا۔''

اے دنیا داروں سے شرما کر بہادری و بے باکی کے جوہر دکھلانے والے کاش! تیرے دل میں اس مالک کا بھی حیاء ہو۔

امام صاحب شرم کے مارے گردن نہیں اٹھتی

سیدنا حضرت امام بصری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حددرجہ عابد، زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ محدث، فقیہ اور اپنے وقت کے عظیم امام تھے وہ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی سوائے ایک نوجوان کے مجھے کسی نے لاجواب نہیں کیا وہ نوجوان معمول کے مطابق اکثر خاموش بیٹھا رہتا اور اپنی گردن کو بڑے تواضع سے جھکا کر رکھتا۔ ایک روز میں نے پوچھ ہی لیا اے نوجوان! عالم شباب میں اس قدر خاموشی، سنجیدگی اور عاجزی کیسے آ گئی......؟ وہ جوان جوابًا کہنے لگا امام صاحب! جب میں اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کو دیکھتا ہوں اور پھر اپنے گناہوں کی طرف نظر دوڑاتا ہوں تو مارے شرم کے مجھ سے گردن اٹھائی نہیں جاتی، کہ وہ خالق و مالک احسانات نہیں روکتا اور میں گناہ سے باز نہیں آتا۔ [2]

الٰہی! آج امت مسلمہ کے جوانوں کو یہی فکر، سوز اور حیاء نصیب فرما، وہ تیرے

---

[1] کتاب الزهد ، امام هناد 633/1 سند صحیح ہے۔ [2] کتاب الھجرتین، امام ابن قیم..........

احسانات کو یاد کر کے، تیرے سامنے اپنی گردن کو جھکائیں اور دین اسلام کے غلبہ کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کریں۔ لیکن شاید! ایسے نوجوان چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں۔

اے نوجوان تو کیا کر رہا ہے......؟

جب مسلمان اللہ کے ادب کا یہ تقاضا پورا نہیں کرتا تو ایسے بے ادب کو گناہ اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں وہ خیر کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور اگر یہ ادب صحیح معنوں میں نصیب ہو تو مسلمان ایسا باکردار، عبادت گزار اور ملنسار مومن بنتا ہے کہ اس کی زندگی کے نور کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ایک نوجوان حسب عادت گناہ کر رہا تھا کہ قریب سے ایک عالم دین کا گزر ہوا وہ اس کے قریب جا کر کان میں فرمانے لگے اے نوجوان تو کیا کر رہا ہے اور تجھے تیرا پروردگار دیکھ رہا ہے! بس یہ جملہ سننے کی دیر تھی کہ توفیق وسعادت نے اس کے پاؤں چوم لیے اور دل میں اللہ سے شرم وحیاء کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ گناہوں کی دلدل سے نکل کر نیکیوں کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو گیا۔ (سبحان اللہ) آج سب سے بڑا کرنے والا کام یہی ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات، عظمت اور شان کا احساس دلایا جائے ان کو علم ہو کہ ہمارا پروردگار کس قدر شفیق نگاہوں سے ہماری طرف متوجہ ہے اور ہم اس کی بغاوتوں میں کمربستہ ہیں۔ انشاء اللہ جب بندے کا تعلق اپنے رب سے مضبوط ہوگا اور اپنے دل ودماغ میں اس کی محبت، عقیدت، چاہت اور شرم وحیاء کو جگہ دیگا تو یقیناً دنیا کی کامیابی اور آخرت کی سعادت قدم چومے گی۔

اگر ماں باپ موجود ہوں تو

ایک بزرگ نے ایک آدمی سے سوال کیا کہ اگر تیرا باپ تیرے پاس موجود ہو تو کیا تو گناہ کرے گا......؟ وہ فوراً کہنے لگا ہرگز نہیں، میں ابھی اتنا بے شرم نہیں ہوا، کہ باپ کی بھی حیاء نہ کروں۔ وہ فرمانے لگے اگر تیری والدہ دیکھ رہی ہو تو پھر گناہ کرے گا وہ کہنے لگا حضرت آپ کمال کر رہے ہیں میں ابھی اتنا بے غیرت نہیں بنا کہ ماں جی کی موجودگی میں حرام، جرم اور برائی کا سوچ بھی سکوں۔ پھر بزرگ اس سے باوقار لہجہ سے

پوچھنے لگے اگر دونوں نہ ہوں تو پھر گناہ کرے گا۔ کہنے لگا حضرت جی پھر گناہ کرنے میں کون سا حرج ہے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں ...... معاف کردیں گے۔ بزرگ فرمانے لگے مجھے یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ ہمہ وقت ہمیں دیکھتے ہیں ......؟ وہ فوراً کہنے لگا جی ہاں، پھر کیا یہ بتاؤ ماں باپ کا شان زیادہ ہے یا رب کا مقام زیادہ ہے......؟ کہنے لگا حضرت جی مجھ سے بچوں والے سوال پوچھ رہے ہو یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ ساری کائنات مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور مقام کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

بزرگ فرمانے لگے پھر تو کس قدر ناانصاف اور ظالم ہے کہ ماں باپ سے حیاء کرتے ہوئے گناہ نہیں کرتا، جن کی شان کم ہے جن کا مقام تھوڑا ہے اور وہ ہستی کہ جس کی عظمتوں کا مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا، تنہائی میں وہ دیکھ رہا ہوتا ہے اور تو بڑی بے باکی سے اس کی حدوں کو پھلانگتے ہوئے گناہ کرتا ہے......اور کبھی تیرے دل میں اس سے شرم وحیاء کرنے کا احساس تک پیدا نہیں ہوا......؟ آدمی بزرگ کی حقیقت بھری گفتگو سن کر بے ساختہ رو پڑا اور اپنی حماقت پر بڑا پریشان ہوا کہ میں نے رب تعالیٰ کا مقام والدین کے برابر بھی نہ سمجھا......؟ پھر اس شخص نے ہمیشہ کے لیے گناہوں سے سچی توبہ کرلی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہی احساس اور ادب نصیب فرمائے۔ آمین!

بہت بڑی جہالت

اکثر لوگ مسجد میں نماز، ذکر اور تلاوت کا اہتمام فرماتے ہیں اور باہر آکر ناجائز، غلط اور حرام کاموں میں مشغول ہوجاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ صرف مسجد میں ہی ہے صرف وہیں اس کو یاد کرنا عبادت ہے گھر، بازار اور دکان میں چاہے جو کچھ مرضی ہوتا رہے۔ یاد رہے! نماز ایک عہد ہے نماز کی حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے یہی عہد کرتا ہے کہ مولا میں ہر حال میں اور ہر مقام پر تیری بزرگی اور فرمانبرداری کا خیال رکھوں گا اور کوئی کام بھی تیری شان کے خلاف نہیں ہوگا۔ میرے جسم کا ایک ایک عضو تیرے سامنے جھکا رہے گا اور میں تیری اطاعت ہی میں زندگی گزاروں گا۔ اب ایک نمازی مسجد میں باوضو حالت نماز میں کھڑا ہوکر مندرجہ بالا قول وقرار کرے، اپنے رب سے سچائی کے وعدے کرے اور باہر نکل کر فحاشی، عریانی، حرام اور جھوٹ کی فروغ دے تو یقیناً ایسا شخص

دو گنا مجرم ہے۔ اس نے نماز کی حرمت اور تقدس کو پامال کیا اور حالت نماز میں کیے ہوئے قول واقرار سے انحراف کیا۔ جب انسان مسجد اور غیر مسجد میں یہ احساس تر وتازہ رکھے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے میں اس کی مکمل نگرانی میں ہوں تو وہ مسجد میں عبادت کے فرائض ادا کرتا ہے اور باہر آکر اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے کبھی عمداً افحاشی اور حرام کو فروغ نہیں دیتا۔ یقیناً یہ ایک سچی تلخ حقیقت ہے جس سے اکثر نمازی غافل ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جب آدمی کے دل میں یہ احساس تر وتازہ رہتا ہے کہ مجھ کو میرا رب دیکھ رہا ہے تو وہ فرمانبرداری میں جی بھر کر دل لگاتا ہے اس پر غفلت اور سستی غالب نہیں آتی اور اس کی حالت بالکل اس غلام کی طرح ہو جاتی ہے جو اپنے مالک کی موجودگی میں مکمل ہوشیار اور چوک چوبندر ہتا ہے اس کے اشارہ کا منتظر کھڑا رہتا ہے اور حکم ملنے پر ساری توانائیاں اس کی تعمیل پرصرف کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے اگر میں نے کوئی کمی بیشی کی تو سخت سزا کا سامنا ہوگا اور اگر اطاعت کے تمام آداب ملحوظ خاطر رکھ کر پوری فرمانبرداری کی تو اعزازات سے نوازا جائے گا۔ [1]

قارئین کرام! تنہائی کو نعمت سمجھیں، اس میں رب کو یاد کر کے دنیا وآخرت کی بہاریں حاصل کریں اور کبھی بھی تنہائی میں بے ادب ہو کر گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ فَلَا تَقُلْ
خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ! عَلَيَّ رَقِيبُ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفَلُ سَاعَةً
وَلَا أَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيبُ

[1] مفتاح دار السعادة 277۔

آپ ادب اللہ کے اہم ترین دس تقاضے پڑھ چکے ہیں جو مسلمان اپنی زندگی میں ان کو پورا کرتا ہے وہ یقیناً ذات اللہ کا باادب ہے ان تقاضوں کو پورا کیے بغیر تعظیم اللہ ،احترام اللہ اور ادب اللہ کا دعویٰ کرنا یقیناً خام خیالی ہے...... بعض لوگوں نے اپنی طرح سے ادب اللہ کے طور طریقے گھڑ رکھے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آخر میں ان کا بھی مطالعہ فرمائیں:

1۔ کئی لوگ ادب اللہ میں ساری زندگی غسل نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ برہنہ ہونا ادب اللہ کے خلاف ہے جبکہ یہ نظریہ قرآن وحدیث کے واضح دلائل کی رو سے باطل ہے۔ مسلمان ستر وحجاب کے تقاضے پورے کرتے ہوئے قضاءِ حاجت اور غسل کے لیے برہنہ ہوسکتا ہے۔

2۔ کئی لوگ جوتا پہننے سے گریز کرتے ہیں کہ جوتا پہن کر چلنا خلاف ادب ہے اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش کہا ہے اور فرش اللہ کو جوتے سے روندنا بے ادبی ہے یہ سوچ بھی گمراہ صوفیاء کی ہے۔

3۔ کئی اپنی نظروں کو آسمان کی طرف نہیں اٹھاتے بعض لباس تبدیل نہیں کرتے سب طریقے خودساختہ اور غیر شرعی ہیں ان کا ادب اللہ اور اس کے تقاضوں کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں۔ بلکہ یہ صریحًا بے ادبی ہے کیونکہ باادب اللہ تعالیٰ کی شریعت کا پابند ہوتا ہے وہ شریعت الٰہی میں کمی کرتا ہے نہ ہی زیادتی بلکہ مکمل اتباع کرتا ہے۔

بس یہی ادب ہیں......؟

قرآن پاک کا ورق زمین پر گر جائے تو اس کو اٹھا کر اونچی جگہ رکھنا چاہیے کیونکہ پاک کلام کا احترام یہ ذات اللہ کے احترام کے برابر ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خیال

رکھنا چاہیے کہ جن اوراق کو میں زمین پر نہیں دیکھ سکتا، ایسے احترام والے اوراق پر ساری زندگی عمل نہ کرنا۔ کیا یہ اس سے بڑھ کر بے ادبی نہیں......؟ آیات قرآنیہ کو پس پشت ڈال دینا کیا یہ ادب ہے......؟ ادب یہی ہے کہ قرآن روزانہ پڑھا جائے، سمجھا جائے اور ہر قدم اس کے مطابق اٹھایا جائے۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ساری زندگی ادب کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دے۔

آمین ثم آمین!

گانے یا بے ادبی کے بہانے؟

اس سے قبل کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بے ادبی پر مشتمل کفریہ گانے تحریر کر کے اس کی تردید کریں، ضروری ہے کہ میوزک وموسیقی کی حرمت کے اہم دلائل تحریر کر دیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ طبلے، سارنگیاں، بانسریاں ڈگڈگیاں، ڈھولکیاں، ڈفلیاں، باجے گاجے اور دیگر آلاتِ موسیقی یہ سب شیطانی راستے ہیں۔ اور دین اسلام نے ان کو صراحۃً حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت چھوڑ کر گانے بجانے میں مصروف ہونا کلام الٰہی کی بے ادبی کے مترادف ہے۔

قرآن مجید اور آلاتِ موسیقی کی حرمت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سخت تردید کرتے ہوئے ان کو دنیا وآخرت کی ذلت اور رسوا کن عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ [1]

[1] سورۃ لقمان: 6,7۔

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔

مفسّر قرآن سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

هُوَ الْغِنَاءُ وَاَشْبَاهُهُ [1]

''(لہوالحدیث) سے مراد گانا بجانا اور اس طرح کی دوسری چیزیں ہیں۔''

اور تقویٰ وفقہ کے امام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ''لھوالحدیث'' کی تفسیر کرتے ہوئے تین بار قسم اٹھا کر فرماتے ہیں:

اَلْغِنَاءُ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوْ یُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ [2]

''اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس سے مراد گانا بجانا ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔''

اسی طرح تابعین کرام رحمہم اللہ کی کثیر تعداد سے یہی تفسیر مروی ہے جس سے یہ مسئلہ قرآنی آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی گمراہی کے راستے ہیں اور ایسے حرام امور کرنے والوں کے لیے دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی ہے۔

گانے بجانے شیطانی آواز ہیں

اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کے لیے شیطان لوگوں کو رقص وسرور، فحش گوئی اور گانے بجانے میں محو کر دیتا ہے اور جب موسیقی میوزک ان کی روح کی غذا بن جائے تو پھر ہر طرح کا گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور انسان شیطان کی طرح سرکش بن کر اس کا ساتھی ٹھہرتا ہے۔

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار 2264۔ [2] مصنف ابن ابی شیبہ 309/6 رقم 21123

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○ [1]

''اوراں میں سے جس کوتو اپنی آواز کیساتھ بہکا سکے بہکا اوراپنے سوار اوراپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ اور اموال اوراولاد میں ان کا حصہ دار بن اوران سے وعدے کر اور شیطان دھوکا دینے کے سوا ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔''

اس آیت میں شیطانی آواز کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید، عظیم محدث و مفسر حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ الْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيْرُ [2]

''اس سے مراد گانا بجانا اور باجا، بانسری ہے۔''

گانا بجانا آخرت سے غافل کردیتا ہے

قرآنی آیات کی تلاوت سے فکر آخرت پیدا ہوتی ہے آدمی اپنی کمزوری وکوتاہی پر نادم ہوتا ہے۔ بسا اوقات شرمندگی سے آنسو بہہ پڑتے ہیں جو دنیا وآخرت میں بخشش کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اس کے برعکس موسیقی اور میوزک سے دنیا کی حرص وہوس بڑھتی ہے۔ نفسانی خواہشات بھڑکتی ہیں اور آدمی ہوس کا مریض بن جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ○ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ○ [3]

''تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم غافل ہو۔''

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل 64۔ [2] تفسیر القرآن العظیم، الاسراء: 164 [3] نجم: 61-59۔

اس آیت میں ان نااہل لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو لہو ولعب اور گانے بجانے میں دل لگا کر قرآنی آیات کا استہزاء اڑاتے ہیں اور ہنستے کھیلتے ہوئے قرآنی احکامات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ''سامدون'' کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الْغِنَاءُ بِالْحِمْيَرِيَّةِ اَسْمَدَلَنَا تَغَنَّى [1]

''حمیری قبیلہ والوں کے ہاں اس سے مراد گانا بجانا ہے جب کوئی شخص گانا گائے تو کہتے ہیں اَسْمَدَلَنَا۔''

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد اہل یمن کے ہاں گانا بجانا ہے۔

گانے بجانے کی حرمت احادیث نبویہ سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت قرآنیہ کی مزید تفسیر کرتے ہوئے میوزک، آلاتِ موسیقی کو حرام قرار دیا اور ان حرام چیزوں سے باز نہ آنے والے کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ پانچ مرفوع صحیح احادیث پر غور فرمائیں!

1 - لَيَكُوْنَنَّ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ يَأْتِيْهِمْ يَعْنِي الْفَقِيْرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْا ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِيْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ [2]

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجے حلال ٹھہرائیں گے اور چند لوگ ایک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے۔ شام کو ان کا چرواہا ان کے جانور لے کر ان کے پاس آئے گا تو ان کے پاس فقیر آدمی حاجت وضرورت کے لیے آئے گا۔ اسے کہیں گے ہمارے پاس کل آنا۔ رات کو اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر انہیں تباہ کردے گا اور ان میں سے

---

[1] السنن الکبریٰ 223/10 الشهادات الرجال یعنی [2] صحیح بخاری، الاشربة 5590۔

کچھ لوگوں کو بندر اور سور بنا دے گا۔ وہ قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔''

2- لَيَشْرِبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ [1]

''البتہ ضرور میری امت کے لوگ شراب پئیں گے اس کا نام بدل دیں گے، ان کے سروں پر گلوکارائیں اور آلاتِ طرب بجائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض افراد کو بندر اور سور بنا دے گا۔''

3- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ [2]

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں زمین کے اندر دھنسنا، صورتیں بدلنا اور بہتان بازی پیدا ہوگی۔ مسلمانوں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ کب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب گلوکارائیں اور طبلے سارنگیاں عام ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی۔''

4- إِنَّمَا نُهِيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ صَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَصَوْتُ رَنَّةٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ [3]

''مجھے دو بری ترین آوازوں سے روکا گیا ہے (ا) خوشی کے وقت بانسری کی

---

[1] سنن ابن ماجہ الفتن، العقوبات 4020 [2] جامع ترمذی، الفتن ماجاء فی علامۃ حلول المسخ: 2212۔ [3] جامع ترمذی، الجنائز، ماجاء فی الرخصۃ فی البقاء 1005۔ شرح السنۃ: 5431۔ الطبقات الکبریٰ: 1/138۔

آواز (۲) مصیبت کے وقت رونے کی آواز (یعنی نوحہ گری وغیرہ)''

5- اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى اُمَّتِيْ وَالْمَيْسِرَ وَالْمِزْرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّيْنَ وَزَادَنِيْ صَلَاةَ الْوِتْرِ [1]

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت پر جوا گیہوں کی نشہ آور نبیذ سرنگی، گلو کار کی آواز کو حرام کیا ہے اور نماز وتر مجھے زائد عطا فرمائی ہے۔

بعض روایات میں آوازِ موسیقی پر لعنت کی گئی ہے۔ [2]

ان صحیح و صریح احادیث کی موجودگی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ گانا بجانا شیطانی کام ہے۔ اس کو سننے، سنانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور ایسے لوگوں کا انجام دنیا میں تو برا ہوگا ہی اور روزِ آخرت ان کو سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کی بے ادبی و گستاخی

گانے کی حرمت کے بعد اب ان کفریہ کلمات پر غور فرمائیں جنہیں میوزک پہ گا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے ادبی کی جاتی ہے۔ اور بالخصوص انڈین گانوں میں اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کا پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے اگرچہ پاکستانی مسلمان قوال بھی حرمت اللہ کو پامال کرنے میں ذرہ بھر کمی نہیں کرتے مگر ہندو مسلمان نوجوان نسل کو گمراہ اور تباہ کرنے کے لیے شب و روز مصروف عمل ہیں۔ یعنی کسی ہندو کو یہ جرأت قطعاً نہیں کہ وہ علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی توہین کریں۔ مگر وہ گانوں کے ذریعہ ہر مسلمان کو فاسق و فاجر اور کافر بنا رہے ہیں۔ مسلمان جوان بیٹیاں اور نوجوان لڑکے اس قدر غلیظ، کفریہ کلمات پر مشتمل انڈین گانے گاتے ہیں کہ جن کو سن کر، گا کر ایمان رہتا ہے نہ ہی اسلام۔ بلکہ آدمی کفر اور جہنم تک پہنچ جاتا ہے۔ تقریباً آج مکان، دکان، گلی اور بازار اس کی زد میں ہیں۔ کئی نالائق مسلمان مساجد کے پڑوس کا بھی حیاء نہیں کرتے، بلکہ گانوں کی اونچی آواز سے اللہ والوں کو بھی پریشان کرتے ہیں۔

---

[1] مسند احمد 167/2 سنن ابی داود، الاشربة، ماجاء فی السکر 3685، سلسلہ صحیحہ 1708

[2] کشف الاستار 377/1، 795 ماجاء فی النوح، مجمع الزوائد باب فی النوح 13/3

حضرت سید المرسلین حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ انسان کبھی اپنی زبان سے ایسا برا کلمہ کہتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو کر جہنم کی گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔ چند کفریہ گانوں کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

''حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے   خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانے''

اس میں اللہ کے علم کا انکار کیا گیا ہے۔ یعنی حسینوں کے بہانوں کو رب تعالیٰ بھی نہیں جانتا، اور یہ صریح کفر ہے رب تعالیٰ تو دل کی دھڑکنوں کو جانتا ہے۔

''یار منگیا سی ربا تیتھوں رو کے، کیہڑی میں خدائی منگ لئی
مرجان دے کسے دا مینوں ہو کے، کیہڑی میں خدائی منگ لئی''

اس میں اللہ تعالیٰ کی حد درجہ بے ادبی کرتے ہوئے توہین آمیز انداز اختیار کیا گیا ہے اور مسلمان کا مرنا صرف اللہ کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں ہے۔

''رب نے مجھ پر ستم کیا کیا ہے، سارے جہاں کا غم مجھے دے دیا ہے''

نعوذ باللہ اس میں اللہ کو ظالم قرار دیا گیا ہے جب کہ یہ صریحًا کفر ہے۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

''میری نگاہوں میں کیا بن کے رہتے ہیں
قسم خدا کی خدا بن کے آپ رہتے ہیں''

یہ گانا بھی کفریہ ہے اس میں غیر کو خدا کہا گیا ہے۔

''دنیا بنانے والے دنیا میں آ کے دیکھ
جتنے غم سہے ہیں میں نے تو بھی اٹھا کے دیکھ''

اس میں خالقِ کائنات کو دنیا میں آ کر غم اٹھانے کی صدا دی گئی ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ یہ پانچ کفریہ کلمات نمونہ کے طور پر تحریر کیے گئے ہیں ورنہ مسلم معاشرہ میں ہر دوسرا گانا اللہ تعالیٰ کی بے ادبی اور توہین پر مشتمل ہوتا ہے لوگ سر عام سنتے سناتے ہیں مگر کوئی روکنے والا نہیں۔ بلکہ دورانِ سفر پبلک گاڑیوں میں با آواز بلند گانوں کا شور ہوتا ہے۔ شریف خاندانی لوگوں کے لیے پبلک گاڑیوں میں سفر کرنا حد درجہ تکلیف دہ مسئلہ ہے۔

یاد رہے! فحاشی و بے حیائی اور اللہ تعالیٰ کی بے ادبی پر مشتمل گانوں کی لعنت یہود و ہنود کی گہری سازش کا نتیجہ ہے ہر طرف ٹی وی، کیبل، وی سی آر، ڈش انٹینا، انٹرنیٹ کیفے اور عریاں تصاویر نظر آتی ہیں۔ گھر سے لیکر گاڑی تک ہر طرف فحاشی کا بول بالا ہے

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ہدایت نصیب فرمائے کہ وہ دشمنوں کے گہرے وار کو سمجھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے عالم میں موت آ جائے کہ ادبِ اللہ رہے نہ ہی حیاء۔

قوالی، جو کر دے ایمان سے خالی

عموماً گانے سننے والے دنیا دار ہوتے ہیں مگر قوالی کا شوق رکھنے والے اپنے آپ کو عاشق رسول اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا پیروکار تصور کرتے ہیں اسی لیے میلوں پر محفل قوالی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ بلکہ کئی گھروں گاڑیوں میں صبح کا آغاز ہی قوالی سننے سے کیا جاتا ہے۔ لوگ اسے عبادت اور باعثِ برکت سمجھ کر سنتے ہیں۔

توہینِ الٰہی کی انتہاء

قبروں و مزاروں پر جب محفل قوالی کو ملک کے نامور قوالوں کے ذریعہ گرمایا اور سجایا جاتا ہے تو قوال صاحب، قبر والے پیر صاحب کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ کوئی خدائی صفت اور اختیار ایسا نہیں رہتا جو صاحبِ قبر میں ثابت نہ کیا جائے۔ قوالی کے روپ میں جس طرح ذاتِ اللہ کی بے ادبی و توہین کی جاتی ہے چند جملوں سے ملاحظہ فرمائیں!

چھڈ تسبی تے چھڈ دے مصلے نوں
مینوں جان سے تو یار دے محلے نوں
مینوں عشق دی نماز پڑھ لین دے
شرع دی گل فیر کر لئیں

پوری شریعتِ اسلامیہ کی توہین کی گئی ہے۔

رب رُسدا تے رُس جاوے

مینوں یار منالین دے

سراسر رب تعالیٰ کی توہین کی گئی ہے۔

دکھیاں دے بابا کرم تو کردے

اس میں دکھوں کو دور کرنے کے لیے فوت شدہ بابا جی کو پکارا گیا ہے جو کہ صریح شرک ہے۔

تو اک گورکھ دھندا ہے

وہ ہمارے پیارے خالق و مالک کی جن کی ذات وصفات اور اختیارات کے متعلق قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص روزِ روشن کی طرح ہیں مگر جاہل قوال نے ذاتِ الٰہ کو نعوذ باللہ گورکھ دھندا قرار دیا ہے۔

علی دم دم دے اندر

علی علی کہن والے ولی بن جان گے

یہ جملہ صریحاً کفر ہے دم دم میں علی نہیں ہے اور نہ ہی علی علی کہنے سے آدمی ولی بنتا ہے۔

یہ چند مثالیں بطورِ نمونہ ہیں وگرنہ قوالیوں میں ایسے ایسے شرکیہ جملے گائے جاتے ہیں کہ آدمی بدترین مشرکوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔

حقیقی نام کی توہین

بعض قوالیوں میں رب تعالیٰ کے ذاتی نام ''اللہ'' کی حددرجہ بے ادبی کی جاتی ہے، قوال صاحب موج میں آ کر بڑی تیزی سے ایک سانس میں اس قدر برق رفتاری سے ''اللہ، اللہ، اللہ'' کہتے ہیں گویا کہ وہ اسم اللہ کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ نہایت توہین آمیز انداز سے اسم الٰہ کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔

قوالی کی حرمت

قوالی کئی وجوہ سے حرام ہے:

①۔ **بدعت**: مروجہ قوالی کا تصور قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ملتا، اور نہ ہی صحابہ وتابعین نے اس طرح کی مجلسوں کا انعقاد کیا۔ بلکہ قوالی میں جس طرح ساز، سیٹیاں اورڈھولکیاں بجائی جاتی ہیں یہ کفارِ مکہ کی عبادت کے لیے خودساختہ طریقہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً [1]

''نہیں تھی ان کی نماز بیت اللہ کے پاس مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا۔''

②۔ **شرکیہ وکفریہ کلمات کامجموعہ**: قوالی کے اکثر جملے کفریہ اور شرکیہ ہوتے ہیں اور مسلمان کا اپنے منہ سے کفر وشرک بکنا یقیناً حرام ہے۔ قوال صاحب صاحبِ قبر پیر کی عظمت میں ایسے ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ توحید کا نام ونشان نہیں رہتا۔ بلکہ آدمی ان کلمات سے شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں چلا جاتا ہے۔

③۔ **لغوو عبث**: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں، محفل قوالی اول تا آخر فضولیات کا پلندا ہوتی ہے۔ بامقصد اور جامع بیان کی بجائے میوزک وساز اور شور وغوغہ ہی غالب نظر آتا ہے۔

محدث شہیر امام البانی رحمہ اللہ نے آلات موسیقی اور جو میوزک وساز قوالی میں استعمال ہوتے ہیں ان کے رد پر حد درجہ محقق ومدلل کتاب مرتب فرمائی ہے۔ آپ رحمہ اللہ کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں ۔ آئمہ اربعہ اور فقہا وعلما احادیث نبویہ اور آثارِ سلفیہ کی روشنی میں مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى تَحْرِيْمِ الآتِ الطَّرْبِ آلات موسیقی کی حرمت پر متفق ہیں۔ [2]

شاید قوال حضرات ہمارے ان دلائل کو اہمیت نہ دیں، کیونکہ وہ اپنے آپ کو شرع کا پابند ہی نہیں سمجھتے لیکن کم از کم جن بزرگوں کے مزاروں پر قدم رنجہ فرماتے ہیں ان کے تاثرات پر ہی غور فرمالیں۔

☆☆☆

---

[1] سورة انفال :35۔ [2] تحريم الآت الطرب:105

بد بخت قوالوں نے مجھے پریشان کر دیا ہے

جناب احمد رضا خان بریلوی بیان فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی کہ لوگوں نے بہت اختراع کر لیے ہیں ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس میں تشریف لے چلیے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جاننے والے ہو خواجہ اقدس میں حاضر ہو اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں انہوں نے مزارِ اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: ایں بدبختاں وقت مارا پریشان کردہ اندوہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا آپ نے دیکھا۔ [1]

جناب احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک

قوالی کی حرمت پر قوالوں کے مشہور معروف پیر جناب احمد رضا خان بریلوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> ''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر، بغیر اس کے کہ عرض کرنے والے کے ماتھے، قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ، وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے

[1] ملفوظات: 115۔

بلایا ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا، پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے۔ لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔" [1]

اشعار اور غزلوں پر بھی نظر رکھیں

بعض شاعری اور غزلیات کی کتب بھی توہینِ الٰہ سے بھری پڑی ہیں اور وہ کتب بڑی کثرت سے ملک میں شائع ہو رہی ہیں۔ اسی طرح اخبارات اور جرائد میں شائع ہونے والے بعض اشعار بھی حد درجہ بے ادبی پر مشتمل ہوتے ہیں اور کئی دکھی لوگ غزلوں میں ایسا ایسا دکھ بھرتے ہیں کہ صبر و شکر کا نام و نشان نہیں رہتا ہے۔ بلکہ ذاتِ الٰہ پر ایسے ایسے اعتراضات اور اس کے فیصلوں پر گلے شکوے کیے جاتے ہیں کہ جس سے آدمی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا احترام حد درجہ لازمی ہے۔ مگر آپ ﷺ کی شان میں غلو کرنا یا کسی اپنے دوسرے محبوب کی تعریف کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا واضح گمراہی ہے۔ نمونہ کے طور پر دو اشعار ملاحظہ فرمائیں!

(۱) خدا کے پاس کیا پڑا ہے وحدت کے سوا
جو لینا ہے ہم لے لیں گے محمد (ﷺ) سے
(۲) آسمان نے جسے چاند سمجھ کر سجا رکھا ہے
وہ تو میری محبوبہ کی ٹوٹی ہوئی چوڑی کا ٹکڑا ہے

کسی کی محبت میں غلو، اور ایسا غلو کہ جس سے ادب الٰہ کا لحاظ بھی نہ رہے وہ یقیناً ہلاکت کا باعث ہے۔ اور اکثر عاشق مزاج لوگ اس ہلاکت میں مبتلا ہیں۔ ان شعراء کے

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد 10 ص 199۔

مبالغہ امیز رویہ کو دیکھ کر شاعر ہی کہتا ہے:

گنہگار وہاں چھوڑے جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

اسٹیج ڈرامے اور ذاتِ الٰہ کی توہین

اب فحاشی سے ایک قدم آگے فلموں اور ڈراموں میں ایسے ایسے ڈائیلاگ بولے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو ایسی ایسی جگتیں کی جاتی ہیں کہ بے حیاء قوم اس دوران اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور جنت وجہنم کو لقمہ مذاق بنانے میں ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتے۔ جیسا کہ اس طرح کی خرافات عام سننے میں آتی ہیں اور نوجوان نسل ایک دوسرے کو انہیں الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ امت مسلمہ کے جوانوں سے حیاء کے نور کو چھیننے والی اداکاروں، گلوکاروں کی جماعت نے ایسا گناؤنا کردار ادا کیا ہے کہ غیر مسلموں سے بڑھ کر اسلامی ثقافت کو نقصان پہنچایا اور شرم وحیاء کے تقدس کو بری طرح پامال کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدطینت اور خبیث لوگوں کو ہدایت دے یا ان کو تباہ وبرباد فرمائے۔

اسلامی حکومت سے اپیل

ملک پاکستان اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس ملک میں ذاتِ الٰہ کی عظمت کو بلند کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں اور ہماری ماؤں، بہنوں نے بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں۔ مگر افسوس! کہ آج توہین آمیز گانوں اور بے ادبی پر مشتمل قوالیوں، غزلوں اور اشعاروں نے ہر جگہ حرمت الٰہ کے تقدس کو پامال کر دیا ہے، لیکن اسلامی حکومت بالکل خاموش ہے۔ ہم اس عظیم کاوش کے اختتام پر احکام بالا سے بصد ادب استدعا کرتے ہیں کہ وہ فوراً ایسے افراد کے خلاف قانونی کاروائی کرے بلکہ ایسے ملحدوں پر فوراً توہین الٰہ کا پرچہ کیا جائے تاکہ نئی نسل اس بے ادبی وگمراہی سے محفوظ رہے۔ امید ہے کہ غیور

صاحب اقتدار ہماری استدعا پر توجہ فرمائیں گے۔آخر میں دعا ہے کہ اے ہمارے مولاو مالک! جب ہمیں موت آئے تو ہمارا چہرہ توہینِ اللہ کے بدنما دھبوں سے پاک ہو۔اور ادبِ اللہ کے نور سے منور ہو۔آمین ثم آمین!

والسلام
عبدالمنان بن عبدالرحمٰن بن نیک محمد
خادم السنۃ النبویۃ الشریفۃ
08-06-2008

ادب الٰہی
کے
راہ نما اصُول

الٰھی انت مقصودی و رضاء ک مطلوبی

حرف حرف موتی سرمایہ زندگی، جوہر بندگی

☆معرفت الٰہی، ادب الٰہی اور محبت الٰہی کے راہنما سنہرے اصول☆

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اشرف المخلوقات بنایا، یعنی انسان رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی وہ عظیم مخلوق ہے جو اس کی تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہے مثال کے طور پر ایک تخلیق کار کو لے لیں صرف وہی اصل میں سمجھ سکتا ہے کہ اپنے ہاتھ، ذہن اور دل کے گہرے جذبات سے بنائی ہوئی چیز بنانے والے کو کتنی پیاری اور عزیز ہوتی ہے اسی طرح بندے اور خالق کا تعلق بھی بہت انوکھا اور بہت پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے بڑی محبت، بڑے پیار، اور بڑے رحیم و شفیق جذبہ سے انسان کو پیدا فرمایا اور اس میں جان ڈالی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو ایسی مخلوق کو سجدہ کرے (خَلَقْتُ بِيَدَيَّ) [1] جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا'' اسی طرح اللہ تعالیٰ غفلت کی نیند سوئے انسان کو فرماتے ہیں:

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا [2]

''کیا انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا اور وہ کچھ بھی نہ تھا۔''

پیدا فرمانے کے بعد رب تعالیٰ نے ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا یا صرف پرندوں پر ہی نہیں ٹرخایا کہ ہر روز صبح و شام یہی چباتے رہو۔ بلکہ انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی رب تعالیٰ نے اس کی زندگی، تحفظ اور اس کی ہر ضرورت کا اہتمام فرما کر رکھا ہوتا ہے ماں کی گود کی نرمی و شفقت اس کی منتظر ہوتی ہے، ماں کی چھاتی میں دودھ کی نہر سے موجزن ہوتی ہے بھوک پیاس مٹانے کے لیے طرح طرح کے ماکولات، مشروبات غذائیں، خوراکیں اور کھانے تیار ہوتے ہیں تاکہ حضرت انسان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف، مایوسی اداسی اور پریشانی محسوس نہ ہو، اس قدر رحیم، شفیق اور عظیم محسن کو صرف دنیا کی رنگ

---

[1] سورہ ص: 75 [2] سورہ مریم: 67۔

رلیوں کی خاطر بھلا دینا اور اس محسن حقیقی شہنشاہ کائنات کا بے ادب بن جانا کیا یہ انصاف ہے......؟ اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ وہ ہمہ وقت مخلوق کی نگرانی کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿1﴾

''کیا وہی نہ جانے گا جس نے تمہیں پیدا کیا؟ حالانکہ وہ تو باریک بین اور خبردار ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے ایک ذرّے سے بھی واقف ہے جتنا وہ ہمیں جانتا ہے اس سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا۔ آج کے انسان اور مسلمان کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے خالق و مالک سے دوری ہے اگر یہ فاصلہ دوری اور بُعد نہ ہو تو انسان کے سب دکھ، غم اور پریشانیاں ختم ہو جائیں! وہ رب ان آزمائیشوں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں بھی ایسا نور بھر دے جس سے زندگی کی ساری تاریکیاں ختم ہو جائیں اور آدمی روحانی سکون و قرار اور لذت محسوس کرے۔ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اس قدر مصروف ہیں دنیا کے دھندوں میں ایسے الجھے، اٹکے اور بکھرے ہیں کہ ہمارے پاس اتنی فرصت بھی نہیں کہ اپنے محسن حقیقی رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اس کے احسانات، انعامات اور پیار کا حق ادا کریں۔ اس کے قریب ہوں اس سے تعلق بڑھائیں، اس کے باادب بندے بن کر بندگی کی لذت وراحت اور مٹھاس محسوس کریں۔ یاد رہے! وہ انسان جو اس قدر احسان فراموش، بے ادب اور درہم و دینار کا بیٹا بن جائے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کو دنیا کے ہموم وغموم کا ایسا کانٹا چبھتا ہے جو کبھی نہیں نکلتا اور وہ اس کی چبھن ساری زندگی محسوس کرتا رہتا ہے۔ ﴿2﴾

اگر آپ چاہتے ہیں کہ دل کو سکون ہو، خوشی و مسرت آپ کے قدم چومے، قلبی اطمینان اور روحانی قرار آپ کی زندگی کا زیور بنے۔ تو آپ اپنے محسن حقیقی، شہنشاہ کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدر پہچانیں، معرفت حاصل کریں ہر حال میں اس کے باادب رہیں اپنا

﴿1﴾ ملک: 14۔ ﴿2﴾ صحیح بخاری، الجهاد، الحراسة فی الغزو: 2887

تعلق اس سے مضبوط بنائیں ایسا مضبوط کہ ہر آنے والی کل آپ کی اور آپ کے خالق کی محبت اور آگے پیار میں ترقی اور اضافے کی باعث ہو۔ آپ ازراہِ کرم مندرجہ ذیل راہ نما اصول آج ہی اپنائیں زندگی کی ساری رونقیں واپس آئیں گی اور سارے مسائل حل ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

1۔ روزانہ 24 گھنٹوں میں کم از کم ایک مرتبہ 10 یا 15 منٹ کے لیے تنہائی میں اللہ کی طرف دھیان دیجیے اور یہ سوچیے کہ کس قدر وسیع وعریض اور طویل کائنات بنانے کے باوجود میرا پیارا خالق و مالک مجھے بڑے پیار سے دیکھ رہا ہے وہی میرا خیر خواہ ہے اور اس سے بڑھ کر مجھ سے نرمی وشفقت اور رحم کرنے والا کوئی اور نہیں، ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھیں! کہ مجھ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبت ماں باپ کی طرف سے ملتی ہے لیکن جس اللہ کو میں مانتا ہوں وہ تو والدین سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر کوئی پیار کر ہی نہیں سکتا کیونکہ ہر ایک دل میں پیار ڈالتا ہے تو جو سب میں پیار تقسیم کرے وہ خود کتنا پیارا اور پیار کرنے والا ہوگا۔ (سبحان اللہ)

مجھے یاد آیا کہ کسی ممتاز عالم دین سے سوال کیا گیا کہ زندگی کی سب سے قیمتی گھڑی کون سی ہے......؟ تو وہ فرمانے لگے جس گھڑی دھیان رب کی طرف ہو وہ سب سے قیمتی گھڑی ہے اس کا مقابلہ دنیا و مافیھا کے خزانے بھی نہیں کر سکتے، مگر افسوس! کہ آج کا مسلمان اس گھڑی کو ضائع اور فضول شمار کرتا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

بہر حال جب آپ تنہائی میں احسانات پروردگار، اختیارات پالنہار کو یاد کرتے ہوئے اپنی بے بسی کو سامنے رکھیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا آسان ہی نہیں ہوگا بلکہ آپ مناجات الٰہی میں لذت وراحت بھی محسوس کریں گے اور بے ساختہ اپنے دل کی تمام باتیں، تمام مسئلے، دکھ پریشانیاں سب کچھ کہہ ڈالیں گے اور آپ کا دل دنیا کے تمام بوجھوں سے ہلکا ہو جائے گا۔ آپ کے دل ودماغ میں عجیب روحانی روشنی پیدا ہوگی جو آپ کو سیدھے راستے پر چلاتی ہوئی سیدھی جنت میں لے جائے گی۔ انشاء اللہ

یاد رکھیں! تنہائی میں اکیلے بیٹھ کر بے توجہی غفلت اور بے پرواہی سے اپنے خالق کو مخاطب نہ کریں بلکہ حددرجہ عاجزی، انکساری، تواضع اور تذلل سے بیٹھیں وہ آپ کی حالت دیکھ رہا ہے، آپ کی پکار سن رہا ہے اور بڑی اچھی طرح سمجھ کر آپ کو جواب دے رہا ہے۔

2۔ ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ تمام مسائل کو حل کرنے والی اور تمام مشکلات سے نجات دلانے والی ذات بھی ہمارے پیارے اللہ تعالیٰ ہی ہیں، دنیا میں موجود جن لوگوں کے پاس بھی ہم مشکلات کے حل کے لیے جاتے ہیں وہ بذات خود یہ طاقت نہیں رکھتے کہ ہماری مشکل کو فوراً ختم کر دیں۔ بلکہ مشکل کے حل میں وہ جو بھی تعاون کریں اس میں وہ بھی ہماری طرح اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اسی کی مدد اور محض اسی کی توفیق سے مسائل سدھرتے اور حل ہوتے ہیں، اس لیے ہمارا حق بنتا ہے کہ حقیقی مشکل کشا سے اپنا تعلق مضبوط بنائیں، اس کے باادب بندے بنیں اور اہم مسائل میں بھی در، در کے دھکے کھانے کی بجائے اپنے خالق و مالک سے مسئلوں کا حل مانگیں۔ وہ ہر وقت ہر پریشانی کو حل کرنے کی مکمل طاقت وقدرت رکھتا ہے۔

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں ہم مشکلات کا شکار ہی اس وقت ہوتے ہیں جب ہم کام کے شروع میں رب تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اس سے مشورہ نہیں کرتے، اس سے توفیق نہیں مانگتے بلکہ ظاہری اسباب کو سب کچھ سمجھ کر کام شروع کر دیتے ہیں۔ مسئلہ خیر طلب کرنے کا ہو یا شر کو دفع کرنے کا ہمیشہ اپنے رب سے مشورہ کریں اور مشورہ کا آسان طریقہ دعائے استخارہ ہے اور وہ خود کریں کاروباری مولویوں کی موشگافیوں پر ہی ساری زندگی تباہ نہ کریں، خود بھی کچھ ہمت کریں، اس کے آگے رو کر جھک کر عجز و نیازی کے ساتھ دعائے استخارہ پڑھیں۔ آج کل جگہ جگہ استخارہ کرنے والے جھوٹے سپیشلٹ بیٹھے ہیں جو نجومیوں اور کاہنوں سے بھی بُرا کردار ادا کر رہے ہیں یاد رہے کسی اور سے استخارہ کروانا سراسر خلاف سنت ہے۔ نیک عمل سے راہ فرار اختیار نہ کریں بلکہ خود اپنے اللہ کے سامنے اپنا مسئلہ لے کر پیش ہوں آپ کا رب آپ کو محبت و رحم کی نظر سے دیکھے گا اور ہرگز مایوس نہیں کرے گا انشاءاللہ الرحمٰن خیر ہی خیر ہوگی۔

سوائے اوقات مکروہہ کے آپ دن یا رات کی جس گھڑی چاہیں استخارہ کر سکتے ہیں طریقہ کار حد درجہ آسان ہے دو رکعت نفل طریقہ نبوی کے مطابق حد درجہ خشوع وخضوع سے پڑھیں پھر بعد میں یہ دعا مانگیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَأَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدُرْهُ لِيْ ، وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهِ [1]

''یاالٰہی! تحقیق میں (اس کام میں) تجھ سے تیرے علم کی مدد سے خیر مانگتا ہوں اور (حصول خیر کے لیے) تجھ سے تیری قدرت کے ذریعے قدرت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں، بے شک تو (ہر چیز پر) قادر ہے اور میں (کسی چیز پر) قادر نہیں۔ تو (ہر کام کے انجام کو) جانتا ہے اور میں (کچھ) نہیں جانتا اور تو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں) میرے لیے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر کر دے اور آسان کر دے پھر اس میں میرے لیے برکت پیدا فرما دے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اس (کام) کو مجھ سے اور مجھے اس کام سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مہیا فرما دے جہاں (کہیں بھی) ہو۔ پھر مجھے اس کے ساتھ راضی کر دے۔''

---

[1] صحیح بخاری، التہجد: 1162-6382

نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنی حاجت کرو۔

دعا مانگتے وقت ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں، نیز اگر دعا زبانی یاد نہ ہو تو کتاب سے دیکھ کر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

قارئین کرام! کس قدر غافل ہے وہ مسلمان جو اس قدر جامع مسنون کلمات موجود ہونے کے باوجود اپنے رب کے حضور ان کو لے کر پیش نہ ہو۔ اور پھر دو رکعت نفل اور دعا پر تقریباً 10 منٹ خرچ ہوتے ہیں آج کے مسلمان پر یہ دس منٹ تو گراں، بوجھل اور بھاری ہیں بعد میں اگر چہ مسئلہ بگڑنے پر دس سال گزر جائیں۔ وہ برداشت ہے۔

يَا اَيُّهَا الْاِ نْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ [1]

''اے انسان رب کے معاملہ میں کس چیز نے تجھے دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بڑے فصیح و بلیغ انداز میں پوچھتے ہیں!

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ [2]

''بھلا کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور (کون) تمہیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ تم لوگ تھوڑا ہی غور کرتے ہو۔''

اور فرمایا میرا در چھوڑ کر جن حجروں، قبروں پر جاتے ہو وہ سارے میرے محتاج ہیں تمہاری طرح وہ بھی اللہ کے منگتے ہیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ط وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ [3]

---

[1] سورۃ الانفطار:6 [2] سورۃ النمل:62۔ [3] سورۃ الحج:73,74۔

''لوگو! تم سے ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو۔ جن لوگوں کو تم اللہ سے سوا پکارتے ہو وہ اگر سارے بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مانگنے والا بھی ناتواں اور جس سے مدد طلب کی جا رہی ہے وہ بھی (ایسا ہی) ناتواں ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر پہچانی ہی نہیں جیسا کہ پہچاننا چاہیے تھی۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا طاقت ور اور ہر چیز پر غالب ہے۔''

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ○ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ط وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ط إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ط وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ [1]

''اے لوگو! تم سارے اس کے در کے منگتے ہو اور وہی غنی، تعریف والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور (تمہاری جگہ) کوئی نئی خلقت لے آئے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے (گناہوں کا) بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور اگر بوجھ سے لدا ہوا شخص کسی دوسرے کو اٹھانے کے لیے بلائے گا بھی تو کوئی اس کے بوجھ کا کچھ بھی حصہ اٹھانے کو تیار نہ ہوگا اگرچہ وہ اس کا قرابت دار ہی ہو۔ (اے نبی ﷺ) آپ تو صرف ان لوگوں کو ہی ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو شخص پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔ تو وہ اپنے لیے ہی اختیار کرتا ہے اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

---

[1] سورۃ فاطر 18-16۔

بصیرت والوں کے لیے یہی ارشاد کافی ہیں۔ پیارے مسلمان بھائیو! اپنے بڑوں کو دیکھو! تمام انبیاء ورسل علیہم السلام، اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم ہر مشکل اور آسان گھڑی باوضو ہو کر اسی کے سامنے جھکتے رہے اور لوگوں کو جھکاتے رہے۔ آج انہی کے مشن پر چلنا ہو گا ان شاء اللہ زندگی جنت کا نمونہ پیش کرے گی۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور صرف دعائیں کرتا رہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے اپنی طرف سے پوری کوشش، ہمت اور محنت کرے اور اس کے بعد نتائج کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، نیک کوشش اور اچھی دعا کے بعد نتیجہ اپنے رب پر چھوڑ دیں۔ وہ جو بھی کرے گا بہتر کرے گا جب آپ کا یہ ذہن بن جائے تو سب پریشانیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔

مالی دا کم پانی دینا، تے بَھر بَھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھُل لانا لاوے یا نہ لاوے

تنہائی میں بیٹھ کر رب تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے، اور رب تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کوشش و کاوش کرنے کے بعد جب اسی پر بھروسہ کیا جائے تو فطری خوشی محسوس ہوتی ہے بالفرض اگر کوئی کام آپ کے مزاج کے مطابق نہیں ہوا، تو بے ادبی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ اطمینان رکھیں کہ آپ کے معاملہ میں آپ کا رب شریک ہے اور وہ ہر قسم کی غلطی سے پاک ہے اس نے جو کر دیا ہے یہی بہتر تھا رب سے بدگمانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ رب والے ہمیشہ رب پر راضی رہتے ہیں۔ اور یاد رہے! صرف کوشش پر ہی بھروسہ کرنا یہ شرک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 313 لے کر بدر میں پہنچے اور جا کر اللہ ہی کو پکارا، اسی کو سجدہ کیا اور فرمایا: اے میرے پروردگار! جو میرے بس میں تھا میں نے

کر دیا، اب اپنے خاص فضل وکرم سے مدد عطا فرما۔

توکل کا یہ مطلب ہے خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

4۔ توکل کے بعد سمجھنے والا سب سے اہم راہنما اصول یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو تیزی، جلدی اور عجلت سے بچائے، اکثر احباب حددرجہ جذباتی اور عجلت پسند ہوتے ہیں ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارے منہ سے نکلی بات اگلی گھڑی پوری ہو جائے شاید وہ سمجھتے ہیں کہ جلدی کرنے سے زیادہ ملے گا اور جلدی نہ کی تو کمی ہوگی اس لیے وہ جلدی جلدی کی رٹ لگاتے ہیں حالانکہ یہ ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ کا نظام ہے لِكُلِّ شَيْءٍ اَجَلٌ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر ہوتا ہے کام کے ہونے کی اجل مقرر ہے وہ جلد بازی کرنے سے پہلے نہیں ہو سکتا، اس لیے آپ کے نصیب کا رزق، علم، فضل، اولاد، اور گھر بار وغیرہ جو کچھ ہے وہ آپ کو اپنے وقت پر مل کر رہے گا اس میں لمحہ بھر کی کمی بیشی نہیں ہوگی، اس لیے اعتدال، صبر اور وقت کا انتظار کرنا چاہیے، خواہ مخواہ کی تیزی، جلدی اور عجلت کو اپنے لیے وبال جان نہ بنائیں اور ضمناً یہ بھی ذہن نشین فرمالیں آپ کو ملنا بھی اتنا ہے جتنا آپ کے نصیب میں ہے اس سے زائد ایک لقمہ نہیں مل سکتا اس لیے اپنی قسمت پر مکمل اعتماد ویقین رکھتے ہوئے علم وعمل میں آگے بڑھیں جو نصیب میں نہیں وہ کبھی نہیں ملے گا۔

نَصِيْبُكَ يُصِيْبُكَ وَلَوْ كَانَ بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ
مَالَا نَصِيْبُكَ لَا يُصِيْبُكَ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ الشَّفَتَيْنِ

”تیرا حصہ تجھے ضرور ملے گا اگرچہ دو پہاڑوں کے درمیان کیوں نہ ہو جو تیرا حصہ نہیں وہ تجھے کبھی نہیں ملے گا اگرچہ دو ہونٹوں کے نیچے کیوں نہ ہو۔“

رب تعالیٰ سے غافل بن کر اپنی زندگی ضائع نہ کریں وگرنہ روزِ حشر ساری رحمتوں، برکتوں اور نوازشوں سے محروم کر دیا جائے گا اور یہ صرف آپ ہی کا نقصان ہے حدیث رسول ﷺ کو کامل توجہ سے پڑھیں، سمجھیں اور مکمل بھروسہ رکھیں:

اَمْلَأْ قَلْبَكَ غِنًى وَ اَمْلَأْ يَدَيْكَ رِزْقًا يَا ابْنَ آدَمَ لَا تَبَاعَدْنِي فَاَمْلَأْ قَلْبَكَ فَقْرًا وَاَمْلَأْ يَدَيْكَ شُغْلًا [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بلند و بالا پروردگار کہتے ہیں ''اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے دل کو غنیٰ سے اور ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! مجھ سے دور نہ جا وگرنہ میں تیرے دل کو محتاجی اور تیرے ہاتھوں کو بے کار کاموں سے بھر دوں گا۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کاروبار میں الجھ کر عبادت ،نماز سے غافل ہونا خسارے کا سامان ہے اور ایسے شخص کو بھی کبھی خیر نہیں ملتی۔

5- ہماری سعادت مندی وخوش بختی ہے کہ ہمارا خالق و مالک علیم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم بھی ہے۔ حکمت و دانائی کا سرچشمہ ذات الٰہ ہے وہ کوئی فیصلہ حکمت و مصلحت کے خلاف نہیں کرتا۔ جیسے کہ مشہور ہے (فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ) حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس اصول پر آپ شریعت مطہرہ اور احکام الٰہیہ کا مطالعہ فرمائیں یا صحیفہ فطرت کو ملاحظہ کریں تو آپ کو ذرّے ذرّے اور پتے پتے میں اس کی دانائی نمایاں نظر آئے گی۔

کم عقل لوگ جہالت و نادانی کی بنا پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں وگرنہ رب حکیم کا ہر فیصلہ اس کی حکمت کا شاہکار ہوتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو اپنے رب سے زیادہ دانا، سمجھ دار اور حکیم نہ سمجھیں، جی ایسے ہونا چاہیے تھا، یہ کیا ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ اس کی عطا اور عدم عطا دونوں میں حکمت و مصلحت پنہاں ہوتی ہے وہ جس انسان کو جس مقام پر رکھتا ہے ٹھیک رکھتا ہے، ایک دنیادار غلام کو اپنے آقا پر کس قدر اعتماد ہے اور وہ اپنے دنیاوی آقا کو کس قدر حکمت و مصلحت کا مالک سمجھتا ہے واقعہ سے اندازہ فرمائیں۔

ایک ملازم گزر رہا تھا بدن پر پھٹے پرانے کپڑے تھے، سخت سردی کی وجہ سے وہ کانپ رہا تھا۔ کسی نے اسے کہا! تیرا آقا ایک مالدار آدمی ہے، ہر نعمت وافر مقدار میں اس

---

[1] مستدرك حاكم، الرقاق، النبي ﷺ اكل خشنا 7996، سلسلة احاديث صحيحه: 3/347، 4/326۔

کے پاس موجود ہے کیا اس کو تیری حالت پر رحم نہیں آتا......؟ غلام اگر ہم جیسا ناشکرا و بے صبرا ہوتا تو فوراً مالک کی خامیاں بیان کرنا شروع کر دیتا، اپنے ترکش سے گلوں شکووں کے تمام تیر پھینکتا اور سسکیاں بھرتے ہوئے آقا کی داستان ظلم سناتا۔ مگر دیندار غلام نے ایسا جواب دیا جو قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے وہ کہنے لگا میرے آقا کو رحم آتا ہے وہ بڑا رحیم و شفیق ہے۔ آدمی نے کہا کبھی تو نے اس سے مطالبہ نہیں کیا کہ میری حالت دیکھو......؟ غلام نے کہا، وہ میرا آقا ہے اور میری ہر ضرورت کو جانتا ہے اور پوری بھی کر سکتا ہے اس سب کچھ کے باوجود وہ نہیں کرتا تو اس میں بھی کوئی حکمت و مصلحت ضرور ہوگی۔ جس میں نہیں جانتا، میں تقاضا کیوں کروں......؟ غلام کا یقین بھرا جواب سن کر آدمی نے سوچا ایک دیندار غلام اپنے آقا پر اتنا اعتماد رکھتا ہے۔ ارے انسان تو کتنا جاہل ہے کہ تو اپنے سچے آقا پر اعتماد نہیں کرتا۔

ذرا سا معاملہ خلاف مزاج ہو تو عملاً خود بڑا بنتا ہے اور اعتراضات کی بچھاڑ کرتے ہوئے اس کی حکمت و دانائی کا سرے سے انکار ہی کر دیتا ہے اور اپنی یہ غلط روش نہیں چھوڑتا۔ حتیٰ کہ بے ادبی کے عالم میں موت آ دبوچتی ہے۔

اے مسلمان! اگر تو نے رب تعالیٰ کو بڑا مانا ہے اس کی حکمت و دانائی پر تیرا ایمان ہے تو اس کے ہر فیصلہ کو بڑا اور مبنی بر حکمت سمجھ کر خوش دلی سے قبول کر۔ تاکہ زندگی کی تمام بہاریں حاصل ہوں۔

6۔ اللہ تعالیٰ سے پیار کرنا سیکھیے اپنے دل کو ٹٹولیں کہ کیا واقعی آپ اس سے اتنا پیار کرتے ہیں جتنا کہ اس کا حق ہے؟ پیار کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آپ دنیا میں آنے کا مقصد پہنچانیں اور اللہ کے شاکر رہیں اس نے آپ کو موقع دیا ہے کہ آپ اس دنیا میں رہ کر خوشیوں اور مسرتوں کو سمیٹیں اور اس کی مکمل اطاعت گزاری اور شکر گزاری کرتے ہوئے ہمیشہ کے گھر جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کریں۔

یہ سبھی کچھ تب ہی ممکن ہے جب آپ زندگی کی اول ترجیح اللہ تعالیٰ کو بنائیں۔ اس کا کہنا مان کر آپ کو خوشی ہو، اس کا فیصلہ سن کر آپ کا دل مطمئن اور راضی ہو اور اس

کا ادب کرتے ہوئے آپ عزت وعظمت محسوس کریں۔ بیان کردہ چھ اصول یقیناً آپ کے لیے توفیق کی راہیں ہموار کریں گے۔ اور آپ کے دل میں ذاتِ الٰہ کی عظمت پیدا ہوگی اور یہی مقصودِ زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین ثم آمین!

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا وَجِيْهًا فِی الدُّنْيَا وَالآخِرَة
وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْن۔ آمين۔

فہرس المصادر والمراجع

﴿القرآن العظيم﴾ من كلام رب العالمين، نزل به الروح، على سيد المرسلين وامام القبلتين ﷺ

﴿اخبار اصبهان﴾ امام نعيم احمد بن عبدالله اصبهانی، طبع فی مدينة ليدن المحروسة بمطبعة بريل 1934ء۔

﴿الآداب الشرعية والمنح المرعية﴾ للامام القدوة، ابن مفلح الحنبلی رحمه الله المتوفی سنة 763ھ طبع بمطبعة المنار سنة1348ھ۔

﴿احياء العلوم الدين﴾ للصوفی الغزالی، المكتبة الشاملة الاصدار الثانی۔

﴿الاسراء والمعراج وذكر احاديثهما﴾ الامام الالبانی الطبعة الخامسة عمان، اردن، المكتبة اسلاميه۔

﴿بصائر ذوی التمييز فی لطائف الكتاب العزيز﴾ للإمام مجدالدين محمد بن يعقوب الفيروزآبادی، ولد729ھ المتوفی 817ھ، تحقيق الاستاذ عبدالعليم، المكتبة العلمية بيروت لبنان۔

﴿الجواب الكافی﴾ الامام ابن قيم، من المكتبة الشاملة۔

﴿تحريم الآت الطرب﴾ بقلم الامام المحدث الالبانی رحمه الله تعالىٰ، دار الصديق الجبيل، المملكة العربية السعودية، طبعة1999ء۔

﴿تفسير القرآن العظيم﴾ الامام المفسر المحدث اسماعيل بن عمر الدمشقی ولد 700ھ وتوفی سنة 774ھ، تحقيق سامی بن محمد السلامة، دار طيبة النشر والتوزيع، الرياض (المملكة السعودية العربيه)

﴿تهذيب التهذيب﴾ الامام المحدث احمد بن علی العسقلانی، ولد773ھ توفی سنة852ھ، الطبعة الاولىٰ، 1412ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت لبنان۔

﴿**الثقات**﴾امام محمد بن حبان التمیمی، المتوفی سنة354ھ، طبع بمساعدة وزارة المعارف والشؤن الثقافية للحكومة العالية الهندية۔الطبعة الاولیٰ1982م۔

﴿**الثمر المستطاب من فقه السنة ولكتاب**﴾ الامام الالبانی، غراس للنشر والتوزیع،الطبعة الاولیٰ۔

﴿**جامع الترمذی**﴾الامام المحدث ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورة الترمذی، ولد سنة209ھ وتوفی 279ھ دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض المملكة السعودية العربية۔

﴿**حلية الاوليه وطبقات الاصفيه**﴾ امام ابونعیم احمد بن عبدالله الاصفهانی المتوفی430ھ دارالکتاب العربی ،بیروت لبنان الطبعة الثانية۔

﴿**الزهد**﴾امام وکیع بن جراح ولد129ھ وتوفی 197ھ المکتبةالشاملة۔

﴿**الزهد**﴾امام هنادبن السری ولد 152ھ وتوفی243ھ المكتبة الشاملة۔

﴿**الزهد**﴾ الامام الجلیل ابوعبدالله احمد بن حنبل الشیبانی، ولد 164ھ وتوفی سنة241ھ دارالکتب العلمية بیروت ،لبنان۔

﴿**سیراعلام النبلاء**﴾ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذهبی748ھ۔ موسسة الرسالة

﴿**السنة مع ظلال الجنة فی تخریج السنة**﴾امام ابوبکر عمرو بن ابی عاصم الضحاك، المتوفی 287ھ بقلم امیرالمومنین فی الحدیث الالبانی المکتبة الاسلامی ،الطبقه الاولیٰ۔

﴿**سلسلة الاحاديث الصحيحة وشئی من فقها وفوائدها**﴾ للامام المحدث امیرالمومنین فی الحدیث، شیخ الاسلام ناصرالدین الالبانی رحمه الله ،مکتبة المعارف للنشر والتوزیع الریاض، المملكة العربية السعودية۔

﴿**السنن**﴾ للامام المحدث ابو داود سلیمان بن الأشعث۔السجستانی ، ولد 202ھ وتوفی سنة 275ھ ، دارالسلام للنشر والتوزیع ، الریاض ، المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**السنن**﴾للام المحدث ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب العلوی ولد 215ھ وتوفی سنة 303ھ ، دارالسلام للنشر والتوزیع،الریاض،المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**السنن**﴾للامام المحدث ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجه القزوینی ، ولد سنة 207ھ المتوفی سنة 273ھ۔دارالسلام للنشر والتوزیع ، الریاض ، المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**السنن**﴾ للامام المحدث ابوعبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی مات یوم الترویة سنة 255ھ۔ قدیمی کتب خانه

﴿**السنن الکبریٰ**﴾للامام ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی،المولود 374ھ المتوفی 458ھ نشرالسنة ،ملتان اسلامی جمهوریه پاکستان۔

﴿**شعب الایمان**﴾ للامام المذکور ، الطبعة الاولیٰ سنة 1992م الدار السلفیة الهند۔

﴿**شرح السنة**﴾الامام المحدث الحسین بن سعودی البغوی 435ھ 516ھ المکتب الاسلامی ، الطبعة الاولیٰ بیروت ،لبنان۔

﴿**صحیح ابن خزیمه**﴾امام ابوبکر محمدبن اسحاق بن خزیمه السلمی ، ولد 223ھ وتوفی 311ھ تحقیق الاعظمی ،المکتب الاسلامی۔

﴿**صحیح بخاری**﴾ للامام المحدث امیرالمومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری ، ولد 194ھ المتوفی 256ھ ، دارالسلام للنشر والتوزیع ، الریاض ،المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**صحیح الترغیب والترهیب**﴾للشیخ الاسلام ناصرالدین الالبانی رحمه الله ، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع ،الریاض ،المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**صحیح الترمذی**﴾ للامام القدوة ، المحدث الجلیل الالبانی رحمه الله...... المکتب الاسلامی۔

﴿**صحیح جامع الصغیر**﴾ للامام الکبیر والمحدث الشهیر ، ناصرالدین البانی ، المکتب الاسلامی ، الطبعة الثانیة 1986ھ۔

﴿**صحیح المسلم**﴾للامام الشهیر مسلم بن حجاج القشیری ، ولد 204ھ وتوفی 261ھ ، دارالسلام للنشروالتوزیع الریاض ، المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**صحیح موارد الظمأن الی زوائد ابن حبان**﴾ للامام المحدث الالبانی رحمه الله ، طبعة دار الصمیعی للنشر والتوزیع ،الریاض ، المملکة العربیة السعودیة۔

﴿**صفة صلاة النبیﷺ من التکبیر الی التسلیم**﴾امام البانی۔مکتبة المعارف للنشر والتوزیع ۔الریاض۔

﴿**صیدالخاطر**﴾امام عبدالرحمن بن الجوزی المتوفی 597ھ المکتبة السلفیة

﴿**فتاوی رضویة**﴾شاه احمد رضا خان ، دارالعلوم امجدیة مکتبه رضویه کراچی باکستان۔

﴿**الطبقات الکبری**﴾ للا مام ابن سعد ،دار صادر ،دار بیروت 1960م

﴿**فقه السنة**﴾ للامام سابق رحمه الله ، من اجود کتب الفقه

﴿**الفوائد**﴾للإمام السلفی ابن قیم الجوزیه ، دارالکتاب العربی بیروت الطبعة الاولیٰ 1424ھ۔

﴿**کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستة**﴾ امام نورالدین علی الهیثمی ولد735ھ المتوفی 807موسسة الرسالة ،بیروت الطبعة الاولیٰ

﴿**كشف المحجوب**﴾ شيخ على بن عثمان هجويرى، اسلامك فاونڈيش لاهور۔

﴿**مجمع الزوائد**﴾للحافظ نور الدين على بن ابى بكر الهيثمى، المتوفى 807ھ،من منشورات موسسة المعارف بيروت

﴿**مختصر الشمائل المحمدية**﴾ابوعيسىٰ محمد بن سورة الترمذى،اختصره وحققه الامام البانى۔المكتبة الاسلامية ،عمان، اردن۔

﴿**مدارج السالكين بين منازل اياك نعبد و اياك نستعين**﴾ للامام ابن قيم ولد691ھ توفى 715الطبعة الثانية دارالكتاب العربى بيروت ۔

﴿**المستدرك على الصحيحين**﴾ للامام ابوعبدالله بن محمد بن عبدالله الحاكم للنيسابورى المتوفى 405ھ، طبعة جديدة مخرجة من دار المعرفة بيروت لبنان۔الطبعة الثانية 2006م۔

﴿**المسند**﴾ للإمام الجليل ، المحدث الكبير احمد بن حنبل رحمه الله

﴿**المصنف**﴾امام ابوبكر ابن ابى شيبة المتوفى 235۔الطبعة الاولىٰ 1983م الدارالسلفية ،الهند۔

﴿**مفتاح دارالسعادة**﴾ للإمام المحدث السلفى ابن قيم الجوزية ، دار الكتب العلميه بيروت لبنان۔

﴿**مكارم اخلاق**﴾للإمام الخرائطى ،المكتبة الشاملة۔

﴿**ملفوظات**﴾ شاه احمد رضا خان۔مشتاق بك كارنر لاهور

﴿**موسوعة نضره النعيم**﴾اعداد مجموعة من المختصّين باشراف ،دارالوسيلة جده،المملكة السعودية العربية۔

کیا ہم اللہ کا ادب کرتے ہیں؟

ادبِ الٰہی کے تقاضوں پر مشتمل پہلی اور منفرد انمول کاوش

اوّلیں فرصت میں ہر مسلمان بالخصوص علما وطلبا
کے پڑھنے والی روحانی کتاب

- جو روح کی سیاہیاں دھو ڈالے
- مَن کی دنیا کو اُجلا کرے
- نفسانی جذبات کی تطہیر کرے
- دل و دماغ کو اللہ کے پیار سے بھردے
- اور زندگی کو بامقصد بنائے

خطبائے کرام کیلئے صحیح روایات، فکر انگیز واقعات
اور اصلاحی نکات کا بیش بہا خزانہ
غیر ثابت روایات سے مکمل پاک